سلسلۂ تصوف نمبر (۱۴۳)

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات شریف

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی علیہ الرحمۃ

مترجمہ

جناب عالم نبیل و فاضل جلیل حامیٔ دین متین حضرت مولوی قاضی عالم الدین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مقبول رب الرحیم حضرت خواجہ حاجی
حافظ محمد عبد الکریم صاحب

جس کو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں ——— بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

مشہور عالم پریس لاہور میں باہتمام پنڈت ہر دگنداس

کے چھپوایا

قیمت فی جلد (عمر)

شجرہ شریف
سید رضی الدین احمد الملقب خواجہ محمد باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وصال ۱۲ سنہ ۱۰۱۲ ہجری
۵ رجب المرجب سنہ ۱۰۱۲ ہجری کو وقت سحر دنیا میں لائے۔ اور اپنے بڑے بھائی سے چار ماہ چھوٹے اور دوسری والدہ کے بطن سے ہیں۔ زندگی سے وصال تک دہلی ہی میں سکونت رکھی
اولاد حضرت خواجہ کلاں صاحب رح
خواجہ عبید اللہ صاحب معروف خواجہ کلاں
خواجہ دین الدین صاحب
خواجہ مغیث رح
خواجہ اسرار صاحب
خواجہ احمد یار صاحب
محمد وزیر لاولد
خواجہ میر عبداللہ صاحب
رضیہ بیگم لاولد
خواجہ محمد امیر صاحب
حافظ سید محمد نصیر صاحب
مظفر علی
فاطمہ بیگم
محمد ابراہیم
محمد کبیر
امت اللہ بیگم
صفدر علی
منور علی
اولاد حضرت خواجہ خورد صاحب رح
خواجہ عبداللہ صاحب عرف خواجہ خورد علیہ الرحمۃ
خواجہ علی پسر رح
امت الباقی بیگم رح
شاہ نظام الدین صاحب عرف شاہ جی کو میر سیر دہلی
میر سید محمد صاحب رح
بنو بیگم
نواب سید میر خاں
نواب محمد میر خاں
خواجہ احمد میر
میر سید علی گوالیار
خواجہ محمد امیر
سید ابراہیم
صاحبزادی بیگم
سید حیدر
سعیدہ بیگم
حافظ محمد نصیر صاحب
ہدایت بیگم
بیوی بیگم
بدر الدین عرف فقیر صاحب بھرت پور
فاطمہ بیگم
موتی بیگم
حمید الدین
سید حامد
سید احمد
سید محمد
منور علی رح
مظفر علی رح
سید محی الدین عرف نواب بڑے صاحب
صفدر علی رح
غوث محمد
ابوالقاسم
سید محمود
بیوی بیگم
سعیدہ بیگم

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات

حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ باقی باللہ فانی فی اللہ قدس سرہ

نماز کی حقیقت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے دوست! اللہ تعالیٰ تجھے فناء و بقاء کی دولت سے مشرّف فرمائے۔ تجھے جاننا چاہیئے۔ کہ نماز کی ایک حقیقت ہے۔ اور ایک صورت۔ جب تک موت اختیاری کے ساتھ مشرف نہ ہوں نماز کی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔ سلوک کی راہ سے اس شرف اور مرتبہ کا حاصل ہونا دس اصلوں پر مبنی ہے۔ (۱) توبہ۔ (۲) زہد (۳) توکّل (۴) قناعت (۵) عزلت۔ (۶) ذکر (۷) توجہ۔ (۸) صبر۔ (۹) مراقبہ (۱۰) رضا۔ صلوٰۃ حقیقی کے طالب ہیں اگر جذب ربی کے نزول کی استعداد ہو۔ اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کی قابلیت رکھتا ہو۔ تو اُس کو لازم ہے۔ کہ اوّل باطن کو توبہ خالص کے ساتھ پاک کرے۔ اور دِل کو نفسانی اور روحانی خواہشوں سے خالی کرے۔ جو کہ زہد سے مراد ہے۔ پھر بھلے اور بُرے اعتقادات سے پاک صاف ہو کر مجمل اور مجتمع توجہ بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور کلمہ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (یعنی مَیں نے اپنے منہ کو اُس ذات کی طرف سیدھا کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے) کو اپنے باطن کا شعار بنائے۔ اُمید ہے کہ اُس کو غیبی کشش آگھیرے۔ اور اس کو اپنی ہستی اور خودی سے خالی اور محو کر دے۔ اور وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (میں مشرکوں سے نہیں ہوں) کے معنی اس کے اختیار کے بغیر اس میں جلوہ گر ہوں۔ اور جب اس کو پھر بقاء سے مشرف فرماویں۔ تو اُس کی پیاس اور زیادہ ہو۔ اور اس کا تعلق زیادہ قوی ہو جاوے۔

اور حقیقت مراقبہ کہ جس سے مراد مقصود کے حاصل ہونے کا انتظار ہے ظاہر ہو جاوے۔ اور اُس کی طہارت کے لئے ایک اور اعلےٰ قسم کی صفائی حاصل ہو جاوے۔ اور تجلی ذاتی کا پرتو زبانِ حال کے ساتھ بغیر کسی قسم کے سبب اور واسطے کے اس کے مطلب کو پورا کرے۔ اور توکل کے معنی کہ اسباب کو مدنظر نہ رکھنے سے مراد ہے معلوم کرے۔ اگر اللہ تعالےٰ کی مہربانی اُس کی مدد فرمائے تو دیکھ لیتا ہے۔ کہ یہ توجہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اور اپنے آپ کو اس صفت سے خالی پہچانتا ہے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ یَّتَوَجَّہَ اِلَیْہِ غَیْرُہٗ (ترجمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اس بات سے کہ کوئی اور اُس کی طرف توجہ کر سکے) کا مفہوم یہاں ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت ایک اور توجہ پیش آتی ہے۔ اور دَعَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کو دوسری زبان کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اس وقت اس کے ظاہری باطنی حواس وقویٰ بالکل عمل سے معزول ہو جاتے ہیں۔ اور وہ طالب عزلت کی صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اور وراثت کے طور پر فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ (پس رات کو جاگتا رہ یہ تیرے واسطے زیادتی اور ترقی کا باعث ہے) کے خطاب کی قبولیت پیدا کر لیتا ہے۔ اور وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے) کے امر سے عہدہ برآ ہوتا ہے اور حق تعالےٰ کو تنزیہ سے یاد کرتا ہے۔ اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ (یا اللہ تو پاک ہے تیری حمد کرتا ہوں) کہنے لگتا ہے۔ اور توحید و اتحاد کے مقام میں قدم رکھتا ہے۔ پھر یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ تمام موجودات کو فانی اور ناچیز معلوم کرتا ہے۔ اور کلمہ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ (اُس کے سوا کوئی معبود نہیں) پوشیدگی کے نقاب سے ظہور کرتا ہے۔ یہاں پہنچکر قناعت کا خلاصہ طالب کو نیستی کے مقام میں ڈال دیتا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ دوسرا لباس پہنکر اس کا کام بنا دیوے۔ اور اپنے آپ کو بُعد اور دوری میں جان کر صرف علم کی مشقت پر صبر کرے۔ اس مقام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھیجنے کی حکمت اور تکلیف شرعی کے نتیجے اس پر کھل جاتے ہیں۔ اور اعوذ پڑھ کر بے تکلف نماز کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کی فتح اور کشائش ظاہر ہوتی ہے۔ اور صراطِ مستقیم کی طرف اس کو ہدایت ہو جاتی ہے۔ اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اُس سے راضی ہیں) کی سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ جب اس مقام میں اُس کو تمکین اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اُس کا حال فِیْ صَلٰوتِھِمْ دَائِمُوْنَ

(وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں ہیں) کے موافق ہو جاتا ہے۔ یہ ہے تمام حقیقی۔ اگر کنہ ذات اُس پر تجلی کرے ۔ خواہ اس سے اگلی فناء حقیقی کی منزل میں اس کا باطن تمام امور سے سرد ہو جاتا ہے۔ اور نایافت کا درد اُس کی جان کا گریبان پکڑ لیتا ہے۔ اور اشتہی عدماً لا عود لہٗ (میں ایسا عدم چاہتا ہوں جس کے لئے اعادہ نہیں) کے معنی دل نشین ہو جاتے ہیں۔ رُباعی

میخانہ میں رہتے ہیں رند ایسے ایسے ۔۔۔ نادانوں سے وہ نہیں ہیں ملتے جلتے
واقف نہیں کوئی حال سے ان کے ۔۔۔ ہیں نعمتوں پہ دونوں جہاں کے ہنستے

ہو سکتا ہے کہ اس کا فقر نہایت تک پہنچ جاوے۔ اور اسم غنی کا مظہر بن جاوے۔ نہیں نہیں ابھی وہ دردمند ہی رہتا ہے۔ یہ وہ درد ہے۔ جو پیدائش کا مقصود ہے۔ اور عبادت روحیہ حقیقت میں یہی درد ہے۔ ابیات

بھیج اتنا درد جتنا چاہئے ۔۔۔ ناتواں کیا جانے کتنا چاہیئے
درد ذرہ اچھا ہے آفاق سے ۔۔۔ درد ذرہ اچھا ہے عشاق سے

حضرت مولانا قاضی رح نے کتاب سلسلۃ العارفین میں قطب المحققین غوث الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ احرار رح فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس اللہ سرہٗ سے پوچھا گیا کہ عقل کیا ہے۔ مولانا صاحب رح نے فرمایا۔ کہ عقل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ آرام نہ پکڑے۔ اور حق تعالیٰ وہ ہے۔ کہ ہرگز ہرگز ادراک میں نہ آئے۔ ایسے ہی ان حروف کے راقم نے جناب ارشاد مآب مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے سنا ہے۔ کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار اور نیز ایک واسطہ سے مولانا اسمٰعیل شیروانی رح سے نقل کرتے تھے۔ کہ

تجلی ذات بحث میں نہیں ہوتی ہے

بارگاہِ الست کے دانا ۔۔۔ کچھ نہیں جانتے ہیں حیرت سوا

بلکہ محققین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ذات مطلق علم کے احاطہ میں نہیں آ سکتی۔ خواہ اُس کی اضافت خلق کی طرف کریں۔ خواہ حق کی طرف۔ وہ شخص جاہل ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ علم کے احاطہ میں نہ آنے سے معلومیت کی نفی لازم آتی ہے۔ کیونکہ علم کی حقیقت احاطہ ہے۔ جناب ولایت مآب شیخ اللہ بخش علیہ الرحمۃ جو حق تعالیٰ کے شیدائی اور ذات الٰہی کے مجذوب میر سید علی قوام جونپوری رح کے مرید تھے۔ اور کمال فنا اور تفرید و تجرید کے

کے شرب پر تھے۔ اسی کو نہایت جانتے تھے۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ یہ بات ذات بحت کے ساتھ گرفتاری کا اثر ہے۔ اور کلمہ لاالٰہ الا اللہ کی حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ رسالہ قدسیہ میں حضرت خواجہ بزرگ رح سے نقل کرتے ہیں۔ کہ خواجہ بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جذبہ کے شروع میں جب خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ تو تمام ظاہری باطنی تعلقات سے پورے طور پر بے تعلق ہونا اس توجہ کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ نیز اس رسالہ میں حضرت خواجہ رح سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا سب غیر ہے۔ مقصود نہیں۔ مقصود ذاتِ بحت ہے۔ جو علم میں نہیں آتی ہے

ذاتِ حق کو کوئی نہیں پاتا ہاتھ خالی ہے ہر کوئی جاتا

پس جو لوگ ذات بحت کے ساتھ گرفتار ہیں۔ اُن کی خلاصی اس امر میں ہے۔ کہ انفاس کے موافق وجود اور لوازم وجود کی نفی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ رَبَّہٗ (فقیر اپنے رب کا محتاج نہیں) کے معنی کو تازہ کریں۔ اور گرفتاری کی صفت کو اصل کے حوالہ کریں۔ ادھر اصل مطلب سے ہم دور جا پڑے۔ غرض تو حقیقت صلوٰۃ اور صورت صلوٰۃ کا بیان کرنا تھا۔ اب پھر ہم اپنا مقصود بیان کرتے ہیں۔ چونکہ صلوٰۃ حقیقی کا بیان کچھ ہو چکا ہے۔ اب ہم صلوٰۃ صوری کا بیان شروع کرتے ہیں +

نماز کی صورت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (کوئی شے اس کے مثل نہیں اور وہی سُننے والا دیکھنے والا ہے) اس معنی کی تحقیق تیرے حوصلہ کے لائق نہیں۔ تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل و بے مانند ہے۔ جو کسی طرح ادراک کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (اُس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں) باوجود اس کے اللہ تعالیٰ ہر ذرہ کو محیط ہے اور جہان کے تمام ذرات اُسی کی صفات کے آئینے اور مظہر ہیں۔ اگر کہیں علم ہے تو اسی کا ہے۔ اور اگر قدرت ہے تو اسی کی۔ اسی طرح سب اسی کی صفات ہیں۔ جنہوں نے مخلوقات کے پردہ سے ظہور کیا ہے۔ بلکہ سب کچھ وہی ہے۔ مخلوقات محض

ایک بے بود نمود ہیں۔ جیسے کہ آئینے میں صورت دکھائی دیتی ہے۔ لیکن آئینہ صورت سے ویسے ہی پاک و صاف ہوتا ہے۔ صورت نہ تو آئینے کے اوپر ہے۔ نہ اس کے اندر۔ صرف نمود بے بود ہے۔ جب تو نے اس بات کو معلوم کر لیا۔ اب تجھے لازم ہے۔ کہ ہمیشہ حق تعالےٰ کی طرف متوجہ رہے اور حق تعالےٰ کو اپنے اوپر حاضر و ناظر تصور کرے۔ بلکہ اس طرح جانے کہ جو کچھ علم و قدرت اور دوسری صفتیں تجھ میں موجود ہیں سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ اور تو محض خالی ہے بلکہ تو کچھ بھی نہیں محض نمود بے بود ہے۔ خارج میں صرف وہی حق تعالےٰ موجود ہے۔ لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں اُس کے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں) اور وہ اپنی خالص یکتائی اور یگانگی پر ہے۔ اور جسم و جسمانی و جوہر و عرض ہونے سے پاک و منزہ ہے۔ اور خارج میں اُس کے سوا اور کوئی موجود نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اسم جامع اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور اس اسم جامع کی حقیقت علیہ کے موافق جامع کتاب ہمراہ لائے ہیں۔ وہی صاف آئینہ ہے۔ جو اس صورت جامع کے نہایت اچھی صورتوں میں ظہور پانے اور اس کے احکام و آثار کے ساتھ مفید ہونے کے لئے بشریت کا لباس پہنکر آیا ہے۔ اور اسم محمدیہ سے موسوم ہوا ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ مراتب کا لحاظ رکھے۔ اور ایک مرتبہ کے اسم کو دوسری مرتبہ پر اطلاق نہ کرے۔ اور شریعت کے احکام کو اچھی طرح نگاہ رکھے۔ اور شریعت کی متابعت میں اپنی سعادت جانے ؎

اطاعت ہو نہ جب تک مصطفےٰ کی ۔۔۔ نہیں ملتی ہے راہ ہرگز صفا کی

توحید کا مختصر بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ (اللہ تعالےٰ تھا اور کوئی شئے اُس کے ساتھ نہ تھی) یہ وہ کلام ہے جو چراغ نبوت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا ہے۔ اور اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (اب تک ویسا ہی ہے جیسے کہ پہلے تھا) جو اس چراغ نبوت کے انوار سے حاصل ہو کر بعض بزرگ صوفیہ کی زبان پر جاری ہوا ہے اس کلام سے ملتا جلتا ہے۔ چونکہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ اس ملک کے اکثر متصوفہ اس کلام سے توحید مراد رکھتے ہیں۔ بغیر اس امر کے اَلْعَالَمُ لَمْ یَظْہَرْ قَطُّ (جہان کبھی ظاہر نہیں ہوا) کی حقیقت سے بے خبر ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں

مسلمانوں کو اس امر کی برائی سے بچائے۔ اس لئے دل میں آیا۔ کہ اس کلام کی حقیقت مختصر اور مجمل طور پر بیان کی جائے ۔

واضح ہو کہ کان اللہ ولم یکن معہ شیئ مرتبہ اطلاق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کو تمام مراتب پر تقدم ذاتی حاصل ہے کیونکہ صاحبانِ کشف کے نزدیک مقرر ہے۔ کہ کاملین کے ارواح قدیم ہیں۔ اور الآن کما کان سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالے اسی طرح اپنی خالص اطلاق پر ہے مقیدات کے ظہور نے اطلاق کے جلوہ کو دور نہیں کر دیا۔ اس بارگاہ میں ازل و ابد ظاہر و باطن ایک ہی نقطہ میں جمع ہے جب اس چند روز تک رہنے والے وہمی اتصال والے جہان کے ذرات ظاہر ہوتے ہی عدم کو چلے جاتے ہیں۔ اور وحدت حقیقی کامل طور پر ظہور کرتی ہے۔ تو ان دونوں کے درمیان اس قدر نامتناہی اور بے شمار اطلاق ہیں۔ کہ ان بے انتہا اطلاقات کے سامنے مقیدات کا ظہور اس قدر کم ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر عارف کی نظر کل شیئ ھالک الا وجھہ (اللہ تعالے کے سوا ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے) کو دائمی دیکھتی ہے اور یہ جو عارف کہتے ہیں کہ حفظ ما بین النفسین (یعنی دونوں سانس کے درمیان کو نگاہ رکھنا) اس سے مراد دو نفس رحمانی ہیں۔ اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ عارف کے لئے اصلاح بین بہ نسبت حفظ ما بین النفسین کے بہتر ہے۔ ورنہ عارف کو حفظ ما بین النفسین کی کیا احتیاج ہے۔ وہ اس سے الگ نہیں ہے۔ نہ صلاح بین میں نہ اس کے سوا کسی اور حال میں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ الآن کما کان سے مراد یہ ہے۔ کہ اشیاء محض ایک بے بود نمود ہیں۔ کہ وجود خارجی کی بو بھی ان کے دماغ تک نہیں پہنچی۔ ویسے ہی علم میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ یا ہم کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے بہت جاننے والا ہے۔ کہ کان اللہ وقت کے ظہور کے بعد ہوا ہوگا۔ کہ جس کی تائید میں لی مع اللہ آیا ہے۔ اور الآن کما کان بھی ایسے ہی ہے۔ یا یہ کہ الآن کما کان انہی معنی میں صحیح ہے۔ اگرچہ کان اللہ پہلے معنوں میں ہو۔ یعنی میرے شہود کی نظر میں ویسے ہی تھا۔ رباعی

میں ہیچ ہوں ہیچ ہے بھی نا کار   پھر ہیچ سے ہیچ ہوگا کیا کار

کہتا ہوں حقیقت کے جواہر   حاصل ہے فقط مجھ سے گفتار

جو کچھ تو نے بویا ہے اس کو پانی دے۔ اور جو کچھ عبد اللہ نے بویا ہے۔ اس کو پانی میں بہا دے ۔

اَعُوذ کے معنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یعنی رَدّ کیے ہوئے شیطان کی شرارت سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں۔ قرآن مجید کے پڑھتے وقت (خواہ نماز میں پڑھیں خواہ نماز کے باہر) اَعوذ کا پڑھنا حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا۔ اور حضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حضورؐ کی اُمّت پر سنّت ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کلمہ تعوذ کے پڑھنے کے وقت اس کلمہ کے نہایت اعلےٰ درجہ کے معنی اور مفہوم سے واقف ہوتے ہونگے۔ پس متابعت کا طریق یہی ہے کہ صرف اس کلمہ کے کہنے پر ہی کفایت نہ کریں۔ بلکہ باطن کے لحاظ سے اپنے آپ کو محض عاجز جان کر شیطانی وسوسوں کے دُور کرنے میں قادرِ مطلق کی بارگاہ میں التجا کریں۔ تاکہ کلام الٰہی کا پڑھنا دل کو پراگندہ کرنے والے شیطانی اندیشوں کی کدورت سے خالی ہو۔

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس قسم کا تعوذ توکّل کے مقولہ سے ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ کو اپنا وکیل بنانا اور اپنی قدرت وطاقت کو اپنے آپ سے الگ کر دینا یہ توکل ایمان کی قسموں سے ہے۔ کیونکہ جس شخص کا اس بات پر ایمان ہے۔ کہ تمام جزو کل کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے وہ جانتا ہے کہ جو فعل اور صفت اس سے یا کسی اَور سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ سب اس وحدہٗ لا شریک پیدا کرنے والے کی قدرت سے ظاہر ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ اس کی ہستی کے خزانہ میں کوئی امر موجود ہے یا آئندہ موجود ہوگا۔ جس کے ذریعے سے ضرر کو دور کر سکتا ہے۔ یا نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعوذ کا حکم فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّہٗ لَیۡسَ لَہٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ؕ یعنی شیطان راندے ہوئے کے شر سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ پناہ پکڑ۔ کیونکہ شیطان کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ اور تصرف نہیں ہے۔ جو ایمان لائے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کو اپنا وکیل بنا لیا ہے۔ یہی آیت ہمارے بیان پر گواہ صادق ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہم کو بھی اس سے کامل حصہ ملیگا۔

فصل

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے کلمات قدسیہ میں لکھا ہے۔ کہ جس کمزور کو کسی قوی دشمن کے ساتھ مقابلہ آپڑے۔ تو جب وہ صدق ویقین کے ساتھ اپنی طاقت وقوت سے باہر نکل آئیگا۔ تو ضرور اُس کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے طاقت وقوۃ کی مدد پہنچیگی۔ جس کے ذریعے سے دینی اور مذہبی دشمنوں پر غلبہ پالیگا۔ حضرت مولانا محمد قاضی رحؒ نے جو آنجناب کے مخلص دوستوں میں سے تھے۔ لکھا ہے کہ جب کبھی آنجناب کسی ضروری کام کے لئے اپنے وقت کے حاکموں اور بادشاہوں کی طرف لکھنا چاہتے تھے۔ تو ایک گھڑی تک خاموش اور بیکار رہتے۔ پھر لکھنا شروع کرتے۔ اور اس خاموشی اور بیکاری کا سبب بھی آپ ہی بیان فرماتے۔ کہ ایک ساعت کے لئے اپنے آپ کو اپنی ہستی سے خالی کرکے اللہ تعالےٰ کے حوالہ کرتا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں۔ کہ قلم دوسری جگہ سے جاری ہوتی ہے۔ اور میں ہرگز درمیان نہیں ہوں۔ اس بات کے ذکر سے مقصود یہ ہے۔ کہ اگر تعوذ اور تلاوت کے ارادہ کے وقت حقیقت ایمانی کے ساتھ کہ جس سے اس قسم کا تعوذ پیدا ہوتا ہے۔ متحقق ہوجائے۔ تو قرب فرائض کے ساتھ مشرف ہوجاویگا۔ چنانچہ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللہِ (پس پناہ دے اُس کو تاکہ اللہ تعالےٰ کا کلام سنے) کو اہل تحقیق نے اسی مقام میں بیان فرمایا ہے۔ اس وقت قاری کی زبان حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کا حکم پیدا کریگی۔ بیت

گرچہ ہو آواز عبد اللہ کی ہوگی وہ آواز بیشک شاہ کی

اور امام محقق حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کلام (اِنِّیْ کَرَّرْتُ آیَۃً اَسْمَعُ مِنَ الْمُتَکَلِّمِ (میں ایک آیت کو بار بار دوہراتا رہا حتّٰی کہ میں نے اُس کو متکلم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے سن لیا) کو شیخ شہاب الدین علیہ الرحمۃ نے بھی اس مقام سے بیان فرمایا ہے۔ ابیات

مرد پر آجائے غالب جب پری دُور ہوتی ہے وصف انسان کی
اس کا کہنا ہے پری کا سربسر وصف انسانی بےاس سے دُور تر
جب پری کا ہے تصرف اس قدر ہو خدا کا پھر تصرف کس قدر

مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے۔ اور انتظار کی صفائی طلب میں مقصود ہے۔ اس حالت میں کہ

کہ طالب اپنی طاقت و قوت سے باہر آیا ہو۔ اور اپنے مقصود کے دیدار کا مشتاق ہو۔ اور اس کے عشق کے دریا میں ڈوبا ہو جل ذکرہ۔ غیروں کی قوت اور طاقت کا دیکھنا کوشش ہے۔ اور محبوب کی دہلیز کا انتظار کشش ہے۔ اس قسم کا مراتبہ سوائے منتہی اور قریب الانتہا کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے ابوالجناب حضرت نجم الدین کبرٰے قدس سرہ نے دس اصلوں کے بیان میں کہ جن پر موت ارادی کا مدار ٹھیرایا ہے۔ اس مراقبہ کو آٹھواں اصل مقرر کیا ہے۔ لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہئے۔ اور اپنے آپ کو اپنی طاقت و قوت سے نکالکر محض انتظار ہونا چاہئے۔ باقی وہ تمام مراقبے جو مطلوب کے لئے مفید نہیں۔ اور شکل و مثال و علم و خیال کرکے تعقّل و تفکّر میں لاتے ہیں۔ سب کے سب اس سے نیچے ہیں۔ اور کسی نہ کسی علت پر معلول ہیں۔ شعر

تو نے جو کچھ کہ جانا پہچانا　　اس سے برتر خدا ہے دانا

اس قدر بارگاہ وہ عالی ہے　　لا و ہو کا بھی ہاتھ خالی ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے۔ کہ فَاِذَا قَرَءْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ (جب تو قرآن پڑھنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ شیطان راندے ہوئے سے پناہ مانگ) ظاہر ہے۔ کہ یہ بات فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) اور تقرب الیہ (اس کی طرف قریب ہو جاؤ) کے مضمون کے شامل ہے۔ کیونکہ استعاذہ کے معنی ہیں کسی کے آگے التجا کرنا۔ اور اس کے پڑوس اور پناہ میں چلے جانا۔ پس سنت کے تابعدار کو لائق ہے۔ کہ اپنے آپ کو عاجز جان کر اللہ تعالےٰ کی پناہ میں آجاوے۔ اور شیطانی وسوسوں کے دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالے۔ یعنی ہمہ تن اس کے انوار میں فانی ہو جائے۔ اور کلمات کے ادا کرنے اور معانی کے سمجھنے میں توجہ کو پراگندہ نہ کرے۔ کیونکہ وہی حافظ اور وکیل ہے۔ جس طرح چاہتا ہے۔ ظہور میں لاتا ہے۔ حضرت امام ہمام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے وقت غیر خیال و خطرہ میں پیدا ہی نہیں کیا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (اے اہل بیت اللہ تعالےٰ تم سے پلیدی کو دور کرنا چاہتا ہے۔ اور تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے) نفرات اصراریہ میں لکھا ہے۔ کہ حقیقی نسبت اہلبیت کی نسبت ہے۔ اور اپنی نسبت کے متعلق جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر

ہوتا ہے۔ کہ حضرت امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کلام کے یہ معنی ہیں۔ کہ نماز کے وقت ہمارے سامنے ملک وملکوت کا کوئی نشان نہیں ہے۔ نہ یہ کہ یہ موجود نہیں۔ اور غیریت کا لباس دور کئے ہوگئے ہیں۔ جیسے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ قرب نوافل میں خلقیت کی جہت پر حقیقت کی جہت غالب ہے۔ رُباعی

اپنے بندوں کو جب تو اے مولا — بخشتا ہے تو قرب نفلوں کا
قاریوں پر بقدر استحقاق — غالب آتی ہے وحدت اطلاق

قرب نوافل میں نسبت کے لباس کے باوجود غیریت ان سے دُور ہو چکی ہے۔ جیسے کہ توحید صوری والوں کے لئے ہوتی ہے۔ اے طالب اللہ تعالےٰ تجھے نور پاک کے ساتھ مدد دے ٭

تجھے واضح ہو۔ کہ اس قسم کا تعوذ منتہی کو حاصل ہوتا ہے۔ یا کچھ کچھ اُس شخص کو جس کی نہایت اس کی ہدایت میں مندرج ہے۔ لیکن وہ لوگ جو یقین ایمانی سے مشرف نہیں ان کو چاہئے کہ احسان کے آخیر مرتبہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ احسان یہ ہے۔ کہ تو اللہ تعالےٰ کی اس طرح عبادت کرے۔ کہ گویا تو اُس کو دیکھتا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھتا۔ تو سمجھ لے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے پس تلاوت کے وقت ایسا سوچیں کہ اللہ تعالےٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور یہ عمل اللہ تعالےٰ کے حضور میں کر رہا ہے ٭

تنبیہ۔ بعض عارفوں نے فرمایا ہے۔ کہ انسان روح اور ظاہری صورت سے مرکب ہے۔ اور دونوں ہی کو استعاذہ کا امر ہؤا ہے۔ جو کچھ روح کا نصیب ہے۔ وہ سابقہ کلمات سے معلوم ہو چکا ہے۔ بدن کا حصہ یہ ہے۔ کہ اسم اَلمُضِلُّ کے مظاہر یعنی بُری ہمنشین اور حرام و مکروہ کھانے پینے والی اشیاء اور تمام بُرے اوضاع واخلاق سے پرہیز کرے۔ اور اسم الہادی کے مظاہر یعنی موافق ہمنشینوں اور شرعی اور مسنونہ اوضاع واطوار کی طرف توجہ کرے۔ اور زبان کا نصیب اس کلمہ کے ساتھ بولنا ہے۔ لیکن اگر کامل استعاذہ حاصل نہ ہو۔ تو بالکل اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ اگر محلہ میں بعض لوگ مجرد اور ناموافق ہوں۔ تو سب کو ناموافق اور مجرد نہ چھوڑنا چاہئے۔ یا اللہ تو ہم کو اس کے معانی اور مفہوم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور سلام ہو۔ اُس شخص پر جو ہدایت کے رستہ پر چلا ٭

بسم اللہ و سورہ فاتحہ کے معنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ جو سورتوں کے اول ہے علماء حنفیہ کے نزدیک قرأت کے شروع کرنے کے لئے ہے۔ قرأت میں داخل نہیں ہے۔ اگرچہ صحیح قول کے موافق قرآن میں داخل ہے۔ پس قاری بسم اللہ کے پڑھتے وقت یہ ارادہ کرتا ہے۔ کہ میں اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے اپنی قرأت شروع کرتا ہوں۔ بزرگانِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی اصطلاح میں اسم مبارک اللہ کے تین اطلاق ہیں۔ ایک ذات احدیت۔ دوسری ذات مقید بمرتبہ الوہیت تیسری احدیت جمع مطلق۔ لیکن کاتب سامع کے احوال کے مناسب دوسرا مرتبہ ہے۔ جو سالکوں کی توجہ کا قبلہ اور مشتاقوں کا آرامگاہ اور تمام جہان والوں کا رب اور جزا کے دن کا مالک ہے۔ پہلا مرتبہ عبارت و اشارت سے منزہ و پاک ہے۔ تیسرا مرتبہ بہتوں کی گمراہی اور بہتوں کے توقف اور تعطیل کا باعث اور پاک لوگوں کی لغزش اور خطا کا موجب ہے۔ اب ہم اس دوسری مرتبہ کی شرح کرتے ہیں۔ جو پاک نظر والے عالی ہمتوں کا معشوق ہے۔ اَللّٰہُ اسم ذات ہے۔ جو تمام صفات کمال کا جامع ہے یعنی ایسا اسم ذات کہ جب یہ جہان نہیں تھا۔ تب بھی اپنی صفات کاملہ کے ساتھ تھا۔ اور اب جبکہ جہان عدم کے جنگل سے خیال کے میدان میں آ چکا ہے۔ اسی طرح اپنے قرار پر ہے۔ بقاء و ثبات صرف اسی کے لئے لائق ہے۔ دوسرے سب معرض فنا و ممات میں ہیں۔ ؎

نہیں کوئی معبود اس کے سوا		وہ کیسا ہے کوئی نہیں جانتا

اگر اس کی ذات کے بارے میں سوال کرے۔ تو اس کی نسبت آ چکا ہے۔ لَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ (اس کی ذات میں فکر نہ کرو) اور اگر اس کی صفات کی نسبت پوچھے۔ تو قرآن مجید میں جیسے کہ علماء اہل سنت و جماعت میں سے اہل زبان سمجھتے ہیں آ چکا ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (کوئی شے اس جیسی نہیں۔ وہی سننے والا۔ دیکھنے والا ہے) اگر ظاہر ہے۔ تو وہی ہے۔ کیونکہ ظہور کا مدار فعل و اثر پر ہے۔ اور فعل و اثر اس کی جانب سے ہے۔ اور اگر باطن ہے۔ تو بھی وہی ہے۔ سِر یعنی باطنی آنکھ جو میدان شہود کی محرم

ہے۔ اس کے کمال کے مطالعہ میں شرمندہ ہے۔ اور سر یعنی ظاہری آنکھ جو اس ظاہری جہان کے کارخانہ کی رئیس ہے۔ اس کے جمال کے مشاہدہ میں اندھی ہے۔ کیونکہ وہ گردن کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور وہ وہی ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ رحمٰن اسم ذات ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کے ذریعے ممکنات کے حقائق کو وجود کا فیضان ہوا ہے۔ یہ اسم خاص ہے کسی دوسرے سے وجود بشری۔ کا فیضان نہیں ہو سکتا۔ رحیم بھی اسم ذات ہے۔ اس اعتبار سے کہ وجود کے تابع اور اُس کے متعلق جس قدر نعمتیں ہیں۔ وہ سب اسی اسم کے ذریعہ ملی ہیں۔ یہ اسم عام ہے۔ کیونکہ دوسرا بھی اللہ تعالےٰ کی توفیق سے بعض انعامات کا فیضان کر سکتا ہے۔ لیکن اس اسم کے معنی عام نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام موجودات ہر وقت انعام کی مستحق نہیں ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علماء کے اتفاق سے اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو کچھ تعریف و ستائش اور ثنا کی جنس ہے۔ سب اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے مقصود حق تعالےٰ کے جمال کا اظہار ہے نہ کہ اس علم کے ساتھ خبر دینا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نفس الحمد للہ بھی ستائش و تعریف ہے۔ علماء اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں۔ کہ یہ جہان جو آپ نے تمام ذوات و صفات و افعال کے ساتھ میدان وجود میں ظہور کئے ہوتے ہیں۔ اس کی نسبت جہان کے پیدا کرنے والے کے مقابلہ میں ایسی ہے۔ جیسے صفحہ کاغذ کے نقشوں کی نسبت نقاش کے مقابلہ میں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات جبر تک پہنچا دیتی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ اہلِ سنت وجماعت کے علماء آدمیوں میں اختیار کی صفت کو بغیر اس بات کے کہ کوئی اثر اس پر مترتب ہو مخلوق کہتے ہیں۔ اور اس قدر اعتقاد کے ساتھ جبریہ سے ممتاز و الگ ہو جاتے ہیں۔ تمام کشف والے محققین کا اس معنی کے صحت و درستی پر اجتماع و اتفاق ہے۔ یا اللہ تو ہمیں قول ثابت پر ثابت رکھ ؁

وصل۔ صوفیہ موحّدہ رحمۃ اللہ علیہم جو اہل سُنّت میں خاص ہیں۔ باوجود علم اور تحقیق کے کہتے ہیں۔ کہ جہان کی صورتوں کے نقوش جو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے نمود وجود کے میدان میں ظاہر ہوئے ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی تجلیات سے ظاہر ہوئی ہیں۔ اور حق تعالےٰ نے اپنی صفات و شیون کے موافق ان کے لباس میں ظہور کیا ہے۔ بلکہ دونوں ایک ہی ظہور سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اسی واسطے فتوحات

ملکیہ والا یعنی شیخ محی الدین ابن عربی رح فرماتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو ظاہر کیا اور وہ ان کا عین ہے یعنی ظہور میں۔ کیونکہ جہان کی حقائق مرتبہ علم میں صفات و شیون کی مظہر ہیں۔ پس اگر اللہ سے ذات احدیت مراد لیں۔ تو سب قسم کی حمدیں اور تعریفیں خواہ اس سے ہوں۔ خواہ کسی اور سے سب اسی کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ علم نہایت ہی پوشیدہ ہے۔ جس قدر مجمل ہو۔ اسی قدر بہتر ہے۔ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے)۔ اس مقام میں اس صفت کے ذکر کرنے سے اس امر کا ثابت کرنا مقصود ہے۔ کہ تمام محامد اور ثنائیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہی خاص ہیں۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (وجود کا بخشنے والا اور ان لوازم وجود کا دینے والا ہے۔ جن کا تمام جہان محتاج ہے)۔ ربوبیت کے ذکر کے بعد ان دو نو صفتوں کے بیان کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس کی تربیت تمام نعمتوں کو شامل ہے۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (جزا کے دن کا متصرف و حاکم ہے) رحمت کے ذکر کے بعد اس صفت کے بیان کرنے میں اُمت کے گناہگاروں کے لئے بڑی بھاری خوشخبری ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (یعنی تیری ہم ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں)۔ اور ان دونوں امروں میں کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عبادت سے مراد عبادت اضطراری ہو۔ عبادت اضطراری یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہو جائے۔ اور اس کی قضاء و قدر کے ماتحت عملدرآمد کرے۔ اس صورت میں ایاک نعبد کے معنی مالک یوم الدین کے موافق ہونگے یعنی تمام اوقات و احوال کا مالک تو ہی ہے۔ اور ایاک نستعین سے اخیر تک دعا میں داخل ہے۔ یعنی تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ تاکہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھائے۔ تاکہ ہم اس پر چلیں۔ اور ہماری عبادت اختیاری تیری رضا کے موافق ہو جائے۔ اگر ایاک نعبد کو عبادت اختیاری پر محمول کریں۔ تو اس سے اپنی فرمانبرداری اور انقیاد کا ظاہر کرنا مقصود ہے اور ایاک نستعین سے یا تو وہی معنی مقصود ہیں جو بیان ہو چکے ہیں۔ یا اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ اس اطاعت و انقیاد اور فرمانبرداری کو بھی تیری توفیق اور مہربانی سے جانتے ہیں یا اس انقیاد و اطاعت میں ثابت قدمی کا طلب کرنا مقصود ہے اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ چنانچہ کلام الٰہی میں ان کا بیان آچکا ہے۔ وہ لوگ نبی صدیق۔ شہید اور صالحین ہیں۔ اُن لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تو نے غضب کیا اور نہ اُن لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہیں۔ تمام محققین اور صادقین کا اتفاق و اجماع ہے۔ کہ صراط مستقیم اہل سنت وجماعت کا راستہ ہے۔ جو انہوں نے الٰہیات و نبوت و علوم آخرت کے بارہ میں بیان فرمایا ہے۔

وَصْل۔ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علما کے ظاہر عقائد پر چند عقیدے اور زیادہ کئے ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ ان کی نفی کرے۔ کیونکہ سلف صالحین کے عقائد کے برخلاف چلنا سراسر گمراہی اور خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ کہ ہم انہی عقائد پر قائم ہیں۔ اور امید ہے کہ انہیں پر مرینگے۔ اور انہی پر اُٹھائے جائینگے۔ اب ہم الٰہیات میں اس بزرگ کے عقیدہ کی شرح کرتے ہیں یعنی ہم کو انبیاء وصدیقوں کا راستہ دکھا۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جو سب کچھ خلقت ہی دیکھتے ہیں۔ جیسے کہ دہریہ اور طبیعیہ جو مغضوب علیہم گروہ میں داخل ہیں۔ اور خواہ حقانیت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ جیسے کہ بعض صوفیہ جو توحید صوری میں معطل ومجوس ہیں۔ جن کے حق میں اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ (اللہ تعالیٰ نے اس کو علم پر گمراہ کیا) درست ہے۔ ہمہ تن اپنے آپ اور اپنے اشغال کے ساتھ گرفتار ہیں۔ اور توجہ کا منہ مبدا کی طرف سے پھیرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ بھی گمراہ ہیں۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو سب کچھ حق تعالیٰ ہی دیکھتے ہیں۔ اور جہان کو محض خیال اور شعبدہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ بھی گمراہ ہیں۔ اور فلسفہ کی طرف مائل ہیں۔ اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو دید حق کے باوجود خلق کا وجود الگ ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا راستہ بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے راستہ کے موافق نہیں ہے۔ مراد اس راستہ سے وہی معرفت ہے۔ نہ ان معنوں میں کہ ان کی معرفت انبیاء ع کی معرفت کے برخلاف ہے۔ حاشا وکلا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور خاص ہیں۔ ہاں ان کی معرفت اس قدر وسیع نہیں ہے۔ جتنی کہ انبیاء ع کی معرفت۔ پس صراط مستقیم معرفت میں اس صدیق کامل کے اعتقاد کے موافق حق وخلق دونوں کی دید ہے۔ لیکن خلق کا وجود علیحدہ نہیں ہے۔

جیسے کہ آئینے میں صورت کا وجود۔ جو ظاہر میں ہست ہے اور حقیقت میں نیست۔ لیکن یہ نمود اور ظہور حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوا ہے۔ عالم کے خلق سے مراد یہی اظہار ہے۔ اور عالم حق تعالیٰ کے علم میں ثابت ہے۔ یہ وہ اثبات نہیں ہے۔ جو علمائے متکلین صور علمیہ میں اذعان کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ بلکہ یہ وہ ثبات ہے۔ جو ثبات خارجی کی جنس سے ہے۔ یعنی موجود خارجی نے شیون وصفات کے موافق علم میں تنزل کیا ہے۔ اور عالم کے حقائق ظاہر ہوئے ہیں۔ اور یہ حقائق اپنے اصل کی طرف عود کرنے اور وجود میں ظہور کرنے کے بعد اس طرح مخلوق و ممکن ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آئینہ میں صورت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ممکن سے جو افعال و آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس کے اصل کی طرف سے ہیں۔ چونکہ ممکن پردہ دار ہے اس لئے لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ اِنَائِہٖ (پانی جس برتن میں ہو اُسی کا رنگ پکڑ لیتا ہے) کے بموجب محجوب لوگ تصور کرتے ہیں۔ کہ یہ فعل و اثر ممکن کا ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہی رحمٰن و رحیم ہے) آمین ایسا ہی ہو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محقق لوگ ظاہر مخلوقات کی تعظیم کو مقام معرفت کے آداب سے جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب جمال مطلق کے مظہر ہیں۔

وصل۔ اللہ تعالیٰ تجھے نور پاک سے مدد دے۔ تجھے جاننا چاہئے۔ کہ مخلوقات جو مطلق کے مظہر ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ یہ مطلق کی عین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ہی بزرگ و برتر ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ اِنَائِہٖ (پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے) کے موافق مطلق کے افعال و صفات نے اُن کے پردہ سے انہی کے رنگ پر ظہور کیا ہے۔ اس اجتماع و کثرت میں مشاہدہ والے لوگوں کی کامل چشم بصیرت ذاتی نور کے سوا اور کسی شے پر نہیں پڑتی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا۔ کہ ذات ان کے ادراک میں آجاتی ہے۔ نہیں بلکہ اس کی ہستی کو ذوق محبت و فنا و نیستی کے طور پر معلوم کر لیتے ہیں۔ مثلاً فرض کریں۔ کہ ایک آئینہ نہایت ہی صاف شفاف ہے۔ کہ جب تک اس پر کوئی صورت ظاہر نہ ہو۔ اُس کی ہستی معلوم نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص آئینہ کا عاشق ہو۔ اور صورت کے پردہ میں اُس کی

بصیرت کی آنکھ آئینہ کی شعاع کو معلوم کرلے اور محبت و شوق کے غلبہ کے باعث اُس کی ہستی میں فانی و مستغرق ہو جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص آئینہ کی ذات کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ خاصکر جبکہ وہ اس بھید سے واقف ہو جائے۔ کہ وہ ظاہری صورت آئینہ کے اوپر ہی ہے درمیان میں کچھ موجود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک بے بود نمود ہے۔ موجود صرف وہی آئینہ ہے۔ اس کلام کو اس پر ختم کرتے ہیں ؂

سورہ والشمس کے معنی

وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا یعنی سورج اور اُس کے نور کی قسم ہے۔ نور کے ذکر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آفتاب کی تعظیم اس کے نور کے باعث ہے۔ تاکہ بشارت والے لوگ معلوم کرلیں۔ کہ مظاہر کی تعظیم ظاہر کے لحاظ سے کرنی چاہئے۔ نہ کہ نفس مظاہر کے جہت سے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا یعنی چاند کی قسم ہے جبکہ سورج کے پیچھے پیچھے آئے اور روشنی میں اُس کے قدم بقدم چلے۔ یہاں مراد ماہِ تمام یعنی چودھویں رات کا چاند ہے۔ اس آیت میں سابقہ بشارت کے باوجود اُن لوگوں کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے کمال پیروی کرکے آفتاب محمدی کے چراغ سے نور حاصل کیا ہے۔ ؎

نبی ہے آفتاب اور ہے ولی ماہ انہیں حاصل ہے شان لی مع اللہ

اللہ تعالیٰ نے قمر کے بیان میں نور کا ذکر نہیں کیا۔ جیسے کہ والشمس کے بعد وضحٰھا کہا ہے۔ کیونکہ قمر کے لئے اپنا کوئی نور نہیں۔ اس کا نور وہی ہے۔ جو آفتاب سے اُس پر منعکس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں قمر کو نور کے اسم سے ذکر کیا گیا ہے۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْھِنَّ نُوْرًا (اور بنایا قمر کو ان میں نور) اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ قسم ہے چاند کی جبکہ وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلے یعنی جس خط پر سورج چلتا ہے۔ اسی پر وہ چلے یعنی قسم چاند کی جبکہ سورج گہن لگا ہو۔ کیونکہ اس وقت بہ نسبت اور وقتوں کے چاند سورج کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ اور اس کی مشابہت بارگاہ عزت کے پردہ نشینوں کے ساتھ اس وقت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا باطنی حصہ سورج کے نور میں غرق ہوتا ہے۔ اور اس کا ظاہری حصہ حجاب میں آیا ہوتا ہے۔ اس آیت میں اس امر کی تنبیہ ہے۔ کہ کئی ایسے شریف اور عظیم وجود ہوتے ہیں جن کی عزت و شرافت کو لوگ

نہیں جانتے۔ پس بے سوچے سمجھے کسی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اور اس آیت میں اس بات
کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح لطف کے مظاہر کی تعظیم کی جاتی ہے۔ ویسے ہی قہر
کے مظاہر کی تعظیم بھی کرنی چاہئے۔ اس اشارہ میں قہر کے مظاہر سے یہ مراد ہے کہ قہر اس سے
ظاہر ہو۔ نہ یہ کہ قہر اس پر واقع ہو۔ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا یعنی اس روز روشن کی قسم ہے جو
طلوع کے غبار اور بادل کے پردے اور ہوائی کدورت سے پاک صاف ہو۔ وَاللَّيْلِ
إِذَا يَغْشَاهَا یعنی رات کی قسم ہے جبکہ وہ سورج کے نور کو ڈھانپ لے۔ اس سے مراد
وہ اندھیری رات ہے۔ جس میں شفق کا نور اور چاند کی روشنی نہ ہو۔ کیونکہ یہ دونوں
سورج کا نور ہیں۔ یہ رات سب راتوں سے کامل ہے ہو سکتا ہے۔ کہ اس رات سے
چاند گہن کی رات مراد ہو۔ کیونکہ اس رات میں سورج کا وہ نور جو چاند کے آئینہ سے ظاہر
ہے۔ چھپ جاتا ہے۔ اور چاند اس رات میں برخلاف دوسری راتوں کے زمین کے سایہ
میں آجاتا ہے۔ نیز ہو سکتا ہے کہ اس رات سے ایام بیض کی رات مراد ہو۔ کیونکہ وہ رات روشنی
میں آفتاب کو ماند کر دیتی ہے۔ اور دلوں سے بھلا دیتی ہے۔ ان کو ایام بیض اس لئے کہتے
ہیں۔ کہ ان اوقات میں رات نہیں ہوتی۔ گویا رات دن روز روشن ہی معلوم ہوتا ہے۔

وصل۔ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایام بیض کی راتیں اور
راتوں میں اس طرح ظاہر ہیں۔ جس طرح خلق میں حق کا ظہور ہے۔ کیونکہ ان راتوں میں آفتاب
پورے طور پر چاند میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی چاند جو نور کے نام میں حق تعالے کے ساتھ
شریک ہے۔ خلق میں پورا ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے نور کو اپنے ناموں میں سے
شمار کیا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ تعالی آسمان اور زمینوں کا نور ہے) اور چاند
کو بھی نور فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (اور بنایا چاند کو ان میں نور) بلکہ حق تعالے اس
اسم کے موافق قمر کے ظہور میں ظاہر ہے۔ اس لئے روزہ کہ وہ بھی خلق میں حق تعالے کے ظہور
کے مقولہ سے ہے۔ ان دنوں میں معتبر ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ
ایام بیض کے روزے دہر کے روزے ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ
ایام بیض کے روزے تمہارے نہیں ہیں بلکہ دہر (زمانہ) کے روزے ہیں۔ اور دہر اللہ تعالے
کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں آیا ہے۔ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ
هُوَ الدَّهْرُ (دہر کو برا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالے ہی کا دہر ہے) یعنی دہر کے بارہ میں ادب کو

ملحوظ رکھو کیونکہ وہ اس نام میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک ہے ۔ پس بندہ بمنزلہ چاند کے۔ اور دن بمنزلہ چاند کی روشنی کے۔ اور حق تعالیٰ جو اس نور کے موافق قمر میں ظاہر ہے بمنزلہ سورج کے ہے۔ اسی واسطے حدیث صحیح میں آیا ہے ۔ کہ الصَّوْمُ لِیْ یعنی روزہ جو صمدانیت کی صفت ہے اور غذا وغیرہ سے پاک، صاف رہنا مراد ہے۔ میری صفت ہی یہی وجہ ہے کہ سحر گی روزہ میں سُنت ہے یعنی ادب یہ ہے کہ بندہ اپنی عاجزی کو ظاہر کرے۔ کہ یہ صفت خاص تیرے ہی لئے ہے میں بغیر قائم رکھنے والی چیز کے اس صفت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔

وصیت ۔ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کا کلام چراغ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے مقتبس ہے، اپنی عقل و فہم کو کسی طرح بھی اس میں دخل نہ دینا چاہیئے ۔ اور تصرف و تکلف کے بغیر سادہ پن سے قبول کرنا چاہیئے ۔ اور جو کچھ فہم و سمجھ میں نہ آوے ۔ اپنی کم علمی سمجھنی چاہیئے ۔

وصل ۔ ہو سکتا ہے کہ سورج کی تعظیم اسلئے ہو۔ کہ اس کا طلوع یعنی صبح کے ظہور کا وقت پاک لوگوں کی عبادت کے ظہور کا وقت ہے۔ اور ضحیٰ کی تعظیم بشرطیکہ اس سے چاشت کا وقت مراد ہو۔ اس لئے کہ عبادت مسنونہ کا وقت ہے ۔ اور قمر کی تعظیم بشرطیکہ اس کے آفتاب کے پیچھے پیچھے چلنے کو ہلال سے تعبیر کریں ۔ جیسے کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ بعض معتبر عبادتوں یعنی غرہ ماہ (ہر چاند کی پہلی تاریخ) کے روزوں کا مورث ہے ۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ۔ کہ ہر ایک مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہمان ہے ۔ اور مہمان کی ضیافت جس قدر جلدی ہو سکے مسنون ہے ۔ اور مہمان کی مُدت تین دن تک ہے ۔ نسائی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے پہلے تین دن روزہ رکھتے تھے ۔ اور دن کی تعظیم جبکہ آفتاب روشن ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے ایام بیض کی راتیں مراد لیں ۔ اس لئے ہے ۔ کہ عبادت معتبرہ یعنی ایام بیض کے روزوں کی مورث ہے ۔ جیسے کہ پہلی فصل میں بیان ہو چکا ہے ۔

پوشیدہ نہ رہے ۔ کہ وہ دن جو آفتاب کو ظاہر کرتے ہیں ایام بیض کی راتیں ہیں بر خلاف دوسرے دنوں کے کہ جن کو آفتاب ظاہر کرتا ہے ۔ یہ اثر سے مؤثر کی طرف جانا ہے اور وہ مؤثر سے اثر کی طرف ۔ وہ علماء کا طریق ہے ۔ اور یہ عارفوں کا طریقہ ۔ اور رات کی تعظیم جبکہ سورج کے نور کو ڈھانپ لے اس سبب سے ہے ۔ کہ عابدوں کی فراغت کی جگہ اور ذاکروں کی آرامگاہ اور محبوں کا خلوت خانہ ہے ۔

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ رات کے آفتاب کے نور کو ڈھانپ لینے سے مراد یہ ہے۔ کہ آفتاب کا نور اس وقت عدم کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ نور ہے جو ظلمت کے رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ اور ظلمت بعض ان اشیاء کے پوشیدہ ہونے کا اثر ہے۔ جو دن میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ مثال جہان کے ظہور میں بہت ہی اچھی ہے۔ یعنی واجب تعالیٰ اس طرح بطون یعنی پوشیدگی کے مقام میں ہے لیکن اس کے احکام و آثار نے جو اسی کے اسماء و صفات میں ظہور کیا ہے۔ اسی طرح ممکن بھی عدم کے مقام میں پوشیدہ ہے۔ لیکن اس کا حکم و اثر ظاہر ہو کر واجب کے احکام و آثار کے ساتھ مل گیا ہے۔ اور مقصود و مطلوب کے آگے حجاب و پردہ بن گیا ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا۔ کہ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا کو ایک اور طرح بھی ایام بیض کی راتوں پر حمل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان اوقات میں چاند کا آئینہ آفتاب کے سامنے پورا پورا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایسا ظہور ہے جو آئینہ کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اس لئے عاموں کی نظر سے پوشیدہ ہے وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا یعنی آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم ہے یعنی اس کے نور بخشنے والے کی قسم۔ کیونکہ اس کے بنانے سے مراد اس کا روشن کرنا ہے۔ یعنی وہ اسی طرح عدم کے پردہ میں ہے۔ حقیقت میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آسمان اور اس کے نور کی قسم ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ یعنی زمین اور اس کے فراخ کرنے والے اور بچھانے والے کی قسم ہے۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ زمین اور اس کے نور دینے والے کی قسم ہے۔ لیکن آسمانوں کا روشن کرنا اس صفت پر واقع ہوا ہے۔ جو ہماری نسبت بلندی کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور زمین کا روشن کرنا اس صفت پر ہے۔ جو ہماری نسبت پھیلاؤ کا ظاہر کرنے والا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا یعنی بنی آدم کے نفوس میں سے ہر ایک نفس اور اس کے برابر کرنے والے کی قسم ہے نفس کے برابر کرنے سے یہ مراد ہے کہ وجود نفسانی کے لوازمات سے جو کچھ اس کو درکار تھا عطا فرمایا ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا پس نیکی و بدی کی طرف اس کو الہام دینے والا یعنی اس ذات پاک کی قسم جس نے نفس کو برابر کیا۔ اور پھر خیر و شر کا راستہ اس پر واضح کر دیا۔ اور ہر ایک فعل کا اختیار اس کو بخشا۔ اب اس آیت کے نزدیک ہے۔ کہ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ یعنی نفس کے برابر کرنے کے بعد اس میں وہ روح پیدا کی۔ جس کے ذریعے سے اس کو نیک و بد کی تمیز اور ہر ایک نیک و بد فعل کا اختیار اس کو حاصل ہے۔ اس کے یہ بھی

معنی ہو سکتے ہیں کہ مختلف افراد کے موافق اس کو خیر و شر پر آگاہ کر دیا۔ ان قسموں کا جواب یہ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا یعنی وہ شخص خلاصی پا گیا جس نے اپنے نفس کو برے اور ہلاک کرنیوالے اخلاق یعنی کبر و حسد و بخل وغیرہ کی آلودگی سے پاک صاف کر لیا۔ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا یعنی وہ شخص ناامید ہو گیا جس نے اپنے نفس کو نافرمانی اور گمراہی میں خراب کر دیا۔ اور کھو دیا اور نفس کے کھو دینے سے مراد اس روح کے کھو دینے سے مراد ہے۔ جو اس کے ارکان کے تسویہ و تعدیل کے بعد اس میں پھونکی جاتی ہے۔ اور اس نفخ کے اثر سے اسی کا رنگ پکڑ لیتی ہے اسی واسطے بہت سے علماء سوائے نفس اور ظاہری ہیکل و صورت کے اور کوئی امر ثابت نہیں کرتے حالانکہ عام آدمی بھی اسی منزل میں ہیں۔ اور روح کے کھو دینے سے روحانی خواص کا کھو دینا اور چارپاؤں کی طرح زندگانی بسر کرنا مراد ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چارپائے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں) اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید اور مایوس ہونا کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (اللہ کی رحمت سے کافر ہی محروم ہیں) کیونکہ جو کوئی خدا و رسول کے ساتھ ایمان لے آتا ہے اس وقت نفس کی قید سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے۔ اور روحانیت کی ایک خاص صفت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ بلکہ اخلاق الٰہیہ میں سے ایک خلق کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے کتب فیضیہ میں مذکور ہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے۔ **بیت**

مومنو تم خوش رہو اور شاد ہو آتشِ دوزخ سے تم آزاد ہو

وصل حضرت مولانا علاء الدین مکتب دارؒ جو صوفیہ کے بزرگ گروہ میں سے ہیں ایک دن حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے اس کلام کو (کہ جو شخص نفس کی قید سے نہیں چھوٹا اس کا روح بدن سے جدا ہونے کے بعد فلک قمری یعنی پہلے آسمان کے نیچے رہ جاتا ہے) سن کر نہایت ہی ملول ہوئے کہ بیشمار مومن اسی صفت پر ہیں جب وہ دنیا کو چھوڑ کر پہلے ہی آسمان کے نیچے رہ جاوینگے۔ تو بہشت میں جو سات آسمانوں کے اوپر ہے کیسے پہنچ جائینگے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ایمان لے آتا ہے۔ وہ گویا فلک قمری میں رخنہ اور سوراخ کر لیتا ہے۔ جس کے ذریعے سے آخر کار وہ اوپر نکل جاویگا۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے بعض بزرگوار اس کلام کے یہی معنے

مراد لیتے ہیں۔ کہ انسان ایمان لانے کے وقت بالکل نفس کی قید سے چھوٹ جاتا ہے گو خواہ صرف
ایک ہی سانس ہو بعض اولیائی بزرگ نے فرمایا ہے کہ جو شخص شرک و ریا سے خالی ہو کر ایک
سانس کے لئے بھی خدا کی طرف متوجہ ہو جائے۔ تو اُمید ہے کہ یہی سانس مرتے وقت اس کی
دستگیری اور مدد فرمائیگا۔ بہت سے محقق مشائخ یوں فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص خدا و رسول
کے ساتھ ایمان تحقیقی لے آئے۔ پھر اس کا ایمان کبھی رد نہیں ہوتا۔ اور جو شخص ایمان لانے
کے بعد مردود ہو جاتا ہے۔ اس کا صرف تقلیدی ایمان ہوتا ہے۔ اور یہ جو حضرت شافعیہ رح
فرماتے ہیں۔ کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں بعض نے اس کے معنی یہی کئے ہیں۔ کہ میں انشاءاللہ مومن
تحقیقی ہوں۔ صحیح حدیث میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص صدق
دِل سے اِس بات کی گواہی دیدے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بندگی کے لائق نہیں۔
اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اُس پر دوزخ
کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ باوجود اس امر کے یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ بعض گنہگار
مومن دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ اور کوئلہ کی طرح جل بھن جائینگے۔ ان میں سے بعض
حیات کے حوض میں نہا دھو کر تازہ روح اور نئی زندگی پا کر بہشت میں داخل ہونگے۔
کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا یعنی قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو جھٹلایا۔ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰىهَا یعنی اُنہوں نے جھٹلایا۔ جبکہ ان میں سے ایک بہت
ہی بدبخت آدمی جس کا نام قدار بن سالف تھا۔ اپنی جماعت کو ساتھ لیکر حضرت صالح
علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
پس انکو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ نَاقَةَ اللّٰهِ کہ اللہ تعالےٰ کی اونٹنی کا پیچھا چھوڑ
دو۔ اس کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اُس کے نشانوں
میں سے ایک نشان ہے۔ وَسُقْيٰهَا اور اس جگہ کے گرد مت پھرو۔ جہاں سے وہ اپنی
باری میں سب پانی پی جاتی تھی۔ اِسلئے باری ٹھیرائی تھی۔ کہ ایک روز وہ لوگ پانی پیا
کرتے تھے۔ اور ایک دن اونٹنی۔ فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا
کہ یہ اُونٹنی خدا کی اونٹنی نہیں ہے۔ یہ تو تیرے سحر اور جادو سے پیدا ہوئی ہے فَعَقَرُوْهَا
پس اُنہوں نے اُس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ پس اللہ تعالےٰ نے
اُن پر انکے اِس گناہ کے عوض کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ ہلاک کر دینے والا عذاب

عذاب بھیجا۔ فَسَوّٰىهَا پس عذاب کو اُن پر برابر کیا یعنی ایسا عذاب نازل کیا کہ سب چھوٹے بڑے مر گئے۔ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا اور اللہ تعالیٰ اس کام کے انجام یعنی انکے ہلاک کرنے سے نہیں ڈرتا۔ یعنی اُس کو کسی چیز اور کسی شخص کی پرواہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی شے اُس سے بھولی ہوئی ہے اور نہ ہی کسی کو اُس کے سامنے دم مارنے کی طاقت ہے۔ بعض مخلص اور معزز دوستوں کی التماس پر اس سورہ کی تفسیر اور تاویلات بیان کی گئی +

سورۂ اخلاص کے معنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اس سورہ کو سورہ اخلاص اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس سورہ کے سُننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پیدا کرنے والے پر شرک جلی اور شرک خفی کے غبار سے پاک و خالص ہو جاتا ہے۔ اور عمل میں بھی کچھ کچھ اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ شرک خفی سے اعتقاد کا خالص ہونا اس طرح پر ہے کہ الوہیت میں اعتقاد کرے۔ کہ وہ ایسی ذات ہے۔ کہ اس کی مثل اس امکان کے میدان اور جہان میں کوئی شے نہیں۔ ورنہ جو کچھ اُس کے اعتقاد میں آیا ہوگا۔ وہ ممکن ہی ہوگا۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توحید یہ ہے کہ قدم کو حدث سے الگ ثابت کریں۔ حضرت بوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توحید حالی کے بارہ میں اسی طرح فرمایا ہے کہ توحید ایسا قرضخواہ ہے جس کا قرضہ ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بشریت کے آثار و نشانات کا پورے طور پر نیست و فانی ہونا کبھی کبھی حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ بھی بجلی کی چمک کی طرح گذر جاتا ہے۔ بلکہ اس سورہ سے اس صاحب دولت کو کہ جس کو صفائی قلب حاصل ہو اعتقاد کے پردہ ہی میں وہ توحید حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کا حال کسی مخلوق کو میسر نہیں ہوتا +

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ اخلاص یہ ہے کہ صفات کی نفی کی جاوے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس درجہ میں توحید کا تعلق احدیت ذات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور تجلی مقام احدیت میں ہرگز نہیں ہوتی۔ اگرچہ احدیت کی صفت پر ہو۔ سمجھا جس نے سمجھا۔ اب ہم اپنے مقصود کو شروع کرتے ہیں۔ بعض کافروں نے کہا۔ کہ اے محمدؐ کہو کہ خدا کیا چیز ہے۔ کیا کھاتا ہے اور خدائی کس سے میراث میں لی ہے۔ اور پھر اس کی میراث کون لیگا۔ پس یہ سورہ نازل ہوئی۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی کہو اے محمدؐ کہ خدا تعالیٰ ایک ہی یگانہ ہے اس

کے حق میں نہیں کہہ سکتے کہ کیا چیز ہے۔ اس کو کسی شے کے ساتھ کسی قسم کی شراکت نہیں۔ جس کے سبب کہہ سکیں کہ وہ کیا شے ہے پس معلوم ہوا۔ کہ حق تعالےٰ میں کسی قسم کی کثرت اعضاء و جوارح اور صفاتِ زائدہ کی قسم سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ ذات مجرد اور ہستی محض ہے۔ اس بیان سے شبہ پڑتا ہے کہ حق تعالےٰ کو معطل اور بیکار اور محض بے صفت کہا جاوے؟۔ اس لئے اس کے بعد اَللّٰہُ الصَّمَدُ فرمایا یعنی اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ اور یہ بات صفات کاملہ کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ پس اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ کے معنی حقیقت میں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے معنی ہیں۔ اس توحید کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالےٰ ایسا یگانہ و یکتا ہے کہ بغیر آلہ اور جوارح و اعضا کے اور بغیر صفات زائدہ کے اپنی صرف ذات کے ساتھ جانتا ہے۔ سُنتا ہے کہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ لَمْ یَلِدْ یعنی اس نے کسی کو نہیں جنا۔ اس کا کوئی بیٹا بیٹی نہیں۔ اس میں یہودیوں کی بات کا رد ہے۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ وَلَمْ یُوْلَدْ اور وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ یعنی اُس کا کوئی باپ دادا نہیں۔ اس میں بعض عیسائیوں کے قول کا رد ہے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کہتے تھے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اور اس کا کوئی ہمسر اور بیوی وغیرہ نہیں۔ اس میں عرب کے مشرکوں کے قول کا رد ہے۔ جو خدا کے لئے شریک اور ہمسر ثابت کرتے تھے ؛

سورہ فلق کے معنی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ کہو پناہ مانگتا ہوں میں صبح کے پیدا کرنیوالے کے ساتھ جن و انسان اور تمام اس مخلوقات شریرہ کے شر سے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد وہی صبح ہو اور صبح کے شر سے مراد وہ شر ہو جو بیداری میں بشریت کے لوازم کے سبب ظہور میں آتا ہے۔ بھید اس امر میں یہ ہے کہ صریح طور پر شر کو صبح کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جیسے کہ غاسق یعنی رات کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس واسطے کہ صبح کا شان بہت ہی عظیم ہے۔ کیونکہ انوار کے ظہور کا وقت ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ معنی بھی انہی معنوں کی طرح ہو۔ کہ بعض بزرگوں نے فلق سے مراد خلق لی ہے۔ اور اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ مراد رکھی ہے۔ عبارت ما خلق میں شر کے لانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خلق کا شر حق تعالےٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ لیکن تصریح نہیں کی۔ بلکہ ظاہر

طور پر مخلوق کی طرف منسوب کیا ہے تاکہ بندہ کا راستہ جبر اور قدر کے درمیان ہو۔ قدر ظاہر ہے اور جبر باطن۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں صبح کے رب کے ساتھ رات کے شر سے جبکہ اس کی تاریکی وسیاہی تمام چیزوں پر چھا جائے۔ اس سے مراد سیاہ رات ہے۔ اور اس کے شر سے مراد دشمنوں اور ان کیڑے مکوڑوں کا شر ہے جو رات کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ شر کی نسبت رات کی طرف صرف ظاہری اور صوری شر کے ظاہر ہونے کے باعث نہیں ہے۔ بلکہ اس مناسبت کی وجہ سے ہے جو شب اور شر کے درمیان ہے یعنی رات عدم کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے۔ جب سورج کی روشنی چھپ جاتی ہے۔ رات آجاتی ہے ایسے ہی محققین کے نزدیک شر انعدام امر کی نسبت سے ہے نہ وجود امر کی جہت سے۔ وجود محض خیر ہے۔ جیسے کہ اپنی جگہ پر بیان ہو چکا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ کہ ادب کے لحاظ سے ایسا فرمایا ہو۔ یعنی ادب یہ ہے۔ کہ مذمت و برائی کو ظاہر کی طرف نسبت نہ دیں۔ بلکہ مظاہر کی طرف منسوب کریں۔ اور اُسکی بدبختی کا نشان سمجھیں۔ یعنی گناہوں کو بندہ اپنی کسب اور استعداد سے جان کر رَبَّنَا ظَلَمْنَا (اے رب ہم نے ظلم کیا) کہے نہ یہ کہ وجود کی طرف منسوب کرے۔ اور یوں کہے کہ میں تو صرف ایک مظہر ہوں۔ جو کچھ مجھ میں ہے۔ وہ کسی اور طرف سے آیا ہے۔ یا یوں کہے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی تقدیر اور خلق سے ہے۔

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ صبح و شب سے حضور اور غفلت مراد لے سکتے ہیں۔ اور غاسق سے خلق مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ غاسق کے لغوی معنی پُر اور بھری ہوئی شئے کے ہیں۔ خلق کا بھی یہی حال ہے۔ کہ اپنے خالق قیوم کے نور سے پُر ہے۔ اگر وجود کا نور خلق کے ایک ذرہ بھر سے دُور ہو جاوے۔ تو اسی وقت وہ ذرہ معدوم ہو جاوے۔ نیز غاسق سائل کو بھی کہتے ہیں۔ خلق بھی سائل ہے۔ اَلْاَعْرَاضُ لَا یَبْقٰی زَمَانَیْنِ (اعراض دو زمانہ باقی نہیں رہتے) اور خلق کے شر سے پناہ لینے کا مقصود یہ ہے۔ کہ باطن کے خلوتخانہ میں نہ آئے۔ اور مقصود کا حجاب و پردہ نہ بن جائے۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ اور پناہ مانگتا ہوں میں صبح کے رب کے ساتھ گرہوں میں پھونکیں مارنیوالیوں کی شر سے۔ اس میں اس مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ عرب کی بعض عورتوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔ اس طرح پر کہ ایک رسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گرہیں لگائی تھیں۔ پھر جادو کے کلمات پڑھ کر

ان پر پھونکا تھا۔ پھر اس رسی کو ایک کنوئیں میں ایک بھاری پتھر کے نیچے دبا دیا تھا۔
یہ دو نو معوذتین سورتیں ان گانٹھوں کے کھولنے کے لئے نازل ہوئیں کیونکہ معوذتین
کے نازل ہونے سے پہلے کسی طرح نہ کھلتی تھیں۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ یعنی پناہ مانگتا
ہوں میں صبح کے رب کے ساتھ حاسد کے شر سے جبکہ وہ اپنے حسد کے موافق عمل کرے۔
ہو سکتا ہے کہ خلق کے بعد رات کا ذکر اس لئے ہو۔ کہ خلق بھی رات کی طرح سیاہ اور ظلمانی
ہے۔ اگرچہ برزخ ہونے کا مرتبہ اس کو حاصل ہے۔ اور وجود کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔
رات بھی سایہ کی وجہ سے کہ جس پر اس کا مدار ہے۔ برزخ کے مقام میں ہے۔ سایہ نور
اور سیاہی کے درمیان برزخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم اس کو ضوء ثانی یعنی دوسری روشنی
کہتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ اور پھر ان پر اپنا نور چھڑکا) رات
کے بعد نفاثات (پھونکیں مارنیوالیں) کا ذکر ان کی سیاہ دلی اور سخت دلی کے باعث ہے۔ اور اس میں
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ رات سے بھی زیادہ سیاہ دل ہیں۔ اور حاسد پر ختم کرنے سے
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے موافق اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جہان
میں حسد سے بڑھ کر بری شے کوئی نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ ان جادوگر عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حسد کرنے کے باعث ایسا کام کیا۔ شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ
علیہم الرحمۃ میں لکھا ہے۔ کہ اس جادو کے اثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تک حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے محبوس رہے۔ اور ان پر قادر نہ ہو سکے۔

سورۂ ناس کے معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہ پناہ مانگتا ہوں میں انسانوں کے پیدا کرنیوالے کے ساتھ مَلِكِ النَّاسِ
انسانوں کے بادشاہ اِلٰهِ النَّاسِ انسانوں کے معبود کے ساتھ۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ وسوسہ
کرنے والے اور پھر دل میں دھس جانے والے کے شر سے۔ اس میں اس کی حقارت اور ناطاقتی
کی طرف اشارہ ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ دشمن کی چنداں عزت و توقیر نہ کرنی چاہیئے
بلکہ اس کو حقیر جاننا چاہیئے۔ کیونکہ اس بات کو اس کے مغلوب ہونے میں بہت دخل ہے۔ نیز
اس میں اپنی کمال عاجزی کا ظاہر کرنا مقصود ہے۔ پس شیطان کا دل میں دھسنا آدمی کے

ذاکر ہونے کے وقت ہے۔ جب بندہ غافل ہوتا ہے۔ تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور جب حاضر اور ذاکر ہوتا ہے۔ تو دل سے دور ہو جاتا ہے۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ یعنی وہ شیطان جو آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جن اور انسان کی قسم سے ہے۔

وصل۔ وہ وسوسہ جو شیطان جن اور انسان کی طرف سے ڈالتا ہے ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں قدرت اور فعل کی دید کی جہت سے ہو۔ یہ وسوسہ تین قسم پر ہے۔ اول صرف خطرے اور خیالات۔ یہ اس شخص کی نسبت ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس بات پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ بندوں کے افعال کا پیدا کرنے والا حق تعالےٰ ہے لیکن ظاہری عقل اور حس سے مشاہدہ کرتا ہے کہ بندوں کے اختیار پر وابستہ ہیں۔ دوم یہ کہ افعال کا خالق بندوں کو جانیں جیسے کہ تمام جنوں اور آدمیوں کی نسبت معتزلہ کا خیال ہے۔ اور ان سے بڑھ کر بُرا عمل عام لوگوں کا ہے۔ کیونکہ معتزلہ تو بندہ کے فعل کو حق تعالےٰ کی قدرت سے جانتے ہیں۔ یعنی حق تعالےٰ نے اس کو ایسا ہی پیدا کیا ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور عام لوگ اپنے معاملات میں ان سے بھی بڑھ کر گئے گذرے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بندہ کے لئے الوہیت کا رتبہ ثابت کریں۔ جیسے کہ شداد و فرعون کا حال ہے۔ پہلا وسوسہ تو اسطرح دور ہوتا ہے۔ کہ حق تعالےٰ کو خلق سے جدا نہ جانیں۔ اور خلق کے فعل و صفت کو حق تعالےٰ کے فعل و صفت کا سایہ خیال کریں۔ اور ربوبیت سے مراد مربوب کی صورت میں رب کا ظہور سمجھیں۔ جیسے کہ شیخ اوحدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شعر: جب تلک ہاتھ ہلتا رہے ساـیہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہلے

پس رب الناس کے ساتھ پناہ مانگنا اس وسوسہ کے مناسب ہے۔ اس بات سے دوسرا وسوسہ بھی اُٹھ جاتا ہے۔ لیکن ملک الناس کے ساتھ پناہ مانگنا اس بات کے لائق ہے کہ ان کی عاجزی ظاہر ہو جائے۔ واضح ہو کہ یہ وسوسہ بھی دوسرے وسوسہ کے مشابہ اور مانند ہے کہ اس میں قدرت کے ظہور کو کامل طور پر اعتقاد کریں۔ تاکہ اس کے اور معتزلہ کے درمیان ظاہر اور مظہر کے سوا اور فرق نہ ہے۔ اس کا علاج بھی ملک الناس کے ساتھ پناہ لینا ہے جو جمع کا مرتبہ ہے۔ تاکہ ظاہر ہو جائے۔ کہ شبیہ کا مدار ازلیت ہے۔ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے) جب بنی آدم کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے۔ تو پھر دوسروں کی نسبت کیا کہا جائے۔ نیز ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ قدرت و فعل اس کے مظہر میں ہے لیکن خلق و تاثیر اس کے مظہر میں نہیں ہے۔

جہاں ہر آن میں عدم کو جاتا ہے۔ اور اس ضیا اور ظہور میں آتا ہے۔ خلق و تاثیر سب مرتبۂ الوہیت کی طرف سے ہے۔ اس بات سے تیسرا وسوسہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ بلکہ اسی کے ساتھ ظاہر و مظہر کا کفر حقہ دور ہوا تھا یعنی فرعون اور شداد کی صورت کو الوہیت کے رتبہ میں تسلیم کیا تھا نہ کہ ان کی حقیقت کو۔ الٰہ الناس کے ساتھ پناہ مانگنا اس وسوسہ کے دفع کرنیکے لئے مناسب ہے۔

وصل۔ خناس کا وسوسہ تین قسم سے باہر نہیں۔ یا گناہ میں ڈالدیتا ہے یا بندہ کے دل کو اپنے تصرف میں لاکر خطروں اور خیالوں کا غلام بنا دیتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس سے گناہ صادر ہو۔ یا کفر میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچائے۔ پہلی قسم میں رب الناس کے ساتھ التجا کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ معصیت اور گناہ موت کا واسطہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض محققین کشف والوں نے فرمایا ہے۔ کہ عاصی اور گنہگار دوزخ میں مرجائینگے۔ نہ کہ کفار۔ کیونکہ ان کے حق میں لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی (نہ مرینگے نہ جیئینگے) آچکا ہے۔ اور ربوبیت حیات کے وجود کا واسطہ ہے۔ دوسری قسم میں کہ شیطان کا سحر اور ملوکہ ہے ملک کے ساتھ پناہ لینا مناسب ہے۔ اور تیسری قسم میں الٰہ کے ساتھ التجا کرنا مناسب ہے۔

دعائے قنوت کا ترجمہ

اس دعا سے مسلمانوں کے گروہ کی صفتوں کا ظاہر کرنا اور ان صفتوں کو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنانا اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی حمایت و مدد کے سایہ میں ڈالنا مقصود ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے درمیان ڈال لو۔ اور اپنے آپ کو ان سے اور ان کے دوستوں سے ظاہر کرو۔ اگرچہ تو جانتا ہے کہ تو کیا ہے۔ تو خوار و رسوا ہی ہے۔ پس نمازی مناجات کے وقت کہتا ہے کہ اے خداوند ہم سب مسلمان تجھ کو اپنا مددگار اور بخشنے والا جانتے ہیں۔ یعنی ہمارا پیشہ اور کام یہی ہے۔ اور جو کچھ مخبر صادق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں پہنچا ہے۔ دل کے ساتھ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور تصدیق کی۔ اور رزق کا ضامن تجھی کو جانتے ہیں۔ بلکہ اسباب کے ہوتے ہوئے ہمارا بھروسہ تجھی پر ہے۔ تمام کیفیتیں اور خاصیتیں تیرے ہی حکم کے تابع ہیں۔ ہر چیز میں تیری ہی تعریف کرتے ہیں۔ اور تیرا ہی شکر بجا لاتے ہیں۔ اور تیری نعمت کی ناشکری نہیں کرتے۔ اور اس چیز و نعمت کو کسی دوسرے کی طرف سے نہیں پہچانتے۔ اور نہ ہی

رکسی اور کا شکر یہ ادا کرتے ہیں اور کافروں ۔ فاجروں کی زندگی کا لباس دُور کرتے ہیں ۔ اور انکی صحبت ومجلس سے الگ رہتے ہیں ۔ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے نماز پڑھتے ہیں ۔ سجدہ کرتے ہیں ۔ اور اس نماز و سجدہ میں تیری طرف جلدی جلدی دوڑتے ہیں ۔ تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں ۔ تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔ یہ جملہ مسلمانوں کی دُعا کا تتمہ ہے ۔ یعنی تیرا عذاب کافروں پر پڑا ہے ۔ اور ان سے کبھی دور و جدا نہ ہو ۔ بلکہ حقیقت میں دُعا یہی ہے ۔ اور پہلے جملے دُعا کے مقدمات ہیں ۔ وَالسّلام والاکرام ❊

ملفوظات خواجہ قدس سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد اور صلوٰۃ کے بعد واضح ہو ۔ کہ جب یہ ذرہ ناچیز (جو اپنے نام کو نہایت بے اعتباری کے باعث اس بلند قدر نامہ میں درج کرنے کے لائق نہیں دیکھتا) اللہ تعالےٰ کی ازلی عنایت اور دائمی سعادت کی رہنمائی سے جہان کو پناہ دینے والے ۔ حق پرستوں کے مرجع ۔ سچے اور نیک لوگوں کے قبلہ ۔ ہدایت کے سورج ۔ معرفت کے آسمان ۔ کامل نور ۔ اللہ تعالیٰ کے سر اعظم ۔ انفسی اور آفاقی تصرف کے مالک ۔ ابوالوقت خواجہ محمد باقی نقشبندی اویسی (کہ اللہ تعالےٰ جہان والوں پر اُن کی بقا سے احسان کرے اور انکے لقا سے مسلمانوں کے سینوں کو کھولے) کی درگاہ کے خدمتگاروں اور غلاموں میں داخل ہوا ۔ تو اکثر اوقات حضور کے رعب ۔ داب اور ہیبت کے باعث خلوت خاص میں حاضر ہونا بہت مشکل ہوتا ۔ مگر حضور کا دریائے کرم اپنی عام مہربانی سے مدد فرما کر اس جگہ میں حاضر ہونے کی اجازت بخشتا ۔ اور بعض مجلسوں میں جب وہ لسان وقت موتیوں کی سی بیش قیمت گفتگو فرماتے ۔ تو اس خاکسار کے جلے ہوئے اور فریفتہ اور دیوانہ دل میں آتا کہ ان جان کے بڑھانے والے کلمات اور دل خوش کرنے والی باتوں کو (جو قوت سامعہ کو روشن کرتی ہیں ۔ اور غفلت کی روئی کو جلاتی ہیں ۔ دل کی رہنمائی کرتی ہیں اور دماغ کو تر و تازہ بناتی ہیں ۔ ہوش کو مدہوش اور روح کو آزاد کر دیتی ہیں) تحریر کی قید میں لایا جائے ۔ تاکہ جو شخص دل میں خدا پرستی کا مزہ اور ذوق میں حقیقت شناسی کی لذت اور استعداد میں تحقیق کی طلب رکھتا ہو ۔ ان کے مطالعہ سے خوش ہو کر فائدہ اُٹھائے ۔ شاید کہ اس صاحب دل کے باطن کا پرتو لکھنے والے کے وقت پر پڑ جائے ۔ اور اس کو تعلقات کی تنگی

سے خلاص کرے۔ اب یہ خاکسار اس خواہش پر کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور کے وجود کو طالبوں کے سر پر قائم دائم رکھے۔ اور یہ بیش قیمت موتی ظہور کے صفحہ پر جلوہ گر ہوتے رہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آلِ پاک کی طفیل ✦

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس رسالہ میں جہاں کہیں حضرت ایشاں کا لفظ لکھا جائیگا۔ اس سے مراد خواجہ صاحب ہیں۔ اور وہ حقائق و معارف جو حضرت ایشاں کی زبان مبارک سے سننے میں آئے تھے۔ چونکہ لکھنے والے کی قوت مدرکہ ان کی حقیقت کے ادراک سے قاصر تھی۔ اور قوت حافظہ ان شریف عبارتوں کو بعینہٖ ضبط کرنے میں کوتاہ تھی۔ اس لئے اگر ان کے بیان کرنے میں کسی قسم کی لفظی یا معنوی غلطی ہو جائے۔ تو لکھنے والے کے قصور فہم اور نقصانِ حال پر محمول کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ اس کو اور تمام مسلمانوں کو معاف کرے،

اس کے بعد خاکسار نے چاہا کہ حضرت ایشاں کا کچھ ابتدائی یعنی آپ نے نسبت کہاں کہاں سے حاصل کی۔ اور کِن کِن گذشتہ وسیلوں سے طریقہ اخذ کیا۔ اِس رسالہ کے شروع میں درج کرے۔ کچھ حال تو آنحضرت کے ایک مبارک خط سے نقل کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے پہلے پہل حضرت خواجہ عبیدؒ کی خدمت میں ہو کر گناہوں سے توبہ کی۔ لیکن ابھی باطن میں رجوع کا خیال اور ترک کا ارادہ تھا۔ اور ظاہر میں فاقہ کی التماس تھی۔ خواجہ عبید رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے۔ اور مولانا لطف اللہ حضرت مولانا خواجگی وہبیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب اپنے آپ میں استقامت نہ دیکھی۔ دوبارہ حضرت افتخار شیخ (جو سمرقند کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ احمد یسیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بزرگواروں سے تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔ اگرچہ وہ بزرگ راضی نہ تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ تم جوان ہو۔ لیکن چونکہ حضرت ایشاں کا ارادہ پکا تھا۔ اِس لئے چار و ناچار فاتحہ پڑھا۔ اور دعا فرمائی۔ کہ خدا تعالےٰ استقامت بخشے۔ اِن بزرگواروں کے دلی فراست کے موافق یہ ارادہ بھی ٹوٹ گیا۔ اور طرح طرح کی خرابیاں آ پڑیں۔ پھر ان کے اپنے تکلف و اختیار کے بغیر حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہ کے خدمت عالیہ میں از سر نو توبہ ظہور میں آئی۔ مصافحہ کے ہوتے ہی وہ نعمت حاصل ہوئی جس کی امید نہ تھی۔ امید ہے کہ اس بخشش اور انعام کی برکتیں قیامت تک جاری رہینگی۔ غرض کچھ مدت تک تو اسی طرح شریعت اور

طریقت کی حدوں کو نگاہ رکھتے ہے۔ پھر اسم الشغل کی تاثیر نے اس دیوار کو توڑ دیا۔ آخرکار محض اللہ تعالےٰ کی ہدایت سے خواب میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں توبہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور دل میں اہل اللہ کے طریقہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ جس طرح ڈوبنے والا ہر گھاس پات پر ہاتھ مارتا ہے۔ اسی طرح پھر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ ایک دن کسی مخدوم نے فرمایا۔ کہ وہ ذکر جو دست بدست حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ بہت فائدہ دیتا ہے۔ دل میں خواہش تو تھی ہی۔ یہ بات سن کر اُس بزرگ کے سلسلہ کے وظائف اور ذکر و مراقبہ پر قائم رہے۔ چونکہ سنا ہوا تھا۔ کہ جب تک سالک چالیس سال کی مدت تک لا الہ کے میدان کو طے نہ کرے الا اللہ کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے بے سمجھی کے باعث اسی بات کو غنیمت سمجھا۔ کہ اس قدر وقت ذکر میں گذر جائے۔ اور اسی ظاہری عبادت پر قناعت کی جائے اگرچہ کبھی کبھی کسی اور طریقہ کے سلوک کے لئے غیبی اشارے بھی ہوتے تھے۔ لیکن چونکہ اس بات پر قدم ایسا جما ہوا تھا۔ کہ جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔ اس لئے اسی طریقہ کے بزرگوں کے کرم کی زمین میں (وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ (اس میں وہ سب کچھ ہے جو نفس چاہے) کا بیج بوتے تھے۔ اور جانتے تھے کہ ایک دن ضرور ان بزرگوں کا دست کرم اس بیج کو مَا لَا عَیْنٌ رَءَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (نہ اس کو آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا) کی نہر سے سیراب و سرسبز کردیگا۔ آخرکار کشمیر پہنچے۔ اور حضرت شیخ بابا ولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اُن کی نظر کی برکات سے بہرہ مند ہونے کا اتفاق ہوا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ ان نظروں نے قبولیت کے دروازہ کو کھول دیا۔ چونکہ حضرت شیخ موصوف کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی طرف سے بھی طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ اور طالب کی استعداد بھی اپنے بزرگوں کے دروازہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اسلئے ربانی فیض کے جھوکے اس خاندان کے دروازہ سے ہلنے لگے۔ خواجہ صاحب موصوف کے دار القرار کی طرف انتقال کر جانے کے بعد وہ غیب جو حضرات مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک معتبر ہے جلوہ گر ہوا۔ اور اُن بزرگوں کی پاک رُوحیں خوابوں میں ظاہر ہو کر تلقین فرمانے لگیں۔ اور ان بزرگوں کی توجہ کی برکت سے وہ نسبت قوی ہو گئی۔ اور غیبت کا دائرہ وسیع

ہوگیا۔ اور آگے کے لئے راستہ روشن و صاف ہوگیا۔ اور کچھ کچھ جمعیت حاصل ہوگئی۔ حتی کہ ان بزرگواروں کی عنایت نے کھینچتے کھینچتے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا۔ اور اپنی رضا و رغبت سے بیعت و مصافحہ کر کے حضرت خواجگان کا طریقہ حاصل کیا۔ اور آنحضرت کی برکت اور حضرت خواجہ نقشبند اور ان کے خلفا کے پاک روحوں کی طفیل سے اس راہ کے سالکوں اور اس درگاہ کے نیازمندوں میں داخل ہوئی۔ اے اللہ تو مجھے مسکین ہی زندہ رکھ۔ اور مسکین ہی مار۔ اور مسکینوں کے گروہ میں اٹھا۔ والسلام علی من اتبع الھدی (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا) ٭

مجلس اوّل

بروز ہفتہ یکم صفر ۱۰۰۸؁ء کو یہ فقیر حضرت ایشاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں میں فقیر کے دل میں ایک جوان کی بہت محبت تھی۔ ہر وقت اس کا خیال آ آ کر دل کو پریشان کرتا۔ باطنی زبان سے حضرت ایشاں سے مدد چاہی۔ تاکہ اس پریشانی سے خلاصی ہو۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ ایک مخلص جس کی ابھی نئی شادی ہوئی تھی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اور آداب وسلام بجالایا۔ حضور نے اس کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ ایک گھڑی کے بعد حضور نے یوں فرمایا۔ کہ شادی کے تین ضرر ہیں۔ پہلا ضرر نفس کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ نفس میں شہوت کا خیال زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ سردی کا مارا ہوا سانپ جو بےحس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔ جب اس پر سورج کی دھوپ لگتی ہے۔ تو فوراً از سر نو زندہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نفس بھی اس وقت قابو سے نکل جاتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ہر وقت شہوات و کامرانی میں غرق نہ رہے۔ اور اختیار کی باگ کو بہت ڈھیلا نہ چھوڑ دے۔ دوسرا ضرر دل پر پڑتا ہے۔ اور وہ یقین کا برطرف ہونا ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر رزاق حقیقی کے رازق ہونے کے یقین میں فتور اور توکل میں نقصان آجاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ روزی کا غم نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رزاق مطلق بندوں کا ضامن ہوا ہے۔ اسی موقعہ پر حضور نے فرمایا۔ کہ توکل یہ نہیں کہ اسباب کو چھوڑ کر بیکار بیٹھ رہیں۔ کیونکہ یہ بےادبی ہے۔ بلکہ اسباب مشروعہ مثل کتابت وغیرہ کے اختیار کرنے چاہئیں۔ اور نظر مسبب پر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ سبب ایک

دروازہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے روزی کے پہنچنے کے لئے بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص دروازہ
کو بند کر دے۔ اس ارادہ پر کہ روزی اُوپر سے آجاویگی۔ تو کس قدر بے ادبی ہے۔ کیونکہ
دروازہ اُس نے اسی لئے بنایا ہے۔ کہ اس کو کھولکر بیٹھیں۔ آگے اس کا اختیار ہے۔ خواہ
دروازہ سے بھیجے خواہ اوپر سے۔ اور وہ شخص جو دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور فتوح
پر نظر رکھے۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ کسب پر قادر ہونے کے باوجود فتوح پر نظر رکھنی
بے ہمتی اور ترک اسباب ہے۔ تیسرا ضرر روحانی ہے۔ اور وہ انجذاب کی سستی ہے جو خوبصورت
شکلوں کی طرف زیادہ مائل ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ رُوح حق تعالےٰ کے انجذاب
کی جگہ ہے۔ جب جمیلہ وشکیلہ صورتوں کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بارگاہ الٰہی کا انجذاب
کم ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ خوبصورت شکلوں کی طرف زیادہ مائل نہ ہوں۔ کیونکہ
جو شخص اس جہان میں صورت کے عشق میں پھنسا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے بڑے بھاری
حجاب و پردہ میں رہتا ہے۔ اور اگر وہ صورت نامحرم ہو۔ تو قیامت میں انکو بری شکل
سے بدلکر اس کے مبتلا اور عاشق پر اس کو مسلط کر دیگی۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کے حضور
کی کوئی لذت اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ جو بزرگوں نے عشق صوری کو طریقت میں شمار
کیا ہے۔ اس میں بہت تامل ہے۔ اور طریقہ عالیہ نقشبند یہ میں بہت ہی غیر معتبر اور بعید ہے۔
پھر حضور نے فرمایا۔ کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ
کبھی کبھی بعض موٹی استعداد والے طالبوں کا علاج ابتدا میں اس طرح کرتے تھے۔
کہ پہلے عشق صوری حاصل کریں۔ جب ان کو اس عشق میں کمال بے تعلقی حاصل ہو جاتی حتیٰ کہ
اس ایک تعلق کے سوا کوئی اور تعلق نہ رہتا تھا۔ تو تھوڑے ہی تصرف سے ان کے دلوں
کو اس صوری محبت سے پھیر لیتے تھے۔ چونکہ تمام تعلقات پہلے ہی ان سے دُور ہوتے تھے
اس لئے انکو حضور و آگاہی حاصل ہو جاتی تھی۔ خواجہ صاحب کا یہ عمل فقہ کے اس مسئلہ پر مبنی
ہے کہ اگر طبیب حاذق کسی بیمار کو حرام شے کے کھا لینے کا حکم دے۔ کہ جس کے بغیر اس کا کوئی
اور علاج نہیں ہو سکتا۔ تو بعض اماموں کے نزدیک ایسی حرام شے کا کھا لینا جائز ہے۔
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جو طریقت کے پیشوا ہیں۔ ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ جو
اس امر کو مباح جانتے ہیں۔ چہ جائیکہ سلوک کا مدار اس پر قائم کریں۔ اور حضرت خواجہ بزرگ رہ
کی ہرگز یہ شان نہیں۔ کہ ہر ایک شخص کو جس میں سلوک کی اہلیت اور لیاقت ہوتی تھی۔ اس

کام کا حکم دیتی تھی۔ نہیں بلکہ وہ لوگ جو طریقت میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اس کی استعداد میں حضور اور آگاہی کے طریق کی قبولیت پہلے نہ ہوتی تھی۔ تو ان کو ابتدا میں چند دن تک اس کام پر لگاتے تھے۔ پھر اپنی توجہ اور تصرف سے مقصد اعلےٰ تک پہنچاتے تھے۔ اس اثناء میں اس فقیر نے عرض کی۔ کہ اگر کوئی شخص سلوک کی طریق اور حضور کے وقت اس بلا میں مبتلا ہو جائے۔ تو کیا علاج کرے۔ تو حضور نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی مرشد ہے تو اس کے آگے بیان کرے۔ تاکہ وہ اپنے تصرف سے اس کو اس مصیبت سے بچائے یا سفر اختیار کرے۔ اور اس شہر کو چھوڑ دے۔ جب اس کو حضور و آگاہی کی نسبت ایک حد تک حاصل ہوئی ہوگی۔ تو یہ محبت اس کو زیادہ نہ رہیگی۔ اور سفر اس کو اتنا مشکل معلوم نہ ہوگا۔ کیونکہ حضور میں وہ خاصیت ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کی لذت اور رونق نہیں رہتی۔ اور دوام حضور کے حاصل کرنے کے لئے اس بیت کو حضور نے پڑھا۔ بیت

کچھ دنوں خاموش اور ناکام ہو　　　بعد از اں تو بیٹھ یار جام ہو

اس کے بعد فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کا ایک مخلص دوست ملا لطف اللہ نام تھا جو نہایت ہی ظریف طبع تھا۔ چنانچہ اکثر اوقات خواجہ صاحب اس کے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے۔ ایک دن اس سے پوچھا کہ ملا لطف اللہ! اگر تم شادی کرنا چاہو۔ تو بتاؤ۔ تم کو کس قسم کی عورت چاہیئے۔ اس نے جواب میں فرمایا کہ حضور سبز و شیریں۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ تھوڑے ہی زمانہ میں یہ سب شیرینی دور ہو جائیگی۔ اور سبزی ہی رہجائیگی۔ پھر اس بات کے مناسب حضور نے فرمایا۔ کہ بزرگوں میں سے کوئی بھی جمال صورت کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے بھی جو اس قافلہ کے پیشرو تھے۔ اخیر میں اس کو ترک کر دیا تھا۔ جیسے کہ ان کے احوال اور کلام سے پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ رباعی ہے۔ رباعی

بتوں کے عشق کا اب کچھ رہا نہیں کھٹکا　　　نشان انکی محبت کا دل سے خوب مٹا
ہوا فریفتہ اب حسن پر جسے ہے بقا　　　بھلا یا حسن وہ دل سے جو ہے فنا ہی فنا

بس حضور کا کلام ختم ہو چکا۔ اللہ تعالےٰ ان کو سلامت و باقی رکھے۔ جب یہ کاتب مجلس سے اٹھا۔ تو اس تعلق کا دل میں نام و نشان نہ تھا۔ بالکل دور ہو چکا تھا۔ اللہ تعالےٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے ✦

مجلسِ دوم

بروز اتوار دوم صفر ۹۰۱ھ کو زمین بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ وہ حضور جو نفی اثبات کی مزاحمت کے بغیر ہے جیسے کہ اس طریقہ علیہ کے رسالوں میں لکھا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ جب حضور صاف جو خود بخود قائم ہو۔ حاصل ہو جائے۔ تو پھر نفی اثبات کی مزاحمت نہیں رہتی۔ پھر فرمایا کہ جب تک سالک کو حضور ذاتی جس سے مراد حضور صفات ہے حاصل ہو جائے۔ توحید جسمانی کی قید سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وجود جسمانی اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو وجود حق جانتا ہے۔ اس وقت تمیز و تفرقہ باقی رہتا ہے۔ روح ابھی فنا و استغراق کے درجہ تک نہیں پہنچی۔ کیونکہ ہر چیز کی تمیز روح کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ موحد ابھی اس توجیہ تک نہیں پہنچا۔ جو علماء دینی اور صوفیہ محققین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے۔ اور وہ آیت کریمہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالیٰ اُن کے گھیرنے والا ہے) کے مفہوم سے مراد ہے۔ یعنی تنزیہہ کی صفت سے منزہ اور پاک ہے۔ جب تک حضور ذاتی کی روشنی اپنی چمک نہ دکھائے اور روح کو فنا اور استغراق نہ پہنچائے مقصود کے چہرے سے پردہ دور نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ حال ایک لمحہ ہی ہو۔ اور یہ حال جسقدر کہ کسی کی قسمت میں ہو۔ اپنی اپنی استعداد کے موافق حاصل ہوتا ہے۔ پس ہمیشہ اسی امر کا منتظر رہنا چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس وجود موہوب صفائی کے ساتھ مشرف فرمائے۔ جس کے ساتھ اُس نے اپنے مقربوں کو مخصوص کیا ہے۔ یہاں کسب کا کوئی دخل نہیں محض اللہ تعالےٰ کی بخشش پر موقوف ہے۔ اس مقام میں اس مصرعہ کا مفہوم مطابق حال ہو جاتا ہے۔ مصرعہ

گذرے علم سے معلوم تک پہنچے

ذٰلک ہو الفوز العظیم۔ یہی بڑی بھاری کامیابی ہے ؎

مجلس تیسری

بروز جمعرات چھٹی تاریخ ماہ صفر سن مذکور کو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محبت ذاتی اور محبت صفاتی کی تحقیق میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ محبت صفائی یہ ہے۔ کہ کوئی شخص

کسی کو اس کے عالم یا شجاع ہونیکے باعث دوست رکھے۔ اس صورت میں اس کی محبت علم و شجاعت کی صفت پر موقوف ہوگی۔ یعنی اگر یہ اوصاف اس سے دور ہو جائیں۔ تو محبت بھی نہ رہیگی۔ اور محبت ذاتی یہ ہے۔ کہ کوئی کسی کو صفات کے لحاظ کے بغیر دوست رکھے۔ یعنی نہ تو اس کی محبت کسی صفت کے ساتھ موصوف ہونے کے باعث زیادہ ہو اور نہ کسی صفت سے موصوف نہ ہونیکے باعث کم۔ پھر فرمایا۔ کہ اہلِ شہود میں سے اس شخص کو محبت ذاتی حاصل ہوتی ہے جس کی اپنی کوئی غرض درمیان نہ ہو۔ چنانچہ بعض اس جہت سے دوست رکھتے ہیں کہ محبوب کے مشاہدہ سے لذت و سرور حاصل ہو۔ تو محبت ذاتی کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ بات محبت ذاتی کا کمال ہے اس وقت حضور نے حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کتاب جو حضور کے سامنے پڑی تھی۔ اٹھالی اور کھولی۔ اس میں سے یہ حدیث قدسی نکلی۔ مَنْ قَتَلَہٗ مُحِبَّتِیْ فَاَنَا دِیَتُہٗ (جس کو میری محبت نے قتل کیا میں اس کی دیت یعنی خونبہا ہوں) حضور عالی نے فرمایا۔ کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے طریقہ مراقبہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جب محبت ذاتی فنا و امانت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تو محب یاقت اور تجلیٔ ذات کے ذوق سے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور یہاں دیت سے مراد یہی یافت کا ذوق ہے جو محبت ذاتی میں فانی ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی مراقبہ مذکورہ کا طریقہ جو محبت ذوقیہ کے ظہور سے مراد ہے۔ البتہ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ہمارے طریقہ کا مدار ان تین چیزوں پر ہے۔ اوّل اہل سنت وجماعت کے عقیدوں پر پکا ہونا۔ دوسرے دوام حضور۔ تیسرے عبادت جس کسی میں ان تینوں میں سے ایک میں فتور آگیا۔ وہ ہمارے طریقہ سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ عزت دیکر پھر ذلیل نہ کرے اور قبول کر کے رد نہ کرے۔ اس کے بعد ان سطروں کے لکھنے والے فقیر نے عرض کی۔ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ کہ جو کچھ حضور کی بارگاہ میں مذکور ہوتا ہے۔ اگر حضور اجازت بخشیں۔ تو فقیر ان کو لکھتا جائے۔ بڑی خواہش کے بعد فرمایا۔ کہ لکھ کر مجھے دکھلایا کرو۔ فقیر یہ بات سنکر بہت ہی خوش ہوا۔ دل میں آیا۔ کہ یہ بڑی بھاری دولت ہے جو اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے۔ شائد کہ یہ خوشی نفسانی ہوگی۔ چند مجلسیں جو اجازت کے بغیر لکھی تھیں پیش کیں۔ ملاحظہ کر کے فرمایا۔ کہ اس طرح کی باتیں بزرگوں کی کتابوں میں بہت ہیں اس بات کے کہنے کی کیا حاجت ہے۔ کہ میں نے فلاں شخص سے سنی ہیں۔ فقیر نے عرض کی

کہ ان باتوں کے نور سے فقیر کا باطن نورانی ہو جاتا ہے۔ اور بزرگوں کی باتوں کو سمجھنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور راستہ صاف و روشن ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اگر تمہیں اس قسم کی باتوں کا خیال ہے۔ تو اس علم کو پڑھ لو۔ لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں تمہارے نفس کا بہت دخل ہے۔ ناچار اس دولت سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اور اس ارادہ کو دل سے نکال دیا۔ ابیات

رکھا مجھ کو محروم اس نفس نے ۔ پھنسایا خواری میں اس نے مجھے
میں پاؤں ننگا اب قافلے کو کہاں ۔ اٹھا لائے گدھ ہاں مری ہڈیاں

حتیٰ کہ ماہ رمضان المبارک سنہ مذکور کو اللہ تعالےٰ کی عنایت شامل حال ہوئی نصیب نے یاوری کی۔ امید کا غنچہ کھلا۔ اور مقصود کے چہرہ سے پردہ ہٹ گیا۔ اور سعادت کا پھل لایا یعنی حضرت شیخ احمد سرہندی وغیرہ جو حضور کے مقربوں اور مقبولوں میں سے ہیں۔ کسی تقریب پر حاضر ہوئے۔ اور دوبارہ اس ضروری کام کے قبول کرنے کی درخواست کی۔ بڑے تردد اور تامل کے بعد قبول فرما کر ارشاد کیا۔ کہ وہ باتیں جو طریقہ میں داخل ہوں۔ وہ لکھ لیا کرو۔ اور مشائخ کی حکایات اور معاملات کو جن کا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ شامل نہ کرو۔ اور دکان نہ بناؤ۔ چونکہ فقیر کی یہ آرزو پہلے ہی سے تھی۔ اور اس عرصہ میں نفسانی خواہشیں اور طبعی ارادے دور ہو چکے تھے۔ اور کمزور ہو گئے تھے۔ اس لئے یہ دولت پھر فقیر کے ہی سپرد ہوئی۔ اور یہ سعادت اسی دیوانہ کے نام نامزد ہوئی۔ بیت

چاہا چیونٹی نے کعبہ جاؤں ۔ پر کبوتر کا لیا پکڑ گئی جھٹ میں وہاں تک

حضور کے حکم کے موافق وہ حکایتیں جو مجلس مبارک میں بیان ہوتی تھیں۔ اگرچہ ان میں بیشمار فائدے تھے۔ حتی الامکان نہیں لکھیں۔ البتہ وہ حکایتیں لکھی گئی ہیں۔ جن پر حضور کی کلام کی تحریر موقوف تھی۔ اب اللہ تعالےٰ کی تائید اور حضرات خواجگان کی روحانی مدد اور حضور کی باطنی اعانت سے فقیر اس کام کو شروع کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ لغزش اور خرابی سے بچائے ✦

چوتھی مجلس

بروز جمعرات ۱۱۔ ماہ رمضان المبارک ۱۰۰۹ھ ہجری کو فقیر زمین بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ روزہ افطار کر چکنے کے بعد شیخ جلال تھانیسری کے صوفیوں میں سے ایک صوفی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص روزہ افطار کرنے کے وقت سے اوّل آیا ہوا تھا

لیکن دروازہ پراس لئے بیٹھ رہا تھا کہ طعام سے فارغ ہولیں۔ اس شخص کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ
تہجد کے بعد کھانا کھاتا اور ہمیشہ روزہ رکھتا۔ حضور پراس کا یہ حال واضح ہوگیا۔ حاضرین
کو مخاطب کرکے فرمایا کہ روزہ رکھنا گویا اللہ تعالےٰ کی ایک صفت کے ساتھ موصوف ہونا
ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ بندہ بھی چاہتا ہے کہ کچھ وقت کے
لئے اس خلق کے ساتھ متخلق ہوجائے۔ لیکن بندہ کو چاہئے کہ اپنی عاجزی کو ظاہر
کرنیکے لئے سحرگی کھائے۔ پھر ادب وعجز کے ساتھ روزہ شروع کرے۔ تاکہ بندگی
کے دائرہ سے باہر نہ نکل جائے۔ اور قدرت اور قوت کو جو اللہ تعالےٰ کی خاص صفت
ہے۔ اسی کے ساتھ مخصوص کرے۔ اسی طرح قیام لیل (رات کا کھڑا ہونا یا جگراتا) بھی
حق تعالےٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ چونکہ حق تعالےٰ نیند سے پاک ہے
اس لئے بندہ بھی اس صفت میں اسکی پیروی کرکے قیام لیل شروع کرتا ہے۔ تو چاہئے
کہ گستاخ ہوکر اپنی طاقت وقوت کے بھروسہ پراس صفت کو اختیار نہ کرے۔ بلکہ
چاہئے کہ رات ہوتے ہی کھانے میں جلدی کرے تاکہ بندہ کی عاجزی ظاہر ہو۔ اس
شخص نے فوراً اپنی پہلی وضع کو بدل دیا۔ اور جھٹ کھانا مانگا اور عرض کیا کہ اگر کھانا
حاضر ہو۔ تو بندہ کھالیوے۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنی ضد اور ہٹ پر ایسا پکا تھا۔ کہ والدین
کے کہنے پر بھی کھانا نہ کھاتا تھا۔ ہمیشہ تہجد اور تراویح سے فارغ ہوکر کھانا کھاتا۔ اور ہمیشہ
روزہ رکھتا۔ بعدازاں جس غرض کے لئے آیا تھا۔ عرض کی اور واپس چلا گیا۔

پھر حضور نے فرمایا۔ کہ فوائد الفواد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ
علیہ ابتداء حال میں لکڑیاں بیچ کر اپنا قوت حاصل کرتے تھے۔ انہی دنوں میں ایک عابد رو
ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو تمام رات قیام میں گذار دیتا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ کو ثابت
ہوا۔ کہ اس کا کھانا شبہ کا ہے۔ اُس کو فرمایا۔ کہ کیا اچھا ہو۔ کہ اگر تو چند روز تک ہمارے
ہاں کھانا کھائے۔ وہ راضی ہوگیا۔ دو تین دن میں ہی لقمہ پاک کی برکت سے اس کا
کام یہاں تک ڈھیلا پڑگیا۔ کہ سنت موکدہ بھی اس سے بمشکل ادا ہونے لگیں۔ فقط حضور
کا کلام ختم ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا قیام نفسانی تھا۔ لقمہ پاک کی برکت سے نفسانیت
اُڑگئی۔ اور اُس کی بجائے حقانیت آگئی۔

پانچویں مجلس

بروز بدھ ۲۱ شوال ۱۰۹۱ھ کو حضور کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور نفحات الانس کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ کہ جاہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مرتبہ اور جاہ ملا تھا۔ کہ زمانہ کے بڑے بڑے مشہور لوگ اپنی بیٹیوں کو فخر اور تبرک کے لئے نیاز کے طور پر انکی پیش کرتے اور وہ اپنے نکاح میں لے آتے۔ اور ہر ایک کے بجائے پہلی عورتوں میں سے ایک ایک کو طلاق دیدیتے۔ اسی طرح ستر عورتوں سے انہوں نے نکاح کیا۔ لیکن اُن میں سے کسی ایک کے بھی نزدیک نہ گئے۔ جب اِن عورتوں کے دل میں کچھ ارادہ پیدا ہُوا۔ تو اُن سب نے جمع ہو کر ایک عورت سے جو نہایت ہی خوبصورت اور وزیر کی بیٹی تھی۔ اور شیخ کی بہت خدمت کیا کرتی تھی۔ اور شیخ کی بھی رغبت اُس کی طرف بہت تھی۔ حقیقت حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا مجھے اس قدر معلوم ہے۔ کہ ایک دن حضرت شیخ میرا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے گئے۔ میں نے دیکھا۔ کہ اُن کے سینہ سے ناف تک ستر گلوے نکلے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب صبر کے باعث ہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے جیسی نازنین عورت سے بچا رکھا ہے ؎

پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ پیشواؤں کو ہر زمانہ میں اس حال پر رکھتا ہے جس میں اس وقت کے مریدوں کی بہتری ہو۔ اس وقت مریدوں کے لئے شادی مضر ہوگی۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک مجذوب نے سوال کیا۔ کہ ان بزرگوں نے جو یہ حکم کیا ہے (اور اشارہ اِن بزرگوں کی طرف کیا جن کا ذکر نفحات میں ہے) اور مشائخ کے احوال کی تشخیص کی ہے۔ کہ فلاں بزرگ ایسا تھا اور فلاں ایسا۔ کیا اُنہوں نے لوح محفوظ میں اس کا حال دیکھ کر کہا ہے یا محض اپنی قیاس اور تخمین سے ؎

فرمایا۔ کہ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے الہام سے کہتے ہیں یا اس کامل فراست سے جو اللہ تعالےٰ نے ان کو عطاء کی ہوتی ہے۔ حکم کرتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی اپنی ان صفات کے اندازہ کے موافق جو ان کو فیاض یعنی اللہ تعالےٰ کے صفات کے سبب سے ملی ہوتی ہیں۔ کچھ کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ آئمہ مجتہدین نے قرآن کے معنوں سے علوم

شرعی۔ کے نکات نکالے۔ اور اولیاء اللہ نے ان معنوں سے حقائق و معارف کا پتہ لگایا۔
پھر فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔ کہ آپ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں۔ اور آپ سے زیادہ قریب اور
کوئی نہ تھا۔ آپ بتلائیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو وہ کچھ بتلایا کرتے تھے
جو اوروں کو نہیں بتلاتے تھے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔
بلکہ جیسے اوروں کے آگے بیان فرماتے تھے ویسے ہی ہمارے پاس بیان کرتے
تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ سمجھ اور فہم دیا ہے۔ جو اوروں کو نصیب نہیں۔ ابیات

نام تیرا سُن کے اہل دیں تمام — آتے ہیں تا سیکھیں تجھ سے نیک کام
تیری پیدائش سے پہلے سالہا — ان کو تیرے حال کا ہو گا پتا

پھر اس مجذوب نے عرض کیا کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے۔ یعنی
اولیاء کا خلاف بھی اامان شرع کے خلاف کی قسم سے ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کی خطا ایک دوسرے کے کلام کے مفہوم میں ہے۔
کہ اصل مسئلہ میں۔ اصل میں سب کا اتفاق ہے۔ خطا صرف مفہوم میں ہے۔ یعنی قائل فصیح
نہیں ہے۔ اس کی عبارت میں قصور ہے۔ جس کے باعث اپنے مفہوم پر دلالت
نہیں کرتی۔ یا یہ باعث ہے کہ ایک کا حال دوسرے کے حال کے برابر نہیں ہے۔ ایک
نے دوسرے کے زائد احوال کو اپنے حال کے موافق اور طرح پر سمجھ لیا ہے۔ اور خطا کی ہے
شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کی نسبت
خطا کی ہے۔ وہ دوسری قسم سے ہے۔ نفحات میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں نے جو ان
دونوں بزرگوں کے معتقد ہیں۔ تحقیق کی ہے۔ کہ ان دونوں بزرگوں کی مخالفت صرف
مفہوم میں ہے۔ اصل مسئلہ میں ان کی کوئی نزاع نہیں۔ لیکن اس فاضل نے مخالفت کو دوسرے
قسم سے نہیں جانا۔ اور اپنی بے سمجھی کا عذر نہیں کیا۔ نفحات میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شیخ
علاؤالدولہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات کے حاشیہ میں شیخ کی نسبت یہ لفظ لکھے ہیں ایھا المحق
ایھا الصدیق (اے محقق! اے صدیق) اور جہاں کہیں شیخ نے خطا کی ہے۔ اس کی تکفیر
کی ہے۔ اس بات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ کہ خطا عدم فہم کے باعث ہے یعنی جو کچھ
سمجھ لیا ہے قبول کرتا ہے اور جو کچھ نہیں سمجھا ہے۔ اس کی نفی کر دی ہے۔ نفسانیت کا

اس میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اس مجذوب نے عرض کیا۔ کہ یہ لوگ اپنی اپنی استعداد پیدائش ہی سے ساتھ لائے تھے کہ ایسے ایسے ہو گئے یا مرشد کی توجہ سے ولایت کے درجہ تک پہنچ گئے۔ فرمایا کہ یہ بھی تھا اور وہ بھی تھا۔ کیونکہ استاد کیمیا گر چند جوہروں مثلاً پارہ اور تانبہ وغیرہ کو ملا کر سونا بنا سکتا ہے۔ مٹی سے کچھ نہیں بنا سکتا۔ بیت

نہیں کرتا ہے کچھ شفقت کوئی کامل ۔ نہ ہوں باریک نکتے جب تلک حاصل

کچھ دیر تک لقمہ کی احتیاط کے بارہ میں گفتگو شروع رہی۔ بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا نام لیکر فرمایا۔ کہ اس نے کہا ہے کہ کھانا ضرور دل سے کھانا چاہئے۔ تاکہ غفلت سے نہ کھایا جائے۔ کیونکہ لقمہ بیج کی طرح ہے۔ اگر حضور کے ساتھ کھایا جائے۔ تو حضور پیدا کرتا ہے ورنہ پریشانی اور غفلت۔ خواہ لقمہ پاک ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بات سن کر حاضرین میں سے ایک فقیر نے سوال کیا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر شبہ کا کھانا بھی حضور دل سے کھائیں۔ تو پھر بھی حضور حاصل ہو گا۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں لیکن آرام میں فتور آجاویگا۔ اور ترقی کا رستہ دوام آرام کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ آرام والا شخص اس سوالی کی طرح ہے جو سخی کے دروازہ پر کھڑا ہو کر ہمیشہ کچھ مانگتا رہتا ہے۔ آخر ایک دن اس کو کچھ مل ہی جاتا ہے۔ اس کلام کے موافق اس حدیث کو بیان فرمایا۔ مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ وَلَجَّ وَلَجَ (جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اصرار کیا۔ وہ داخل نہ ہوا) اور اگر آرام نہیں رکھتا۔ تو اس کو بیقراری حاصل ہوگی۔ اور بیقرار آدمی اس سوالی کی مانند ہے۔ جو سخی کے دروازہ پر کھڑا ہو۔ اور ضروری کاروبار میں ادھر ادھر بھی پھرتا ہو۔ پھر شکایت کرتا ہو۔ کہ مجھے نہیں دیتے اور کیوں نہیں دیتے اس حال میں اس کو کچھ نہیں ملیگا۔ اس فقیر نے سوال کیا۔ کہ آرام اور قلق کے سوا کوئی اور حالت بھی ہے۔ فرمایا کہ طالب کا حال ان دو حالتوں کے سوا نہیں ہوتا۔ یا آرام ہو گا یا قلق اور جس کو ان میں سے ایک بھی حاصل نہیں وہ طالب نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ شبہ کا لقمہ اس دھوئیں کی طرح ہے۔ جو رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (جس کو دیکھیں) کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور مقصود کے چہرہ کو نظر سے چھپا دیتا ہے۔ جو شخص حضور الٰہی کا واقف ہوتا ہے۔ وہ سمجھ لیتا ہے۔ اور بیقرار ہو جاتا ہے بعض بزرگ اپنے مریدوں کو دو سفروں سے منع کرتے تھے ایک خراسان کے سفر سے۔ کیونکہ وہاں کی اوقاف اکثر بے احتیاط ہیں۔

اور مریدوں کو مضر تھیں۔ اور مقصود سے ہٹا رکھتی تھیں۔ دوسرے یمن کے سفر سے۔ کیونکہ وہاں
حسن بہت تھا۔ تاکہ کہیں حسن کے گرفتار ہو کر راستہ سے نہ بہک جائیں۔ اور یہ جو بعض بزرگوں
نے عشق صوری کی اجازت دی ہے۔ وہ اپنے آپ میں اس قدر تصرف کی طاقت رکھتے تھے
کہ مریدوں کو اپنے تصرف کے ساتھ اس سے ہٹا سکیں۔ اور مریدیں بھی یا استعداد دیکھتے
تھے۔ کہ مرید کا کام اس کے بغیر نہیں بن سکتا۔ لیکن عشق صوری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سراسر
مضر ہے۔ وہ باطنی راہ ہی ہے۔ جن سے انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر حضور
نے یہ بیت پڑھے۔ ابیات

تیری ذات ہے بیز اخر جین و کیسہ	اگر تو ہے رام جی تو ڈھونڈ انجا ویسہ
تراکیسہ خرجین ہے تیری ہی ذات	تعلق ترے حق میں ہیں بارے آفات
تو کیوں ڈھونڈھتا ہے اِدھر اور اُدھر	بغل میں چھپا ہے تیرا یار دلبر

ایک دن حضور نے ایک مخلص کو پوچھا۔ کہ ہماری خدمت میں تو کس نیت سے آیا کرتا ہے
کہا کہ مسلمان ہونے کی نیت سے۔ فرمایا۔ بس یہی مراد ہونی چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ مسلمانی یہ ہے
کہ احکام ازلی خداوندی کو مان لیں۔ اور ان کے موافق فرمانبرداری کریں۔ لیکن جب تک
کامل طور پر تجلی ذاتی نہ ہو مسلمان ہونا مشکل ہے۔ مصرعہ

یہ نہ ہو وہ نہ ہو بس مسلمان ہو

ایک دن بعض عالموں نے جو حضور کی آستان بوسی کی ملازمت سے مشرف ہیں شرح
رباعیات (جو حضرت ایشاں کی حقیقتوں کو لکھنے والی قلم کی لکھی ہوئی ہے) کہ اس عبارت
پر کہ علمیہ صورتیں ذات کے اعتبارات اور حیثیات کے عکس ہیں۔ اور موجودات کے
خارجی نمود عکس العکس یعنی ان علمیہ صورتوں کا عکس ہے۔ جو ذات کے آئینہ پر پڑا ہے)
شبہ ظاہر کیا۔ کہ اگر صور علمیہ کا عکس ظاہر وجود پر پڑے۔ تو اس سے ذاتِ حق کی نہایت
اور وجود مطلق کا محل ہونا لازم آتا ہے۔ حضور نے اسی وقت ان کے پاس پہنچکر فرمایا۔ کہ
کیا تذکرہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے شبہ کو ظاہر کیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ حقتعالے کی
بے نہایتی اس طرح نہیں جس طرح جسموں میں طول و عرض کے اعتبار سے ہوتی ہے
بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ وہ بے تعین و بے تمیز ہے۔ دوسرے ان صورتوں کا محل ذات

سلہ رام بار ابن نام عاشق کا ہے۔ اور دبیس یا دبیسہ اس کی معشوقہ کا نام ہے۔ مترجم ۱۲

نہیں کہ اس کا محل ہونا لازم آئے۔ بلکہ اس کا محل وہم ہے۔ جیسے کہ آئینہ کی نقش کی ہوئی صورت نہ اُس کے اندر ہوتی ہے نہ اس کے باہر۔ لیکن وہم حکم کرتا ہے۔ کہ آئینہ کے اوپر ہے۔ اور اس کا محل خیال ہے جس کو مثال متصل کہتے ہیں۔ اور آئینہ ویسے ہی اپنی خالص بیرنگی پر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ توحید حاصل کرنی چاہئے۔ متکلمین محققین کی توحید لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللہ ہے۔ یعنی اپنی تمام قدرت کو حق تعالےٰ کے حوالہ کرنا اور اپنے آپ کو اس سے خالی کرنا۔ اگرچہ بعض متاخرین عالم قدرت مؤثرہ کو بندہ میں بھی کچھ کچھ ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کی توحید لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ ہے۔ لیکن مذہب صحیح بھی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللہ۔ اور صوفیہ جس طرح فعل و قدرت کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ باقی صفات سبعہ یعنی علم و سمع و بصر و حیات و کلام کو بھی حق تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ۔ غرض توحید حاصل کرنی چاہئے۔ اگر وہ عکس یا عکس العکس معلوم نہ بھی ہو۔ تو قیامت میں اس پر مواخذہ نہ کرینگے۔ اور اس توحید خاص کی نسبت نہ پوچھینگے۔ اور جس توحید کے لئے انسان مکلّف کیا گیا ہے وہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ ہے۔ لیکن چونکہ اس توحید کے بغیر جو صوفیہ کے نزدیک ثابت و مقرر ہے کامل اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ (خبردار دین خالص اللہ کے لئے ہی ہے) اس لئے اس توحید کو حاصل کرنا چاہئے۔ تاکہ اخلاص پیدا ہو۔

وصل۔ ایک دن مقامات شیخ حسین خوارزمی قدس سرہٗ مطالعہ فرما رہے تھے۔ شیخ خلیل اللہ جو شیخ کے خلفاء میں سے تھے ان کی بہت تعریف کی۔ اور فرمایا۔ کہ حب جاہ ان سے نکل چکی تھی۔ پھر اس مضمون کے مناسب فرمایا۔ کہ حب جاہ دو قسم پر ہے۔ ایک وہ جاہ جو لوگوں کے نزدیک ہو۔ جو نفس کی بقا یا خواہشوں میں سے ہے۔ یہ حب جاہ ان لوگوں کے نزدیک بجائے خود شرک ہے۔ دوسرے وہ جاہ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہو۔ یہ روح کی بقا یا آرزوؤں میں سے ہے۔ اور یہ جو بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ صدیقین کے سر سے جو چیز آخیر پر نکلتی ہے۔ وہ حب جاہ ہے۔ اس سے مراد دوسری قسم ہے۔ یہ جاہ ان سے دور ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان کے چند مرید جن کو ان کے طریقہ میں شیخی کی استعداد حاصل تھی۔ اُن کے مزار کے نزدیک رہتے تھے اور گوشہ نشینی میں بسر کرتے تھے۔ وہ ہرگز کسی جگہ نہ گئے۔ اور شیخی نہ کی۔ یہ سب کچھ اس نظر کی برکت ہے۔

نیز انہی مقامات میں مذکور ہے۔ کہ شیخ قدس سرہٗ کے صوفیوں میں سے ایک پرحال غالب تھا۔ اس نے شیخ کے آگے عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک نورانی جنگل میں حقتعالے کے ساتھ حاضر پاتا ہوں۔ اور اب بھی کہ یاروں کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ ان سے غائب ہوں اور اس جنگل میں حاضر ہوں۔ شیخ نے اس کو اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ خلوت در انجمن جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہے۔ یہی ہے۔ حضرت ایشاں نے فرمایا۔ کہ خلوت در انجمن جو اس سلسلہ میں مشہور ہے اور چیز ہے اور یہ اور چیز ہے۔ جو اس سلسلہ کے مبتدیوں کو دن میں حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ یہ شیخ نورالدین پنجاب کے مشہور علماء میں سے تھا۔ اور اس طرف کے بہت لوگ اس کے مرید تھے۔ فرمایا۔ کہ اس کی عمر ایک سو بیس سال تک پہنچ چکی تھی۔ اور بہت ہی بوڑھا ہو گیا تھا۔ لیکن بہت نفل ادا کرتا۔ اور راتوں جاگتا۔ اور عمل میں بہت کوشش کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے تیس سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھتا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ کہ اس شیخ سے حقائق و معارف ہرگز سننے میں نہیں آئے ؂

حضور نے فرمایا۔ کہ آدمی شرائع کے بجا لانے پر مامور ہے نہ کہ حقائق و معارف کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو معارف صوفیہ کے لئے مکلف نہیں کیا۔ ہمیشہ شریعت ہی کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور یہ بڑے اعلےٰ درجہ کی سعادت ہے۔ کہ انسان حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی متابعت پر ثابت قدم رہے۔ اور عمل میں کوشش کرتا رہے۔ نیز فرمایا کہ معرفت کی بہت سی قسمیں اور مرتبے ہیں۔ اگر انسان کو حقائق و معارف سے بہت سا حصہ حاصل ہو۔ تو بہتر اور خوب ہے لیکن اصلی کام شریعت پر قائم رہنا ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ توحید سالم یہ ہے۔ کہ تمام نقائص اور عیوب کو اپنے یقین کی طرف (کہ جس کے سر پر آ پڑتا ہے) منسوب کرے اور اس کی استعداد سے جانے۔ اور تمام کمالات کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب کرے۔ خواہ لَاَمَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ کا معتقد کیوں نہ ہو۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا۔ کہ شیخ بو علی فارمدی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ سالک حقتعالے کے تمام اسماء و صفات کے ساتھ متخلق ہو جائے۔ اور ابھی واصل نہ ہو۔ یہ بات اس مشہور بات کے مخالف ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اخلاق الٰہی کے ساتھ متخلق ہونا وصول کے بعد حاصل ہوتا

ہے۔ فرمایا۔ کہ ان کے کلام میں تواند کا لفظ آیا ہے۔ پس ہو سکتا ہے۔ کہ بعض کو سیر الی اللہ کے وقت وصول سے پہلے یہ بات حاصل ہو جائے۔ لیکن اکثر یہی ہے کہ سیر فی اللہ کے مقام پہنچنے کے بعد یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اصلاح بنالے۔ تو وصول سے پہلے یہ بات حاصل ہو جائے۔ لیکن اکثر یہی ہے۔ کہ سیر فی اللہ کے مقام پر پہنچنے کے بعد یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اصطلاح بنالے تو وصول سے پہلے تخلق کو تخلق کہینگے۔ اور وصول کے بعد تخلق کے لیے تحقق مناسب ہے۔

چھٹی مجلس

بروز بدھ ۱۲ ذیقعدہ سن مذکور کو زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ پیر کے متعدد ہونے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ایشاں نے فرمایا کہ پیر تین ہیں۔ ایک پیر خرقہ۔ دوسرے ذکر بتانے والا پیر۔ تیسرے پیر صحبتی۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا ہو۔ اور جس شخص سے تبرک واجازت کا خرقہ پہنا ہو۔ ان لوگوں کی اصطلاح میں اس کو پیر خرقہ کہتے ہیں۔ اور ذکر بتانیوالے پیر کا حال ظاہر ہے۔ اور صحبتی پیر وہ ہے جس کے ساتھ صحبت رکھیں۔ اور اس کی صحبت سے منافع اور ترقیات حاصل کریں۔

پھر فرمایا۔ کہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ وسہروردیہ کا مدار خرقہ پر ہے۔ ان سلسلہ والوں کی اصطلاح میں پیر خرقہ کو ہی پیر مطلق کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا متعدد ہونا جائز نہیں سمجھتے۔ اور پیر تعلیم اور پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ اس بات کے موافق ایک بزرگ کا نام لیکر فرمایا۔ کہ اس نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ کا متعدد ہونا مکروہ ہے۔ ایسے ہی پیر تعلیم کا حال ہے۔ ہاں پیر صحبت متعدد ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے۔ یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہو سکتے لیکن پیر تعلیم پیر صحبت کی طرح متعدد ہو سکتے ہیں۔ اور اسی پر سالکوں کا معمول ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ ان سلسلوں میں خرقہ کی اسناد حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم تک دست بدستی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر عن فلاں وعن فلاں کا ذکر بیان نہیں کیا۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں عن فلاں عن فلاں کا ذکر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر آجتک دست بدست پہنچتا ہے۔

درمیانی واسطوں میں کوئی فتور نہیں ہے۔ اسی موقعہ پر حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ یہ جو کہتے ہیں۔ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضہ سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے۔ یہ کیسے ہے۔ فرمایا۔ کہ وہ ذکر جو اس سلسلہ میں ہے جس کو انکے مقررہ طریق کے مطابق وقوف عددی کہتے ہیں جیسے کہ حبس نفس۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ ملانا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دست بدست پہنچا ہے۔ اور صحبت کا طریق بھی انہی سے پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ سفر اور حضر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے ہیں۔ اور صحبت کے طریق سے فیض حاصل کیا ہے۔ اصل اس کام میں صحبت ہی ہے۔ اور رابطہ اس کا ظل یعنی سایہ ہے۔ ظاہری صحبت کے نہ ملنے کی صورت میں رابطہ بھی جو باطنی صحبت ہے۔ کفایت کر جاتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص پیر صحبتی کی صحبت سے کمال تک پہنچ جائے۔ تو اس کو پھر تعلیم کی حاجت نہیں رہتی۔ تا کہ اس سے ذکر سیکھے۔ مثلاً جب کوئی شخص منزل پر پہنچ جائے۔ تو پھر اس کو گھوڑا خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کلام کے ختم کر چکنے کے بعد یہ نقل حضرت ایشاں کی نظر مبارک میں آئی۔ کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہٗ نے نقد نصوص میں لکھا ہے۔ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ حضور کے وقت بغیر اس بات کے کہ جس سے غائب ہوں۔ غیبی امور کی بعض حقیقتیں ان لوگوں پر کشف ہو جاتی ہیں۔ اس کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ اور مکاشفہ ہرگز جھوٹا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مکاشفہ یہ ہے۔ کہ روح بدنی حجابوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر بذات خاص غیبی امور کا مطالعہ کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ یہ مضمون حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے ترجمہ عوارف سے نقل کیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے۔ کہ بعض ان مکاشفات میں بھی جن میں خیال کا دخل ہوتا ہے خطا ہو جاتی ہے۔ لیکن ان علوم یقینی میں جو مدرکہ پر بطریق الہام وارد ہوتے ہیں۔ خطا کا دخل نہیں۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ کہ بعض علوم یقینی میں بھی جو الہام کے طور پر مدرکہ کو معلوم ہوتے ہیں خطا پائی جاتی ہے۔ فرمایا۔ کہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ بعض ان اپنی مسلمہ مقدمات کو جو صاحب مکاشفہ کے نزدیک یقینی طور پر ثابت ہوتے ہیں۔ ان علوم کے ساتھ ملا لیتا ہے۔ جن کے باعث خطا ہو جاتے ہیں ورنہ جہاں صرف علوم ملہمہ ہیں۔ وہاں خطا کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء معقولین جو علم معقول کو استعمال کرتے۔ اور منطقی قوانین کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ان کے

فکر میں بھی خطا ہو جاتی ہے۔ اس کا بھی یہی سبب ہے۔ کہ اپنے متررہ مقدمات کو یقینی خیال کر کے
ان میں داخل کر لیتے ہیں۔ ورنہ منطق تو وہ علم ہے۔ کہ جس پر عمل کرنے سے انسان کا ذہن فکر
میں خطا کرنے سے بچ جاتا ہے۔ اگر صرف علم منطق کو ہی استعمال میں لاتے۔ اور اپنی طرف سے
اور مقدمات اس کے ساتھ نہ ملاتے۔ تو ہرگز خطا نہ ہوتی۔ اس کلام کو پورا کر چکنے کے بعد فرمایا
کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ ان کو کشف کی کچھ حاجت نہیں۔ کشف دو قسم کا ہے۔
ایک کشف دنیوی جو سراسر بیفائدہ اور بیکار ہے۔ دوسرے کشف اخروی جو کتاب و سنت
میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور جو عمل کے لئے کافی ہے۔ اس کشف کے برابر اور کوئی کشف
نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ مشائخ کے لئے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز خلق کی تربیت اور
ارشاد کا باعث ہوتی ہے۔ اول اللہ تعالےٰ کا الہام دوسرے پیر کا حکم۔ تیسرے خلقت
پر شفقت۔ جب خلق کو گمراہی پر دیکھتے ہیں۔ تو ان سے ضرر کو دفع کرتے ہیں۔ اور وہ ضرر یہ ہیں
مثلاً دوزخ کا عذاب۔ اور قیامت کے اہوال و خوف وغیرہ۔ پس شفقت کا منشاء یہ ہے
کہ شریعت کے حکموں کو رواج دیکر لوگوں کو وعظ اور نصیحت کریں۔ تاکہ شریعت کے آداب اور
حدود کو مدنظر رکھیں۔ اور احکام کی پابندی کریں۔ فقہ و حدیث پڑھیں اور پڑھائیں۔ اور ان
کے مطابق عمل کریں۔ نہ یہ کہ ان کو واصل کریں۔ واصل کرنا شفقت کی شرط نہیں شفقت میں
اتنا ہی کافی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ پھر کچھ دیر تک مشائخ کی ایک دوسرے پر
فضیلت اور شرف کے بارہ میں گفتگو رہی۔ فرمایا۔ کہ شرف صفاتی ہوتا ہے یعنی ایک
کی معرفت دوسرے کی معرفت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یا ایک کے خوارق دوسرے کے
خوارق پر فوقیت رکھتے ہیں۔ لیکن ذات میں سب برابر ہیں۔ اور یہ بات کہ ایک شیخ
کے بہت لوگ معتقد ہوں اور دوسرے کے تھوڑے۔ کوئی فضیلت کا باعث نہیں ہے
فضیلت وہی معتبر ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ قرب اور معرفت میں اس کو
حاصل ہو۔ نیز فرمایا۔ کہ اس طریقہ سے مقصود اس انجذاب ایمانی کی تربیت ہے۔ جس کے لئے
تمام انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے۔ نیز فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ کی ذات کے ساتھ بندہ کا نہایت
قرب اور اتصال صرف اسی قدر ہے۔ کہ اس کو وہ دوام آگاہی اور آرام حاصل ہو جائے۔ جس
سے فنا کے درجہ تک پہنچ جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی۔ تو سالک گویا مرتبہ ولایت کے
ساتھ مشرف ہو گیا۔ اور وہ کمالات جو اسماء و صفات کے مقامات و تجلیات کے ساتھ

مشرف ہوتے ہیں دوسرے طریقہ والوں کو تفصیل وار حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اور ہیں لیکن حق تعالےٰ کی ذات کے ساتھ قرب و اتصال کی نسبت کے حاصل ہو جانے کے سبب اخص خواص کی ولایت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ اس طریقہ کے طالبوں کی پہلی دوڑ فنا کی سرحد تک ہے۔ اور ابتداء میں انتہا کے درج ہونے کے معنی بھی یہی ہیں جس کی طرف اس طریقہ علیہ کے بزرگوں نے اشارہ کیا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ ابتداء میں یہ خیال کئی دفعہ دل میں آیا کرتا تھا۔ کہ تفصیل وار سلوک کیا جائے۔ جیسے کہ سلسلہ کبرویہ میں کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ تفصیل کے ساتھ سلوک کرنے کا مقصود یہ ہے۔ کہ اچھے اخلاق حاصل ہو جائیں۔ جب یہ مطلب حاصل ہو جائے۔ تو پھر تفصیلی سلوک لاحاصل ہے *

نیز فرمایا۔ کہ بلاوالے لوگوں کو بلا بلا نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی وہ اس سے بُرا مناتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا فعل ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت داؤد دنیوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ معدہ کھانے کا محل ہے۔ اگر اس میں حلال ڈالا جائے۔ تو بندگی کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر شبہ کا کھانا ہو۔ تو راہِ حق پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر حرام ہو تو نافرمانی اور گناہ بڑھتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کسی راستہ میں جا رہے تھے۔ کہ کسی شخص نے پیچھے سے آکر تھپڑ دے مارا۔ شیخ نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو اس شخص نے کہا۔ کہ اے صوفی کیا دیکھتا ہے۔ اس کو حق تعالےٰ کی طرف سے جان۔ شیخ نے کہا میں جانتا ہوں۔ کہ حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ لیکن دیکھتا ہوں۔ کہ اس شقاوت اور بدبختی کا مظہر و محل کون ہوا ہے *

ساتویں مجلس

بروز ہفتہ ۲۳ ذیقعد ۱۰۰۹ھ کو زمین بوسی کی سعادت پائی۔ لقمہ کی احتیاط میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ صرف لقمہ حلال پر کفایت نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ چاہیئے کہ لکڑی اور پانی اور برتن بھی وجہ حلال سے ہوں۔ اور پکانے والا بھی حق تعالےٰ کے ساتھ حضور رکھتا ہو۔ اور کھاتے وقت بھی حضور اور آگاہی سے کھائیں۔ کیونکہ بے احتیاط لقمہ سے ایک ایسا دھواں اٹھتا ہے۔ جو فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے۔ اور پاک روحیں جو فیض کا

واسطے میں قلب کے مقابل نہیں ہوتیں۔ پھر فرمایا۔ کہ کمزور دماغ والوں کو وہ کھانا کھانا چاہیئے جو
اُن کی طبع کے مناسب اور مقوی دماغ ہو۔ مثلاً اگر کمزور دماغ والا جَو کی روٹی کھانے لگیگا
تو اُس کے دماغ میں خشکی پیدا ہو کر فیض کے راستہ کو بند کردیگی۔ پھر اُسی کے موافق فرمایا
کہ ایک خاص فیض ہے جو دماغ میں آتا ہے۔ جب دماغ میں خشکی ہو۔ تو پھر وہ فیض نہیں آتا۔
پس اس کھانے سے بچنا چاہیئے۔ جو طبع کے موافق نہ ہو۔ اسی طرح زیادہ روزی بھی اپنے
اوپر لازم نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ یہ بھی دماغ کی کمزوری کا باعث ہے۔ خاصکر کشف والوں کو
اپنے دماغ کی تقویت میں بڑی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دماغ کی خشکی سے کشف میں غلطی
واقع ہوجاتی ہے۔ پھر ایک شخص نے خدمت عالیہ میں بیان کیا کہ فلاں آدمی کہتا ہے (اور
وقت کے بزرگوں میں سے ایک کا نام لیا) کہ حضور اپنے طالبوں کو اس اعتقاد سے جو پہلے
پیروں پر رکھتے ہیں پھیر دیتے ہیں۔ اور افادہ کو اپنی پر موقوف سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسا نہیں ہے
بات اصل میں یہ ہے کہ جب بعض طالبوں میں تذبذب اور پراگندگی دیکھتا ہوں۔ تو ان کو صرف
ایک ہی طریق پر چلنے کی ترغیب دیتا ہوں۔ اور اس قسم کی باتیں ان لوگوں کی کتابوں میں بہت
ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی ایک جگہ ہے سب جگہ ہے۔ اور جو سب
جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ مطلب کا واحد ہونا راستہ کی شرط
ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ پس جب اصل معاملہ اس طرح ہے۔ تو جو کچھ حق ہے۔ وہ اگر ان کو نہ کہوں
تو آوارہ ہوجائینگے۔ جو لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ استفادہ کے لئے آتے ہیں۔ نہ کہ کسی اور
مطلب کے لئے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو اعتقاد ہم سلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ کے بزرگوں
کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور لوگ کہاں رکھتے ہیں۔ خاصکر ہند کے عام لوگ جن کا اعتقاد
قریباً قریباً شرک تک پہنچا ہوا ہے۔ ہم ان سلسلہ والوں کو فانی فی اللہ جانتے ہیں۔ اور یہ
لوگ اپنے اعتقاد میں ان کو مستقل موثر مانتے ہیں۔ پھر اس حدیث قدسی کے بیان میں
گفتگو شروع ہوئی۔ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی (میں اپنے بندے کے اتنا نزدیک ہوں جتنا اس کا
مجھ پر گمان ہوتا ہے) فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ پر نیک گمان رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے نفس پر
بُرا گمان اور ڈرتے رہنا چاہیئے۔ مشائخ کا اِس بارہ میں اختلاف ہے۔ کہ بندہ کے حال پر
رجا غالب ہونی چاہیئے یا خوف بعض نے کہا ہے۔ کہ بڑھاپے میں رجا اور جوانی میں خوف
لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہمیشہ رجا غالب ہونی چاہیئے۔ تتمہ حدیث اِن ذَکَرَنِی فِی نَفسِہٖ ذَکَرتُہٗ

فِی نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ۔ اگر بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے گروہ میں یاد کرے۔ تو میں اس کو بہتر گروہ میں یاد کرتا ہوں۔ یعنی فرشتوں کے گروہ میں۔ فرمایا۔ کہ گروہ کا بہتر اور خیر ہونا اس صورت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں یاد کرے۔ نہ کہ اس اعتبار سے کہ رسل ملک رسل بشر سے افضل ہیں۔ بلکہ خیریت اس اعتبار سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود روحانی جو ملاء اعلیٰ میں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس گروہ میں بندہ کو یاد کرے۔ یا گروہ کی خیریت اس اعتبار سے ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کو مُہَیَّمَنْ کہتے ہیں۔ وہ رسل بشر سے افضل ہیں۔ اللہ تعالےٰ بندہ کو اس گروہ میں یاد کرتا ہے ؞

آٹھویں مجلس

بروز سوموار ۲۵۔ ذیقعد ۱۰۰۹ھ کو زمین بوسی کی سعادت حاصل کی۔ موت کے بعد کی ترقی میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص درست نیت اور صحیح اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں داخل ہو جائے۔ اور شریعت کے آداب کو اچھی طرح بجالائے۔ اور زندگی میں اس کو صوفیہ کے ذوق اور وجد کچھ حاصل نہ ہوں۔ تو موت کے بعد اس کو ضرور یہ سب کچھ دیں گے۔ حضرت ایشاں نے کچھ تامل کرکے فرمایا۔ کہ ایسے شخص کو اسی جہان میں موت کے حاضر ہونے کے وقت اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اعتقاد کا درست ہونا اور احکام شریعت کی پابندی اور اخلاص اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توجہ کا دائمی ہونا نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی دولت ہے۔ کوئی ذوق اور وجد اس کے برابر نہیں۔ اگر یہ حاصل ہو۔ تو پھر کسی اور شے کی حاجت نہیں ؞

نانویں مجلس

ہفتہ آخیر ذیقعد سنہ مذکور کو مجلس علیہ میں حاضر ہوا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کی نسبت خود قدیم ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ جو حضرت خواجہ

نقشبند قدس سرہٗ نے اس کے ساتھ ملائی ہے جس کے باعث سلسلۂ نقشبندیہ مشہور ہوگیا ہے فرمایا کہ بعض تعلیمات اور کیفیات زیادہ کی ہیں۔ جیسے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے لکھا ہے۔ کہ اس نسبت کے ختم کرنے والے کامل طور پر آپ ہی تھے۔ اور خاتم وہ شخص ہے جو پورا کرنے کے بعد ختم کر دیتا ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے آپ بھی فرمایا ہے کہ میں نے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جو بیشک موصل یعنی اللہ تعالے تک پہنچانیوالا ہے۔ اور وہ ایک خاص طور پر محبت اور انجذاب کا طریقہ ہے۔ جو اس طریق میں معمول ہے۔ پھر اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ انجذاب و محبت کا طریقہ بیشک موصل الی اللہ ہے اور اس کا رُخ صرف ذات کی طرف ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ انوار کی طرف بھی رُخ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض انہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ اور یہ انجذاب و محبت تمام اس سلسلہ عالیہ میں واقع ہے۔ اس سلسلہ میں اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔ حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ رویت بالبصر (یعنی ان آنکھوں سے خدا تعالےٰ کو دیکھنا) کا قیامت و حشر کے دن وعدہ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دل کی آنکھوں سے اس جہان میں خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔ تحقیق یہی ہے کہ قلبی رویت بھی بصری رویت کی طرح موعود ہے۔ کیونکہ رویت سے مراد انکشاف تام ہے۔ اور جب روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہے۔ پورا پورا انکشاف ناممکن ہے۔ خواہ کتنا ہی بے تعلق ہو جائے۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ حیات کا علاقہ باقی رہیگا۔ اگرچہ صرافت اصلی پر نہ رہیگا۔ لیکن ہائی تعلق ضرور باقی رہیگا۔ پھر کچھ دیر تک توحید وجودی اور اس اختلاف کے متعلق جو شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہے۔ گفتگو ہوتی رہی حضور نے فرمایا۔ کہ ان علمائے جو ان دونو بزرگواروں کے معتقد ہیں۔ اس نزاع اور اختلاف کو جو حقتعالےٰ کے اطلاق کے بارہ میں ان دونوں بزرگواروں کے درمیان ہے لفظی اختلاف بیان کیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے حق سبحانہٗ کے وجود کو مطلق کہا ہے اور شیخ علاؤالدولہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اطلاق سے مطلق لبشرط لاشئے سمجھ کر شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و اعتراض کیا ہے اور خطا کار سمجھا ہے۔ لیکن شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ نہیں۔ بلکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس اطلاق سے مطلق لابشرط شئے ہے۔ اور شیخ علاؤالدولہ رحمۃ اللہ کا اعتقاد بھی یہی ہے۔ پس ان دو نو بزرگوں کا اختلاف لفظی ہے

نہ کہ معنی میں ۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ ابھی یہ نزاع و اختلاف دور نہیں ہوتا۔ جب تک کہ شیخ علاؤالدولہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا قائل نہ ہو جائے ۔ کہ موجودات خارجی صرف علمی وجود رکھتے ہیں۔ اور علمیہ صورتیں ذات کے اعتبارات اور شیونات ہیں ۔ ایک دن میاں شیخ احمد سرہندی کو جو حضور کے بزرگ یاروں میں سے ہیں۔ سرہند کی طرف رحلت فرمارہے تھے۔ رخصت کے وقت ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس نسبت کو حتی المقدور پوشیدہ رکھنا۔ صبح کی نماز سے لیکر اشراق تک جائے نماز پر بیٹھے رہنا لیکن حلقہ نہ کرنا۔ اس کے بعد دینی علوم کے درس کہنا۔ لیکن طالب علمی کا وقت درمیان نہ ہو۔ اکثر اوقات تصحیح کتب اور مطالعہ درپیش رکھنا۔ اگر گفتگو کرنی ضروری معلوم ہو۔ تو علماء کے طور پر کرنی نہ کہ صوفیہ کے طور پر۔ اور اگر کبھی صوفیہ کے طور پر کلام کرنے کا اتفاق بھی ہو جائے ۔ تو ایسا مشکل کلام کہنا جس کو مخاطب کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکے ۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرا شخص اس سے ایسا مطلب سمجھ لے جو اس کی لغزش کا باعث ہو جائے ۔ اور تہجد سے لیکر صبح کی نماز تک بالکل خاموش رہنا۔ پھر حضور نے اسی مقام پر فرمایا۔ کہ افادہ و استفادہ کا راستہ جنسیت و مناسبت پر موقوف ہے ۔ نہ خوارق و تصرفات پر۔ مستفید کو جس قدر مناسبت مفید کے ساتھ ہوتی ہے ۔ اسی قدر اس کے کمال کا معتقد ہو جاتا ہے۔ اور اس سے اسی قدر کمالات کا استفادہ کر لیتا ہے اور جنسیت کے موافق اس کے خوارق اور تصرفات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور جنسیت کے موافق اس کا معتقد ہو جاتا ہے مثلاً اگر کسی پر عرفان کا اعتقاد رکھتا ہے یا کسی کو حق تعالے کا محب جانتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے باطن میں عرفان کا مادہ اور اسکی استعداد میں جیسی نسبت کا پرتو موجود ہے ۔ اگر ظاہر نہیں تو پوشیدہ ہو گا۔ بُرے اوصاف کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ جیسے کہ بُت پرست کا حال ہے کہ اُس کے دل کو جتنی مناسبت پتھر کے ساتھ ہوتی ہے ۔ اسی کے موافق اس پتھر کے کمالات حاصل کر لیتا ہے۔ اور پتھر کے ساتھ ہم جنس ہونے کے باعث اس کو نفع اور فائدہ پہنچ جاتا ہے ۔ الغرض جب تک جنسیت اور مناسبت درمیان نہ ہو ۔ افادہ اور استفادہ کا راستہ بند رہتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے حق میں کس قدر تصرفات کئے اور کس قدر معجزے دکھائے ۔ حالانکہ بچپن ہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتا رہا تھا لیکن چونکہ فی مابین میں مناسبت نہ رہی تھی ۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ (یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس کو تو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ ہاں اللہ تعالےٰ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے) مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

باعث ایماں نہیں ہیں معجزے — بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے
معجزے مغلوب دشمن کو کریں — بوئے جنسیت سے دل فور آلیں

دسویں مجلس

جمعہ ۱۳۔ ذی الحجہ سنہ مذکور کو فقیر خدمت عالیہ میں حاضر ہؤا۔ جب حضور نے اس فقیر کو دیکھا۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہ باتیں سننے کے لئے آئے ہو۔ حضور نے حاضرین میں سے ایک شخص کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ ابوعبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی مشائخ کی باتیں سُنتے۔ تو کسی شخص کو فرماتے کہ ان باتوں کو میرے لئے لکھ لو۔ چنانچہ انہوں نے بزرگوں کی باتیں سُن سُن کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کر رکھا تھا۔ جس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دن دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ کہ وہ کتاب دریا میں گر پڑی۔ ابوعبداللہ مروزی رحمۃ اللہ کو بڑا غم ہوا۔ اسی افسوس کی حالت میں ایک رات سہل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ بزرگوں کی باتوں کے موافق عمل کرنا چاہئے۔ صرف لکھنے سے کیا فائدہ۔ اسی خواب کی حالت میں تھوڑی دیر کے بعد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جمال باکمال دکھایا اور ابوعبداللہ مروزی کو فرمایا کہ اس صدیق یعنی سہل تستری رحمۃ اللہ کو کہدو کہ ان بزرگوں کی باتوں کو لکھنا ان کی محبت کا نشان ہے اور ان کی محبت عین مقصود ہے۔ پھر کچھ دیر تک سماع سرود کے بارہ میں گفتگو ہوتی رہی۔ ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

کایں حظ نفس است و آں قوت رُوح

یعنی حسن جمال کا دیکھنا نفس کا حظ ہے اور نغمہ و سرود کا سُننا روح کی غذا اور خوراک ہے۔ حضور نے فرمایا کہ دونو یکساں ہیں۔ یعنی دونو میں حظ نفس بھی ہے اور قوت رُوح بھی۔ راقم عفی اللہ عنہ کے فہم قاصر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص نفسانی خواہشات میں گرفتار ہے اس کو دونو سے نفسانی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور جو شخص نفسانی خواہشات کی قید سے آزاد،

اس کو دونوں سے روحانی غذا ملتی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جنہوں نے سماع نغمہ کو سماع کہا ہے۔

گیارھویں مجلس

بروز سوموار سولھویں ذی الحجہ سنہ مذکور کو بندہ مجلس عالیہ میں حاضر ہوا۔ ایک شخص کسی دوسرے شخص پر دعوے کرنا چاہتا تھا۔ مگر ننگ و عار کے باعث قاضی کے حضور میں نہیں جاتا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ قاضی شرع کا نائب ہے۔ جب کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہو جائے اور خود بھی یہ شخص شرع کا تابع ہے۔ تو اس کو ضرور قاضی کے پاس جانا چاہئے۔ اسی مضمون کے موافق حضور نے ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پر دعوے کیا۔ جب فریقین یعنی مدعی اور مدعا علیہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ کہ اے ابا الحسن۔ مدعی کے برابر ہو کر بیٹھو تاکہ تمہارا جھگڑا سنوں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ بات ناگوار گذری۔ اور فرمایا۔ کہ آپ نے مجھے کنیت کے ساتھ بلایا ہے۔ بس اپنا مدعا آپ کے پاس ظاہر نہیں کرنا۔ آپ کو یوں کہنا چاہئے تھا۔ کہ اے علی مدعی کے ساتھ برابر بیٹھو تاکہ برابری ثابت ہوتی۔ اور کوئی شان زیادہ لاحق نہ ہوتا۔ اسی حکایت کے مطابق پھر حضور نے فرمایا کہ حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سرہ کے حضور میں موضع امکنہ میں دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ حضور اس معاملہ سے آگاہ تھے۔ جب انہوں نے فیصلہ کے لئے قاضی کی طرف رجوع کیا۔ تو قاضی نے ان سے شہادت طلب کی۔ حضور نے جس کی طرف کہ حق تھا۔ اس کی شہادت دی۔ دوسرے فریق نے کہا۔ کہ جب تک حضور قسم نہ کھائیں ہم ان کی شہادت کو نہیں مانتے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ سچی قسم کھانا شرع میں جائز ہے۔ امر مشروع میں کیوں دیر کروں۔

بارھویں مجلس

بروز سوموار ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۹ھ کو فقیر مجلس عالیہ میں حاضر ہوا۔ حضور نے اس فقیر کو مخاطب

کرکے فرمایا۔ کہ جب میں تمہیں دیکھتا ہوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ باتیں سننے کے لئے آئے ہیں صرف باتوں کو سننا ہی کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ کوشش کرو۔ اور ترقی کرو۔ تاکہ تم سے اس قسم کی باتیں صادر ہوں۔ ہم خود کسی کی صحبت میں نہیں رہے۔ اور نہ ہی ایسی باتیں کسی سے سنی تھیں۔ پھر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے طریق کی نسبت گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ سلف کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اول نفس کے پاس کرنے اور مقامات کے حاصل کرنے میں مشغول ہوتے تھے۔ چونکہ قرب الٰہی کے موانع یعنی نفسانی خواہشات اور خطرناک تزکیہ کے سوا دُور نہیں ہوتے۔ اسلئے تزکیہ نفس کے موافق ان کا نور ایمانی قوی ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی چشم بصیرت کے آگے حق سبحانہٗ کے سوا کچھ نہیں رہتا تھا۔ اور تمام اوصاف و افعال کو حق تعالےٰ کی طرف سے دیکھتے تھے۔ اور صورتیں اور جسم ان کو سراب کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ اور مظاہر کو مخلوق و معدوم معلوم کرتے تھے۔ اور بعض کو نزول کے بعد توحید صوری حاصل ہو جاتی تھی اور بعض کو نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم وہی سلف صالحین کا طریقہ ہے۔ لیکن ابتدا میں مقامات کے حاصل کرنے کے لئے مقید نہیں ہیں۔ اور وہ لوگ جو توحید صوری کی راہ سے چلتے ہیں۔ ان کو بہت خطرے ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص حضرت حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں اقرب ہو۔ یعنی فناء و نیستی رکھتا ہو۔ اور اکرم نہ ہو۔ چنانچہ کسی شخص کو مقامات تو حاصل ہوں۔ لیکن مقامات کا نتیجہ یعنی فنا و نیستی اس کو حاصل نہ ہو۔ تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سے زیادہ بزرگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے) اسی کے حق میں وارد ہے۔ پھر کچھ دیر تک ولایت بکسر واؤ اور ولایت بفتح واؤ کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ ولایت بفتح واؤ سے وہ قرب مراد ہے۔ جو بندہ حق تعالےٰ کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور ولایت بکسر واؤ کے یہ معنی ہیں۔ کہ بندہ خلق میں مقبول ہو جاتا ہے۔ اور جہان والے اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اس کا تعلق کونیات کے ساتھ ہے۔ اور خوارق و تصرفات دوسری قسم میں داخل ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ وہ برکتیں جو متعلقین کو پہنچتی ہیں کس ولایت کا اثر ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ولایت بفتح واو کا اثر ہے۔ اس کے بعد استفادہ کے متعلق فرمایا۔ کہ جب طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے

وجو کچھ مرشد کے آئینہ میں ہوتا ہے مناسبت کے موافق مرید کے آئینہ میں پرتو ڈالتا ہے۔
پھر فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو دونوں ولایتوں سے کامل حصّہ حاصل ہو۔ یا کسی شخص کو
صرف ایک ہی ولایت حاصل ہو۔ اور دوسری حاصل نہ ہو۔ یا ایک کو ایک زیادہ حاصل ہو۔ اور
دوسری کم۔ حضرات مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی ولایت بالفتح ولاتیت
بالکسر پر ہمیشہ غالب رہی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جب کوئی پیشوا اس حیان سے انتقال کرتا ہے
تو ولایت بکسر واؤ کو اپنے مخلصوں میں سے کسی ایک کے حوالے کر جاتا ہے۔ اور ولایت
بفتح واؤ کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ کبھی کسی لغزش اور خطا کے باعث ولی سے اسکی ولایت
بکسر واؤ کو واپس بھی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن الفارض لکھتے ہیں۔ کہ ایک پیر بقال
تھا۔ جب اُس کے مرنے کا وقت قریب ہوا۔ تو اُس نے مجھے وصیت کی۔ کہ جب میں مر
جاؤں۔ تو میرے جنازہ کو فلاں پہاڑ پر لے جا کر رکھ دینا۔ اور انتظار کرنا۔ ایک شخص آکر
مجھ پر نماز جنازہ ادا کریگا۔ تو نے بھی اس کی اقتدا کرنی ہوگی۔ مَیں نے وَیسا ہی کیا۔ کیا دیکھتا
ہوں۔ کہ ایک شخص اس پہاڑ کے اوپر کی طرف سے جلدی جلدی جانور کی طرح اُڑتا ہوا آیا۔
جس کو لوگ بازار میں اپنی دوکانوں کے آگے سے دھکے دیکر نکال دیتے تھے۔ اُس نے
نماز جنازہ شروع کی۔ اور سبز و سفید رنگ کے جانور زمین سے آسمان تک صف باندھے
تسبیح کہتے تھے۔ جب نماز جنازہ سے فارغ ہو چکے۔ تو ایک بہت ہی قوی ہیکل سبز رنگ کا
پرندہ آیا۔ اور اُس بقال کے جنازہ کو اُٹھا لے گیا۔ اور نظر سے پوشیدہ ہو گیا۔ مَیں یہ حال دیکھ کر
حیران رہ گیا۔ اس مرد نے کہا کہ حیران کیوں ہو۔ کیا تم نے نہیں سُنا۔ کہ شہیدوں کی روحیں سبز
پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقتول ہیں۔ اُن کے
جسم بھی سبز پرندوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اور اس بقال کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ بھی
انہی لوگوں میں سے ہے۔ اور میں بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی قصور ہو گیا۔ اور
اس مقام سے گر گیا اور خلق کی نظر میں قبولیت نہ رہی ؞

پھر حضور نے فرمایا۔ برزخ اور حشر کا معاملہ بہت ہی دور دراز معاملہ ہے۔ تھوڑے سے
تامل کے بعد فرمایا۔ کہ کوئی سعادت اُس کی برابر نہیں ہے۔ کہ کسی کو حق تعالےٰ کے ساتھ
اُنس حاصل ہو جائے۔ جب دوام اُنس حاصل ہو جائے۔ تو پھر کوئی انتظاری نہیں رہتی ؞
پھر حضور نے فرمایا۔ کہ انسان اخلاص اور محبت کے لئے مامور ہے۔ اور محبت کی خاصیت

اپنے غیر کو جلا دیتا ہے۔ باوجود اس کے بہت سی شرعیہ تکلیفیں اس پر رکھی گئی ہیں۔ پھر مرتبہ بندگی اور فرمانبرداروں کے شان کی بلندی اور عبودیت اور اطاعت کی خاصیت اور انسانی نفوس کی کمزوری کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ حضور نے ایک ایک کو مفصل طور پر بیان فرمایا لیکن فقیر کو یاد نہیں رہا۔

پھر حضور نے فرمایا۔ کہ آدمی کا وجود سات طبقے ہے۔ روح۔ قلب۔ اور سر وغیرہ۔ اور اور جو علم طبقہ اول کو حاصل ہو جائے۔ باقی طبقوں میں سے ہر ایک کو بھی وہی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان مراتب کا درمیانی فرق عام لوگوں کی نظروں میں سے پوشیدہ ہے۔ اور ہر ایک کے علم کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ لیکن کامل لوگوں کے نزدیک ان مراتب کا فرق ظاہر و واضح ہے۔ اور ہر ایک کے مرتبہ علم کو جدا جدا جانتے ہیں۔

پھر حضور نے فرمایا۔ کہ کام کرنا چاہیئے۔ خواہ یہ مراتب مفصل طور پر معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہٗ مسجد جماعت میں رو رہے تھے۔ حالانکہ خلوت کے سوا آنحضرت قدس سرہٗ کے رونے کی عادت نہ تھی۔ اس وقت مستفیدوں میں سے ایک دوست حاضر تھا۔ چونکہ وہ دوست آنحضرت قدس سرہٗ کی نظروں میں بہت ہی عزیز تھا۔ اور نسبت کا نہایت قرب رکھتا تھا۔ اس نے متعجب ہو کر اس رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ کہ نماز میں روح نے پرواز کی کہ نہایت تک پہنچے۔ یہ مطلب اس کو حاصل نہ ہوا۔ واپس آکر بدن میں بیقرار ہو کر لوٹنے لگا۔ بظاہر اس صورت میں گریہ مطلب کے بے نہایتی معلوم کرنے کے لئے ہوگا یا کسی اور باعث سے ہوگا۔ جو لکھنے والے کے ادراک اور سمجھ میں نہیں آتا۔ حضور اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔ بیت

ہائے اونچی ہے عشق کی دیوار
اس کا بانی ہے میرا ہی دلدار

تیرھویں مجلس

بروز اتوار ۲ شوال ۱۰۱۱ھ کو حضرت عالی کے غلاموں کی خدمت میں فقیر حاضر ہوا۔ اہل اللہ کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اہل اللہ کے تین فرقے ہیں۔ (۱) عباد یعنی عابد لوگ۔ (۲) صوفیہ۔ (۳) ملامتیہ +

عابد وہ لوگ ہیں۔ جو ظاہری عبادت پر کفایت کرتے ہیں۔ اور فرائض اور سنن کے بجا لانے کے

نفلی عبادتوں اور نیک کاموں پر قیام رکھتے ہیں۔ حتےٰ کہ خیرات اور نیک کاموں میں سے کسی چیز کی بھی فروگزاشت نہیں کرتے۔ اور صوفیہ کے ذوق و وجد وغیرہ سے ان کو کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر عابدوں میں سے جب کسی کو صوفیہ کے وجد اور ذوق حاصل ہو جائیں۔ تو وہ گویا اپنے مرتبہ سے نکل کر صوفیہ کے گروہ میں داخل ہو گیا ؁

صوفیہ وہ لوگ ہیں۔ جو مواجید اور اذواق سے بہرہ مند ہیں۔ اور اپنی خوارق و کرامات کو خلقت کی نظر سے پوشیدہ نہیں کرتے۔ اور ان کی نظر تمام امور میں حقتعالےٰ پر ہے۔ اور خلق کو حق تعالےٰ کا ظہور جانتے ہیں۔ اس گروہ میں کچھ کچھ رعونت اور رعنائی باقی ہے ؁

ملامتیہ وہ لوگ ہیں جو عام لوگوں کے لباس میں ہیں۔ ان میں اور عوام میں کوئی تمیز نہیں ہے اور ظاہر میں فرضوں اور مؤکدہ سنتوں پر کفایت کرتے ہیں۔ اور حتی المقدور اخلاص میں کوشش کرتے ہیں۔ اور خوارق و کرامات کو ظاہر کر کے اپنے آپ کو مشہور نہیں کرتے۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس امر میں انہوں نے حضرت حق سبحانہ کا اتباع کیا ہے۔ چونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ جہان ظہور کا محل نہیں ہے۔ اور حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے آپ کو عوام کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اس لئے یہ لوگ بھی اپنے آپ کو خلق کی نظر سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ ان کو اپنی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے جیسا جانتے ہیں۔ ان لوگوں میں رعونت بالکل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان میں کوئی ربوبیت باقی ہے۔ یہ لوگ مقام عبودیت کی نہایت تک پہنچے ہوئے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اصحاب میں سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی اور ابو سعید خراز اور ابو مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو اور نیز اپنے آپ کو ان لوگوں کا سردار شمار کیا ہے۔ لیکن دوسرے بزرگوں سے خاموش ہے۔ اور ان کی نفی بھی نہیں کی۔ شیخ رضی اللہ تعالیٰ کا طریق یہ ہے۔ کہ جو کچھ خاص وقت میں ان کے کشف میں آجاتا ہے۔ وہی لکھ لیتے ہیں۔ فرقہ ملامتیہ میں سے وہ لوگ جو اپنے آپ کو خلقت کے سامنے ملامت کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور شریعت پر بھروسہ کر کے بعض ان چیزوں کو جو ظاہری نظر میں ممنوع ہیں۔ لوگوں کے سامنے کر گذرتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو رمضان شریف کے دنوں میں سفر کی حالت میں بازاروں میں اس لئے کھاتے پیتے ہیں۔ کہ خلقت کی نظر میں

بے اعتبار اور حقیر دکھائی دیں۔ یہ لوگ رتبہ میں صوفیوں سے بہت نیچے ہیں۔ ابھی تک خلقت ان کی نظروں سے نہیں گری +

پھر نغمہ کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ فقہا اس کو مکروہ جانتے ہیں اور بعض مشائخ نے اس کو مباح کہا ہے۔ لیکن مبتدی کو اس کا مستحق نہیں جانتے۔ وہ لوگ جو نغمہ کے سننے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حکمت اس میں یہ ہے۔ کہ نغمہ سُننے کے وقت طبیعت ساکن اور اپنی جگہ پر قائم ہوتی ہے۔ اس لئے روح معانی کے ادراک میں زیادہ پہنچتی ہے۔ کیونکہ ان کا محبوب معانی ہوتے ہیں اور نغمہ کو زیور کی طرح جانتے ہیں۔ ورنہ نفس نغمہ میں مبتلا نہیں ہیں۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے۔ کہ نغمہ سننے کی شرطوں میں سے ایک یہ شرط ہے کہ سُننے والے پر حق تعالےٰ کی محبت غالب ہو۔ اس موقعہ پر فقیر نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ کے محب کی کیا علامت ہے۔ فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فرمانبرداری اور اتباع تام۔ پھر عرض کی۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ صاحب اتباع کا مطلب بہشت میں داخل ہونا یا عذاب دوزخ سے بچنا ہو۔ فرمایا۔ کہ ایسا شخص کامل اتباع والا نہیں ہے۔ اس کو اہل اللہ کے گروہ سے نہیں جانتے۔ ظاہر کا اتباع تو ظاہر ہے باطن کا اتباع یہ ہے کہ اس کے باطن میں حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کے سوا اور کچھ مطلب نہ ہو +

چودھویں مجلس

بروز جمعہ ۱۹۔ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو حضور کی قدمبوسی نصیب ہوئی۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے فضائل میں گفتگو شروع ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ صحابہ کرام چاروں ہی ترتیب وار قطب مطلق تھے۔ اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کے بارہ میں فضائل کے بکثرت وارد ہونے کا باعث یہ ہے۔ کہ بنی امیہ کی خلافت کے زمانہ میں خارجی لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے۔ اس لئے سلف کے بزرگوں کو اہل بیت کے فضائل بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہوئی جس کے باعث ان کے فضائل زیادہ تر کتابوں میں لکھے گئے۔ پھر کچھ دیر تصوف وخوارق کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اصحاب کے زمانہ میں خوارق کا اس قدر ظہور نہ تھا۔ جس قدر کہ بعد میں ظاہر ہوئے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کمالات کے منتہی کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر تصرف ظہور میں نہیں آتا۔ اسی واسطے پیغمبروں سے معجزے

ارادہ کے بغیر خوارق ظاہر ہو جایا کرتے تھے۔ اور بعض سے وقت کے موافق جب کہ کفار ان کا انکار کر دیتے تھے۔ ان کے تصرف اور خواہش کے بغیر معجزہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ پھر مشائخ کے انکار کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اولیاء کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ ان اگر ے کوئی گناہ صادر ہو جائے۔ تو اُن کے احوال پر بطلان کا حکم کرنا جہالت اور بے بھی کا باعث ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ جس مقام اور منزل میں یہ اکثر یا دائمی طور پر ہیں۔ کونسا ہے۔ اس حال میں اگر بشریت کے باعث ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے۔ تو ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر مشائخ کو ان کی زندگی میں لوگ زندیق اور بے دین کہتے رہے ہیں جیسے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا۔ لیکن حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد قبولیت حاصل ہوئی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بالکل پاک و مبرا تھے۔ اگر دنیا میں ہوتے یعنی بادشاہ یا بادشاہ کے وزیر ہوتے تو اس انکار کے باوجود جو کہ اُن کی زندگی میں کرتے ہیں۔ کوئی شخص ان کو قبول نہ کرتا۔ اور موت کے بعد بھی لوگوں کے طعن و ملامت سے نہ بچتے۔ یہ سب اختلافات جو اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین میں پیدا نہ ہوئے۔ اُن کا سبب یہی ہے۔ کہ دنیا میں منصب خلافت کے باعث تھے۔ ورنہ وہ اصحاب جو پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ اور فقر کے طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی نے اُن کی نسبت کلام و گفتگو نہیں کی۔ نیز اصحاب کے بارہ میں گفتگو کرنا دین و ایمان میں داخل نہیں۔ بہت سے ایسے بھی مومن ہیں۔ جو خدا اور رسول کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن ان کے ایمان میں کوئی شک و شبہ نہیں ٭

پندرھویں مجلس

جمعہ ۱۰ رجمادی الاول ۱۰۱۱ھ کو فقیر مجلس عالی میں حاضر ہوا۔ ان سطروں کے لکھنے والے یعنی اس فقیر نے بعض شرعی ضرورتوں کے باعث سفر کی رخصت طلب کی۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ کہاں جاؤ گے۔ فقیر نے اپنی عاجزی اور پست ہمتی نظر کر کے کہ قرب کی دولت سے دور ہوا جاتا ہوں۔ اور انس کی مجلس سے جدا ہوتا ہوں۔ بڑے ادب سے حیران پریشان ہو کر عرض کیا کہ بلا و مصیبت لینے جاتا ہوں۔ حضور نے بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اور ایک دنیادار کی طرف جو اپنے ہمسروں میں بہت ہی نیک مشہور تھا۔ اسی ندامت کے جنگل کے

آوارہ گرد کی سفارش کے بارہ میں چند کلمات تحریر فرمائے۔ کچھ مدت تک حضور کی ظاہری جدائی اور بُعد مکانی میں بسر کیا۔ اور اس ظاہری باطنی دولت سے الگ ہو کر طرح طرح کی تکلیفیں اور ندامتیں اٹھاتا رہا۔ اس مدت میں عبودیت کے نشان والے خط اپنے بلاکش دل کے احوال کے متعلق نیازمندی کی قلم سے لکھتا رہا۔ جو مجلس عالی کے حاضرین کی نظروں میں گذرتے رہے۔ اور بارگاہ عالی کے غلاموں کے مطالعہ میں آتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کا عنایت نامہ جس میں عمدہ عمدہ حقائق اور اچھی اچھی نصیحتیں درج تھیں۔ کہ وہ سراسر نسخہ سعادت تھا۔ صادر ہوا۔ اس مکتوب کی پشت پر حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی عمدہ عمدہ مضمون لکھنے والی قلم کے لکھے ہوئے چند کلمے فقیر کی پیاسی اور منتظر نظر سے گذرے۔ ان کو پڑھ کر وہ حالت طاری ہوئی۔ جو کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے باہر ہے اس کا کچھ کچھ مزہ اس مصرعہ سے پایا جاتا ہے۔ مصرع

لگایا میں نے جب اُس کو منہ سے تو مست و بیخود ہوا خوشی سے

وہ کلمات حقائق آیات یہ ہیں۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اللہ تعالےٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ جو کچھ ضروری اور لکھنے کے قابل تھا۔ وہ حضرت مخدومی کے مکتوب میں لکھا جا چکا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ فرصت اور قوت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت جان کر اس کے موافق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ افسوس کہ اب اس عاجز اور نفس کے گرفتار میں کام کی طاقت نہیں رہی۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس تھوڑی سی عمر میں دیوانوں کی طرح اپنی بازماندگی اور ناکامی کا ماتم کرتا اور اپنی ساری زندگانی کو اس راہ میں فدا کرتا۔ اللہ تعالےٰ اس اُفتادگی اور کم ہمتی میں بھی درد و شوق عطا فرمائے۔ تاکہ اپنے دونوں جہانوں کے کاموں کو اُس کے قبضہ اقتدار کے حوالہ کر کے تمام گرفتاریوں اور قیدوں سے آزادی اور فراغت حاصل کروں۔ آمین یا رب العلمین۔ امید ہے کہ وہ بھائی بھی فقیر کی اس آرزو کے حاصل ہونے کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر دُعا کریگا۔ کیونکہ غائب بھائی کی دعا غائب بھائی کے لئے بہت جلدی قبول ہوتی ہے۔ والدعا والسلام

اس گروہ کے مذاق والے اور حقائق کے جاننے والے داناؤں پر ظاہر ہے۔ کہ ان کلمات سے کس قدر فنا اور تعطش (یعنی پیاس و شوق) اور اخفا (یعنی اپنے آپ کو چھپانا) اور مجرد مردی انتہائی اور یکسوئی اور اسقاط وجود (یعنی خود بینی کا نہ ہونا) اور رضامندی مفہوم ہوتی ہے۔ مصرع

جانتا ہے دوست کہ بیگانہ نہیں یہ

سولھویں مجلس

بروز ہفتہ یکم ماہ صفر ۱۰۱۲ھ کو فقیر حضور کی سعادت سے مشرف ہوا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ تو کہاں گیا اور کیسے رہا اور کیا لایا۔ ان کلمات کا جواب اگرچہ قال کی زبان پر یہ تھا۔ کہ گمراہی کی سرحد تک گیا اور تفرقہ اور جدائی میں رہا۔ اور ندامت و شرمندگی لایا۔ لیکن حضور کی ہیبت اور رعب کے باعث حال کی زبان پر سوائے خاموشی کے اور کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ یا یوں سمجھو کہ پوشیدہ باتوں اور دلی بھیدوں کے جاننے والے آنحضرت قدس سرہٗ کے حضور میں زبانِ حال ہی کو اپنا حال بیان کرنے کے لئے کافی سمجھا۔ اور زبان قال سے کچھ کہنا فضول اور بے ادبی کا باعث جانا۔ اور جونہی کہ اس جمالِ باکمال کا نظارہ اور نیستی اور فنا کا مطالعہ کیا۔ اور ذاتی انوار جو اس اسماء و صفات کے مظہر پر چمک رہے تھے ان کی شعاعوں کا عکس فقیر پر پڑا۔ ساری عقل و ہوش جاتی رہی۔ اور بے اختیار ہو کر زار زار رونے لگا۔ حضور عالی کی مجلس سے الگ چلا گیا۔ اور خوب جی کھول کر رویا۔ بہتیرا یار دوست سمجھاتے اور صبر کی تلقین کرتے مگر رونا نہ تھمتا اور صبر نہ آتا ہے

اگر روکے دلبر سے مطلب کو پائیں تو رو رو کے سب عمر یونہی گنوائیں

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس روز سے غفلت کا وہ زنگار جو حضور عالی کی خدمت اقدس سے جدا ہونے کے اس تعلقات دنیاوی کے گرفتار کی استعداد کے آئینہ پر پڑ گیا تھا۔ کچھ کچھ دور ہو گیا۔ اور غیروں کی صحبت کی سیاہی اور عقل کو فریب دینے والے دیو یعنی نفس امارہ کی ہمنشینی کا غبار صاف ہو گیا۔ اور فقیر کا دل حضور کی ظاہری مجلس اور قیمتی باتوں کے سننے کا مشتاق ہو گیا۔ چونکہ حضور نے غیبی اشاروں سے معلوم کر لیا تھا۔ کہ دروازہ خلق پر بند کر دینا چاہئے فقیر کس گنتی میں ہے۔ اکثر مخلص اس بات کے خواہاں تھے۔ کہ سابقہ دستور کے مطابق حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہیں۔ مگر اس طرح کا حضور میسر نہ ہوتا تھا۔ اسی سبب سے حضور کی حقائق آیات کلمات کے بے واسطہ سننے کا اتفاق نہ ہوتا تھا۔ ان غیبی اشاروں میں سے جو حضور کے الگ اور تنہا رہنے اور امر ارشاد کی طرف توجہ نہ کرنے اور مریدوں کے احوال نہ پوچھنے کا باعث ہوئے۔ ایک یہ ہے جو نقل صحیح اور معتبر روایت سے لکھا جاتا ہے۔ کہ حضور نے اپنی نسبت

ایک واقعہ دیکھا جس کے آخر میں یہ عبارت تھی۔ فَبَقِیْتَ وَحِیْدًا طَرِیْدًا فَرِیْدًا (اب تو الگ تنہا اور خلوت میں رہ) ایسے ہی دوسرے واقعات سے بھی ظاہر ہوا۔ کہ مریدوں کو ہر جگہ اور ہر وضع پر مقرر کرنا چاہیئے۔ حضور نے بڑی شفقت سے تاکید کر کے فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی مرضی مشیخت کے ترک کرنے میں ہے۔ تو یاروں کو چاہیئے۔ کہ ہم کو اپنی تربیت کے لائق نہ سمجھیں۔ اور جہاں چاہیں۔ اپنے مقصود کے حاصل کرنے کے لیئے چلے جائیں۔ صرف تین چار دوست اس تکلیف میں شامل نہ تھے۔ جب اُمّید واروں کے دل اس بات سے بہت ہی پریشان ہوئے۔ تو حضور نے بڑے کرم اور مہربانی سے فرمایا۔ کہ میں امر نہیں کرتا۔ کہ ضرور ہی چلے جائیں۔ اس کہنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اپنے ذمہ سے بری ہو جاؤں۔ کیونکہ بعض دوست درس و تدریس اور بعض تحصیل علم اور بعض اپنے روزگار اور کاروبار کو چھوڑ کر فقر کی محنتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے۔ جن دنوں میں تصرف کو ترک کیا ہوا تھا۔ ایک مخلص کے حال پر توجہ فرمائی۔ لیکن ظاہر ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے۔ اس بات سے نہایت متفکر ہوئے۔ کہ شائد اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور لطف نہیں ہے۔ دو تین دن کے بعد جب ثابت ہوا۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت ہی عنایت ہے اور کئی قسم کے پوشیدہ راز ہیں۔ تو یہ فکرمندی دور ہوئی۔ اور قولاً اور فعلاً کھانے پینے کے تمام چھوٹے چھوٹے کاموں میں اس پھول کے پتے کی طرح جو راستہ پر پڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی خلاف مرضی سے کانپتے تھے۔ اور رضا و تسلیم کے راستہ پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے تھے۔ یہ امر جبکہ رحلت کے ایام قریب تھے۔ بہت ہی قوی ہو گیا تھا۔ اور انتقال کرنے سے پہلے کئی دفعہ حضور نے فرمایا کہ ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سے کوئی بہت بزرگ فوت ہو جائیگا۔ اس دفعہ کے بعد حضور کے دل میں آیا۔ کہ شہر دہلی کے گرد و نواح میں کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیئے۔ اور خلقت کا ملنا جلنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور جب عمر ختم ہو جائے۔ تو وہیں دفن ہونا چاہیئے۔ اس بارہ میں بہت دوستوں نے استخارہ بھی کیا۔ جب اس ارادہ کے مصمم ہونے پر اجازت نہ ملی۔ تو اس ارادہ سے باز آئے۔ اور اس سے زیادہ واضح ایک اور واقعہ دیکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ جس مطلب کے لیئے تمہیں جہان میں لائے تھے وہ پورا ہو چکا۔ اب یہاں سے سفر کرنا چاہیئے۔ اور انتقال سے چند دن پہلے حضور نے فرمایا۔ کہ بہت ہی عجیب خواب دیکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ زمانہ کا قطب مر گیا۔ اس وقت میں ماتم پرسی کا

بہت ہی عمدہ قصیدہ اپنے مرثیہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اور اس میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اشارے اور کنائے درج ہیں۔ اس طرح کسی دوسرے وقت ایک مخلص کو کسی موقعہ پر فرمایا کہ زمانہ کا قطب اور ہے۔ لیکن وہ بعض کامل صفتیں نہیں رکھتا۔ ہم ان صفات میں اس کے ممد اور معاون ہیں۔ تمام دوستوں اور خاصکر ان یاروں کا جو اکثر حضور کی ملازمت اور خدمت میں رہے ہیں۔ اور جنہوں نے ایام سابقہ میں اس نسخہ کمالات کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ ان سب کا اتفاق ہے۔ کہ واقعی حضور کے صفات یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ ان سے بڑھ کر اس وقت کسی اور سے متصور نہیں ؎

تھا وہ شیشہ جہاں وجود کا نور اصلی صورت میں کر رہا تھا ظہور

جن دنوں میں حضور کی توجہ امر ارشاد کی طرف بہت کم تھی۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ اس تجرد اور تنہائی اختیار کرنے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ ہمیں ایک ایسا مقام دکھاتے ہیں۔ جہاں پہنچنے کے لئے مدتوں سے انتظار تھا اس کے بعد بہت فائدے یاروں کو پہنچیں گے اور اب بھی جو لوگ ہماری طرف متوجہ ہیں۔ ہمارا حاضر اور غائب رہنا ان کے حق میں یکساں ہے۔ انہیں اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ ہمارا ان سے غائب رہنا اور ان کے حالات کا نہ پوچھنا انکی ترقیوں کا مانع نہیں ہے۔ لیکن یہ بات کہ ہم شیخ یا مرشد بنیں یا کچھ ہمارے اپنے اختیار سے ہو جائے۔ درمیان سے اُٹھ گئی ہے۔ پھر اس عزیز نے پوچھا۔ کہ اس کے لوازم و آثار کیا ہیں۔ اور وہاں پہنچنے کا وقت کب ہے۔ فرمایا اس کا وقت تب ہوگا۔ جب ہماری عمر چالیس سال تک پہنچ جائیگی۔ اور اس کے لوازم یہ ہیں۔ کہ جو کوئی دیکھیگا۔ سجدہ کریگا۔ جب حضور کی عمر چالیس سال تک پہنچی۔ اس سرائے فانی سے کوچ فرمایا اور آخرت کے باقی ملک کی طرف تشریف لے گئے ؎

ملے جلے ہیں جہاں میں بہار اور خزاں کہیں خوشی اور کہیں ہے آہ و فغاں

بعض مخلصوں کے خیال میں اس واقعہ کی تعبیر حضور کا وہ کلام ہے۔ جو حضور نے ایام رحلت کے قریب فرمایا تھا۔ کہ ان دنوں میں ہم کو تمام سلسلوں کی اجازت حاصل ہوگئی ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کو جس جگہ کہ وہ ہے۔ آیت کریمہ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا (جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرتے ہیں رضامندی سے اور نارضامندی سے) کے موافق فائدہ اُس کو پہنچتا ہے۔ خواہ وہ جانے یا نہ جانے۔

پندرھویں ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۲ھ کو پرانی دائمی بیماریوں کے علاوہ کہ جن میں بظاہر
تندرست دکھائی دیتے تھے۔ تپ بھی لاحق ہو گیا۔ اور یہی آخری مرض تھی۔ اِس مرض
کی حالت میں حضور فرماتے تھے۔ کہ خواب میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی۔
خواجہ قدس سرہٗ نے بڑی عنایت و مہربانی فرمائی۔ اور حکم دیا کہ پیراہن پہن لو۔ اس واقعہ کو
بیان کر کے حضور نے تبسم کیا۔ اور فرمایا کہ اگر زندہ رہے۔ تو ایسا ہی کرینگے۔ ورنہ
کفن ہی پیراہن ہے۔ اس مرض کے لاحق ہونے سے پہلے ایک دن اپنے ازواج
مطہرات میں سے کسی ایک کو فرمایا۔ کہ جب میری عمر چالیس تک پہنچ جائیگی۔ مجھے ایک
بڑا واقعہ پیش آئیگا۔ اور اُس کے سمجھانے کے لئے خوش طبعی کے طور پر نزدیک
ہو کر اپنی ہتھیلی کو دکھایا۔ اور فرمایا کہ یہ خط جو میرے ہاتھ کی تلی میں ہے۔ اس واقعہ کی علامت
ہے۔ گھر کے لوگ اس خبر کو سُن کر بہت حیران و پریشان ہوئے۔ فرمایا۔ کہ چالیس سال
کم نہیں ہیں۔ کیا چالیس سال تک زندگانی کم ہے۔ پھر ان لوگوں کے دل کو تسلی کے
لئے فرمایا۔ کہ اس خط کو دوسرے خط سے ملایا ہوا ہے۔ حضور کی عادت مبارک یہ
تھی۔ کہ جب کبھی کشف یا خرق عادت و کرامت کی نسبت کلام فرماتے تھے۔ تو اُس
کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کو کسی چیز کے حوالہ فرماتے تھے۔ چُنانچہ اس
قسم کی مثالیں آخری فصل میں بیان کیجائینگی۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اور اس مرض سے
پہلے ایک ہفتہ کھُلم کھُلا اپنے انتقال کی خبر دی تھی۔ جس کا بیان اس طرح ہے۔ کہ
ظاہری ولی نعمت نے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالےٰ نے اس عالم اسباب میں اپنے بندوں
کی روزی عطاء فرمائی ہے۔ اور حسب و نسب اور سیادت و سعادت سے بہرہ مند
فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اُس کو اپنے نام کی طرح عزت و شرافت میں یکتا رکھے
دوستوں کی ایک جماعت کو خدمت میں بُلایا ہوا تھا۔ جن میں یہ فقیر بھی شامل تھا۔ ایک عزیز
نے مجھ ناچیز فقیر کی طرف سے عرض کی۔ کہ اس کو مطالبہ کے لئے لشکر میں بھیجنا چاہیے۔ حضور
نے فرمایا۔ کہ چند دن تک کہیں نہ جائے۔ کیونکہ ہماری عمر کا بازار بند ہونے والا ہے۔ اور اب ہمارا
کام ہو چکا ہے۔ اب اس کو ہم سے منافع کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ یہ منع باوجود اس قدر
بے توجہی کے جو مریدوں کے حق میں فرماتے تھے۔ غرابت اور تعجب سے خالی نہ تھی۔ بروز
ہفتہ ۱۷۔ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۲ھ کو حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق سلمہ اللہ تعالیٰ کے

براہ فقیر مجلس عالی میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ کل رات بدن کے جوڑ و اعضاء اِس قدر درہم برہم ہوئے۔ کہ گویا نزع کی حالت ہو گئی۔ آدھی رات تک ایسا ہی حال رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی عنایت سے آرام ہو گیا۔ اگر مرنے سے یہی مراد ہے۔ تو بہت ہی عجیب نعمت ہے۔ کیونکہ اس حال سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اسی بیماری میں حضور نے وصیت فرمائی۔ کہ ہمارے پاس ایک دو مشتبہ کتابیں ہیں۔ ان کو ان کے مالک کے ہاں بھیجدو حالانکہ شرعی ہبہ کے موافق حضور کے قبضے اور مِلک میں آچکی تھیں۔ اور وہ میراث جو حضور نے پیچھے چھوڑی۔ نقدی سے ایک روپیہ اور اجناس سے چند کتابیں۔ ایک گھوڑا۔ ایک فرش۔ اور یہ طریقہ ہے جو مریدوں میں معمول ہے ؎

تری راہ میں گر جاں ہو جائے قربان   ترا عشق دے جاؤں ورثہ میں اے جاں

جمعرات ۲۳ ماہ مذکور کی شام کو بہت تندرست اور خوش نظر آتے تھے۔ چنانچہ عصا ہاتھ میں لیکر اپنے مبارک پاؤں سے چلکر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک تشریف لیگئے۔ اور بہت خوش ہو کر اس گھر میں جو دریا کے کنارے پر تھا۔ اور اس میں مخالف ہوا آتی جاتی تھی رونق افروز ہوئے۔ اور نماز شام اشارہ کے ساتھ ادا فرمائی۔ اور وہ کپڑے جو ہمیشہ بیماری کے دنوں میں پہنا کرتے تھے اُتار دئے۔ اور مثنوی مولوی معنوی بلند آواز سے پڑھنے لگے۔ حضور اس وقت اپنے ساتھ زمزمہ رکھتے تھے۔ وہ مخلص جو بیمار پرسی کی خدمت پر مامور اور مخلص تھے۔ اس حال کو دیکھ کر متحیر اور حیران ہو گئے۔ بعض حاضرین نے بعض پوشیدہ علوم کے متعلق تحقیقات کیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن مجید میں جو غیب کے ساتھ ایمان لانے کا حکم آیا ہے۔ وہ عام مسلمانوں کے لئے ہو گا نہ کہ اہل مشاہدہ کے لئے۔ کیونکہ اہل مشاہدہ اپنے مشہود کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ایسا نہیں ہے۔ ایمان بالغیب کا حکم عام اور خاص سب مومنوں کے لئے ہی ہے۔ بیت

جو کچھ تو سمجھتا ہے خدا اس سے وراء ہے   وہ تیری سمجھ اور فراست سے بڑا ہے

جمعہ کی رات کے اخیر حصہ میں حضور کے دِل کو ضعف آگیا۔ اور بیخود ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ہوش میں آگئے۔ چہرہ مبارک ہشاش بشاش تھا۔ کمال قرار و آرام کے ساتھ اپنی مبارک آنکھوں کو کھولا لیکن اس وقت سے لیکر وصال تک کوئی بات چیت نہیں کی۔ اس خاموشی کے وقت جو صرف بارہ پہر تھی۔ اگرچہ ایسی ایسی دوائیں ملتے رہے۔ جو حضور کی طبع

شریف کے مخالف نہیں۔ لیکن حضور کی طبیعت میں کوئی ملال نہ آیا۔ بہرحال رضاءِ الٰہی کو مدنظر رکھتے تھے۔ بلکہ اس حالت خاموشی سے پہلے ایک دوست نے بڑی دلسوزی اور محبت سے کہا کہ سبحان اللہ کیا اس قدر نئی پرانی بیماریاں کم تھیں۔ کہ اندرونی سوزش بھی اُن پر بڑھ گئی۔ تو حضور نے اس دوست کو جھڑک کر منع کیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے ملک کا مالک ہے جس طرح چاہتا ہے۔ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے۔ کسی دوسرے کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ غرض رحلت فرمانے تک بڑے قرار و آرام کے ساتھ رہے۔ اور ہرگز متغیر نہ ہوئے۔ البتہ ہندو طبیب کے آنے سے حضور کے رُوح مبارک کو بڑا صدمہ ہوا۔ اُس کے آنے کو حضور نے مکروہ جانا۔ اور چین بجبیں ہو کر طبیب کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ یہ حال دیکھ کر خواجہ نظام الدین احمد نے عرض کیا۔ کہ حضور کی والدہ ماجدہ کی رضا سے یہ گستاخی کی گئی ہے۔ ورنہ حضور کی طبیعت مبارک کا حال معلوم ہے۔ کہ حضور ہندو طبیب کے لانے پر راضی نہیں ہیں۔ اس بات کے سُننے سے حضور کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ اور والدہ کی مرضی پر راضی ہو گئے۔ اس وقت ایک دوست نے الٰہ العالمین کا نام کہا۔ حضور نے بہت جلدی اس کی طرف دیکھا۔ اور اپنے سر مبارک کو جو بیقرار رکھا تھا اُس کی طرف پھیر لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ دیکھا اپنے محبوب کا نام سُن کر حضور کو کس قدر شوق پیدا ہوا۔ یہ بات سُن کر حضور کی حقائق بین آنکھوں میں بے اختیار آنسو ڈبڈبا آئے +

ستارھویں مجلس

بروز ہفتہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو حضور کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ گویا حضور کا آخری وقت تھا۔ موت سرہانے کھڑی تھی۔ اس وقت جو مخلص دیدار کے لئے آتا۔ ایک لحظہ اس کی طرف دیکھتے پھر نظر کا اشارہ کر کے یا آنکھ بند کر کے اُس کو رخصت فرما دیتے۔ جب اس مسودہ کا جامع (یعنی یہ فقیر) حضور کی نظر مبارک کے سامنے آیا۔ بہت دیر تک حقیر کی طرف متوجہ رہے اور کسی اور طرف نظر نہ پھیری۔ اور برخلاف عادت کے کئی دفعہ شفقت اور رحمت کی آنکھ سے فقیر کی طرف دیکھا۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ (یا اللہ ہمیں تو اُن کی برکات سے بہرہ مند فرما) حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد رو رہے تھے۔ حضور نے ایسی نظر کے ساتھ

جو وداع کے وقت ہوتی ہے۔ اُن کی طرف دیکھا۔ اور ان کے حال پر بہت ہی شفقت و مرحمت فرمائی۔ لیکن حضور کے چہرہ مبارک پر جیسے کہ حضور کی عادت مبارک تھی تبسم اور تعجب کے آثار ظاہر تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو درویشوں کے گروہ سے جانتے ہو۔ اور اس معاملہ میں بچوں کی طرح رو رہے ہو پھر بڑی شفقت اور مہربانی سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دیر تک پکڑے رکھا۔ اور اپنا ہاتھ مبارک ان کے منہ اور سر پر پھیرا۔ اس اخیر بیماری کے وقت خواجہ حسام الدین احمد کے سوا اور کوئی دوستوں میں سے خدمت عالی میں موجود نہ تھا۔ اگرچہ میاں شیخ الہ داد نزدیک تھے۔ لیکن اس ضعف اور بیماری کے باعث جو حضور کے ضعف اور کمزوری کو دیکھ کر ان کو لاحق ہو گئی تھی مجلس عالیہ میں حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ غرض شب و روز حضور کی خدمت میں حاضر رہتے۔ خاصکر بیماری کے دنوں میں۔ ان کے سوا اور کوئی یار حضور کی خدمت و ملازمت میں نہ تھا۔ چونکہ جگہ بہت تنگ تھی۔ یار باری باری شرف ملاقات سے مشرف ہوتے اور باہر آ جاتے۔ فقیر بھی ان بزرگوں کے اشارہ سے جو وہاں موجود تھے باہر آ گیا۔ اللہ تعالےٰ ان نظروں کی طفیل اور ان اوقات کی صفائی کی برکت سے اس ناکامی کے جنگل کے سرگردان اور کج طبیعت کے بازیچہ کو برے خاتمہ سے نگاہ رکھے۔ اور اپنے کرم و بخشش سے ان خطاؤں اور قصوروں کو جو اس گھر کے پلے ہوئے اژدہا اور عقل کو فریب دینے والے غول یعنی نفس اور شیطان کی ہمنشینی سے صادر ہو رہی ہیں۔ وصول الی اللہ کی راہ سے روکنے والا نہ بناوے۔ الغرض ہفتہ کے دن سے ابھی تھوڑا وقت باقی تھا۔ کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر اسم ذات میں مشغول ہوئے۔ اور اسی حال میں دو تین گھڑی کے بعد وصال فرمایا۔ اور عالم قدس میں جا بسے

مثنوی

جہاں ہے صندلی اور آبنوسی	کبھی ماتم کبھی ہے یاں عروسی
غم و شادی کا یاں یک جا ہے ساماں	کبھی روتا کبھی کوئی ہے شاداں

رُباعی

کس نے کہا وہ مایہ امید مر گیا	کس نے کہا وہ دولت جاوید مر گیا
اس شک آفتاب نے چڑھ بام پر کہا	آنکھوں کو بند کر کے وہ خورشید مر گیا

اب فقیر حضور کے چند اخلاق اور اطوار جو عام مخلوقات اور مریدوں کی تربیت کی نسبت

فرمایا کرتے تھے۔ مختصر طور پر دو فصلوں میں بیان کرتا ہے۔

پہلی فصل

(اُن عادات اور احوال میں جو حضور عام مخلوقات کے حق میں برتتے تھے)

حضور کا طریقہ مبارک خلق اللہ کے ساتھ یہ تھا۔ کہ جب کوئی شخص حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا۔ حضور اُسی کے موافق اُس کے ساتھ سلوک کرتے۔ اُس کی عزت و قدر کے مطابق اپنی بارگاہ میں اُس کو جگہ دیتے۔ علماء و سادات کی بڑی تعظیم بجالاتے۔ زیادہ خاموش رہتے۔ مگر نو وارد کی دلجوئی کے لئے جس قدر کہ جواب کے لئے کافی ہوتا۔ کلام فرماتے۔ لیکن جب تصوف اور وحدت وجود یا کسی اور اختلافی امر کی نسبت گفتگو شروع ہوتی۔ تو نہایت واضح طور پر اور کھول کر بیان فرماتے۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر عقل و فہم کے پھسلنے کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اُلٹ سمجھ لے۔ اور مذہب صحیح کے مخالف چل پڑے۔ اگر کوئی دنیادار یا تکلف والا حاضر ہوتا۔ تو اُس کی ذاتی حیثیت کو مدنظر رکھ کر ایک دو باتیں تکلف کے ساتھ فرماتے۔ اور اس طرح خندہ پیشانی سے اُس کے ساتھ پیش آتے۔ کہ کسی قسم کا تکلف یا کراہت معلوم نہ ہوتی۔ حضور کی بارگاہ میں دنیا یا دنیاداروں یا جہان کی خبروں کا ذکر تک نہ ہوتا تھا۔ ہاں جب کوئی حاجتمند دنیادار اپنی حاجت بیان کرتا یا کوئی دنیا کا کام اس کے متعلق ہوتا تو اس کے مطابق بقدر ضرورت دنیاوی بات چیت کرتے۔ مسلمانوں کی ضروری حاجتوں کے پورا کرنے میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ اور قول و فعل کے ساتھ حاجتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرتے۔ حضور سے کوئی ایسی بات سُننے میں نہیں آئی۔ جو وجود قدرت پر دلالت کرتی ہو۔ (یعنی ایسی بات جس سے پایا جائے کہ میں ایسا کرونگا یا ویسا کرونگا علےٰ ہذا القیاس) مگر ایک دفعہ جبکہ ایک مخلص نے جو بظاہر اپنی مشغولی یعنی ذکر و مراقبہ میں مست تھا۔ اور بعض اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اور اُس نے بڑی عاجزی اور حسرت کے ساتھ اپنی کم توفیقی اور دوستوں کے طعن کی نسبت عرض کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ جس طرح تو چاہتا ہے۔ اسی طرح رہ۔ اور طعن لگانیوالوں کی اندرونی کدورت اور اس مخلص کی دلی نورانیت کا ملاحظہ کرکے فرمایا۔ کہ دل میں آتا ہے۔ کہ متوجہ ہو کر ایک ساعت میں اس شخص کو بلند مرتبہ پر پہنچا یا جائے لیکن ضعف کے سبب کچھ ہو نہیں سکتا۔ ورنہ ابتداء سے لیکر انتہا تک کسی دوست نے

حضور نے جو سراسر دریائے نیستی اور فناء میں غرق تھے۔ اس قسم کی بات نہیں سنی۔ ایک دفعہ
کسی حکمت کے لئے کسی خاص دوست کو فرمایا۔ کہ جب میں اپنے یقین کا تصور کرتا ہوں۔ تو
حق تعالےٰ کے بحرِ وجود سے ایک قطرہ کی طرح معلوم کرتا ہوں۔ اور اسی یقین پر زندگانی
بسر کرتا ہوں۔ غرض ظاہر باطن اور خلوت وجلوت میں دوام آگاہی اور حق تعالےٰ کے
حضور اور شہود میں رہتے۔ اگر کسی شخص سے غیر شرع کام صادر ہوتے دیکھتے۔ تو اس کو
سختی کے ساتھ امر معروف نہ کرتے۔ اور اگر ضروری معلوم ہوتا۔ تو اشارہ یا مثال کے
ساتھ اس طرح بیان فرماتے۔ کہ اس کے دل نشین ہو جاتا۔ اور امر معروف کے نہ کرنے
کا باعث یہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو عام انسانوں کی طرح جانتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔
کہ امر معروف علماء اور محتسبوں پر ضروری ہے۔ ایک دن ازواج مطہرات میں سے
کسی ایک نے حضور کی بے ادبی کی۔ حضور نے علماء سے مسئلہ کی تحقیق فرمائی۔ کہ اگر
ہماری بے حرمتی اور بے ادبی کے باعث اس کے ایمان میں فتور آگیا ہو۔ تو پھر از سر نو
نکاح کرلیں۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اگر اسی طرح کوئی شخص علماء کی ایسی بے ادبی کرے۔ تو
اس کا حکم کیا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ہم علماء کے زمرہ میں داخل نہیں ہیں۔ کتاب میں دیکھو
کہ اگر کوئی مومن دوسرے مومن کی بے حرمتی اور بے ادبی کرے۔ تو اس کو کیا لازم آتا ہے۔
اور اُس کا کیا حکم ہے۔ غرض شریعت کے راستہ سے ایک بال بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہوتے
تھے۔ اور مفتیٰ بہ روایتوں پر عمل کرتے تھے۔ اور جن امور میں کسی قسم کا شبہ ہوتا قولاً و فعلاً ان
سے پرہیز کرتے۔ اور اِس بارہ میں ایسی باریک نظر رکھتے۔ اور غور فرماتے کہ عقل حیران ہو جاتی۔
اگر کوئی کام کرتے۔ تو اس میں اس قدر حقوق شرعیہ کی رعایت کرتے۔ کہ جب تک اس کی
حقیقت نہ کھلتی۔ اس عمل کے اسرار پر اطلاع نہ ہوتی۔ اور معلوم ہوتا کہ رعایت کا نہایت
درجہ یہیں تک ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ مثلاً ایک دن بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت
آگیا۔ حضور نے مصلّا طلب فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنا کمر بند بچھا دیا۔ حضور
نے فرمایا۔ کہ تمہارے کپڑے پر نماز کا ادا کرنا بے ادبی ہے۔ اُس کے کپڑے کو الگ پھینک دیا۔
اور نماز زمین پر ادا فرمائی۔ بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ اس شخص نے وضو کر چکنے کے بعد اپنے دھوئے
ہوئے اعضا کو اس کپڑے کے ساتھ صاف کیا تھا۔ اگر کوئی شخص حضور کی خدمت میں غیبت کا تو
کیا ذکر کسی مسلمان کو حقارت یا برائی سے یاد کرتا۔ تو حضور فوراً اس مسلمان کی تعریف اور توصیف

شروع کر دیتے۔ حتیٰ کہ وہ شخص بھی اس مسلمان کی تخفیف اور تحقیر کو چھوڑ کر حضور کی طرح
اس کی تعریف و توصیف کرنے لگ جاتا۔ ایک شخص سے ایسے ایسے بُرے افعال
صادر ہوئے ہوئے تھے۔ کہ اس کے باپ دادا نے اُس کے حق میں شہادت لکھدی
تھی۔ کہ اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ لیکن قاضی نے اُس کے قتل کا حکم نہ کیا تھا۔
ایک عزیز نے اس شخص کی بُرائیوں کو بڑے تعجب اور عیب چینی کے خیال پر حضور کی
خدمت میں بیان کرنا شروع کیا۔ حضور نے سن کر کچھ تعجب نہ کیا۔ بلکہ اُس کے حق میں ہر طرح
کی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اس حال کو دیکھ کر وہ بیان کرنے والا شخص وجد میں آگیا اور
کہنے لگا۔ سبحان اللہ حضور جو کہ مخلوق اور مفید ہیں۔ انکی شفقت اور رحمت اس قدر
ظاہر ہے۔ تو اللہ تعالے جو کہ ارحم الراحمین ہے۔ اُس کی رحمت کس قدر وسیع ہوگی۔ اس
نے اس نظر کے غلبہ سے ہنس کر عرض کی۔ کہ اس بات سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسا گناہ نہیں
ہوگا۔ جس کا کرنے والا دوزخ کے لائق ہو جائے۔ حضور نے اس عزیز کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا۔ کہ تم عزیز آدمی ہو۔ اِس لئے تم کو اس کی بُرائیوں سے تعجب آتا ہے۔ اور
ہم چونکہ اس کو اپنے نفس کے مقابل خیال کرتے ہیں۔ اِس لئے کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔
کسی شخص نے ظاہر کیا۔ کہ حضور کے صوفی کام بہت کرتے ہیں۔ اور اپنی مشغولی اور
وظائف میں مشقت اور ریاضت بجا نہیں لاتے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ یہ بیچارے کیا کریں
ہم نے بھی اس امر میں کوئی مشقت و تکلیف نہیں اٹھائی۔ جس طرح ہم نے یہ دولت
مفت پائی ہے۔ یہ بھی مفت لینا چاہتے ہیں۔ اگر حضور کسی مُرید سے بُرا کام صادر
ہوتا دیکھتے یا سُنتے تو تہمت اپنے اوپر لگاتے اور فرماتے کہ یہ سب ہماری ہی بدصفتی
کا اثر ہے۔ جب ہم میں بُرائیاں موجود ہیں۔ تو یہ فقیر کیا کریں۔ جو کچھ ہم میں موجود ہے
وہی ان میں پرتو ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ میاں شیخ تاج نے جو حضور کے خلفاء میں سے ہیں۔
اور سنبھل میں بود و باش رکھتے ہیں سنبھل کے ایک دوست کی نسبت جو بہت جذبہ اور
جنون والا تھا شکایت لکھی۔ کہ سنبھل کے لوگ اس کے اوضاع و احوال کو دیکھ کر طعن و ملامت
کرتے ہیں۔ حضور نے میاں شیخ تاج کے عریضہ کا جواب یوں لکھا کہ تمہارے دماغ کی خشکی
کو جو تم نے شیخ ابابکر کے بارہ میں ظاہر کی ہے پڑھا۔ اس قسم کی باتیں شفقت اور کارشناسی
کے مقام کے مناسب نہیں ہیں۔ جب اولیا کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ تو وہ نامراد

بیچارہ جس نے صرف چند دن ہی طریق تصفیہ کا سلوک کیا ہو۔ کہاں محفوظ اور معصوم ہو سکتا ہے۔ تاکہ اس سے کوئی کام امید کے برخلاف صادر نہ ہو سکے۔ خاصکر جبکہ اصل میں دیوانہ اور بے عقل ہو۔ تو پھر اس سے صفات و افعال کی استقامت کی امید نہ رکھنی چاہئے خواہ وہ ولایت ہی کے درجہ پر پہنچا ہو۔ خدا معلوم اس کو اس وقت نا معقول کام کیسا معقول معلوم ہوا ہوگا۔ اور صواب کی صورت اس کی نظر سے دور ہو گئی ہوگی۔ دیوانہ کا کارخانہ الگ ہے۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ شرعی تکلیفیں عقل پر وابستہ ہیں۔ غرض سب کو اپنے اپنے مرتبہ پر معذور سمجھنا چاہئے۔ اور فاعل حقیقی پر نظر رکھنی چاہئے۔ بلکہ وجود کی محبت کو دیکھنا چاہئے۔ شناخت اور معرفت کا ادب یہی ہے۔ انسانی نفوس مختلف ہیں یعنی امّارہ اور بعض مطمئنہ اور بعض ان دونو کے درمیان ہیں۔ جن کو لوامہ کہتے ہیں۔ وہ بھی اگر ذوی العقول کے ہوں مطمئنہ تو اولیا کے نفوس ہیں۔ نفس امّارہ والوں کو بھی معذور سمجھنا چاہئے۔ بلکہ لطف کی نظر سے اُن کو دیکھنا چاہئے۔ اور ہر کام میں جمیل مطلق کی حکمت و قدرت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ سنبھل والوں کے طعن کا بھی انکار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ رحم کی نظر سے اُن کو دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ عقل کی استقامت سے نکلے ہوتے ہیں۔ اور نفوس کے شیوہ اور طریقہ کو بھول گئے ہیں۔ اگر کوئی عاجز ایک گناہ کر بیٹھے۔ تو اس کے بطلان پر کیوں حکم کریں۔ اور تمام امور کا تلبیس پر کیوں حکم لگائیں۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ ملامت اولیاء کا حصّہ ہے۔ ہم خود ان کے ظہور میں دوسرا طریق رکھتے ہیں۔ جب کوئی ملامت پہنچتی ہے۔ تو اپنے آپ میں دیکھتے ہیں۔ اور ایک ایک بدصفتی اپنے آپ میں ضرور پاتے ہیں۔ اور اس اشارہ کو غیبی نصیحت جانتے ہیں چنانچہ اس طرز میں بھی اپنے آپ میں بڑے نفاق اور مکر معلوم کئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ پھر انشاء اللہ تعالےٰ وہ بدصفتی دُور ہوئی۔ بھلا بتلاؤ کہ سنبھل والوں کی ملامت سے کیا نقصان ہوگا۔ اس کی عبادت قبول نہ ہوگی یا توجہ کی صفائی دور ہو جائیگی یا درگاہ الٰہی سے مردود ہو جائیگا۔ کچھ نہیں ہوگا ؎

غلام یار کا بن اور جہاں پہ ڈال تو خاک

ایک دن ایک عزیز مخلص نے حضور کی خدمت میں اپنے حال کی شکایت کی۔ کہ مجھے ایک حال پیش آیا ہے۔ اگرچہ جانتا ہوں۔ کہ دوسرے دوستوں کے حال اس سے بہتر ہیں لیکن

میرا نفس اس پر مغرور ہو رہا ہے۔ حالانکہ استغفار اور توبہ بھی کرتا ہوں۔ لیکن وہ عجب اور غرور دور نہیں ہوتا۔ ایک اور صوفی خدمت عالیہ بیٹھا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ مرد بھی تمہاری طرح اسی حال میں گرفتار ہے۔ اس سے علاج پوچھو۔ اس عزیز نے عرض کی۔ کہ ہم دو تو بیمار ہیں۔ بھلا بیمار بیمار کا علاج کیا کریگا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ تم دو تو عزیز آدمی ہو۔ اور بہت کچھ حاصل رکھتے ہو۔ اس لئے تم اپنے آپ میں بہت کچھ دیکھتے ہو۔ ہم چونکہ کچھ نہیں رکھتے اس لئے کچھ نہیں دیکھتے۔ کس چیز پر ہم عجب اور غرور کریں۔ وہ عزیز کہتا ہے کہ اس بات کو سن کر قریب تھا۔ کہ میری ہستی کا تانا بانا ٹوٹ جائے۔ پھر عجب اور خود بینی کا کیا کہنا۔ اس کے بعد میں پھر کبھی اس طرح کے عجب اور غرور میں گرفتار نہیں ہوا۔

بحر عرفاں کے ساقی جس دم شراب دیتے ہیں پیالے بھر بھر
تو ہوش کانوں کو یوں ہے کہتی بنو ہمہ تن بشکل ساغر

ایک دن ایک بے خبر متفقہ عالم نے جو آپ بھی شریعت کے امور کا چنداں پابند نہ تھا۔ حضور پر اعتراض کی زبان درازی کی اور حضور کی اوضاع اور لباس مبارک پر بے جا اعتراض کرنے لگا۔ حضور نے اس کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ اور فرمایا کہ آپ جیسا عالم جہان میں نایاب اور بے مثل ہے۔ آپ کو تو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ بہت خوب آدمی ہو۔ اتنی مدت ہوئی ہے۔ آپ جیسا عالم ابھی تک ہمیں نہیں ملا۔ جوں جوں حضور تواضع اور فروتنی کرتے تھے۔ توں توں وہ اعتراض میں بڑھتا جاتا تھا۔ حضور نے کسی قسم کا ملال ظاہر نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کی بدخلقی اور بدسلوکی فرمائی۔ حالانکہ اس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی۔ اور نہ ہی کچھ ایسا معتبر عالم آدمی تھا۔ جس کی لوگوں کے ہاں کچھ عزت و توقیر ہو۔ ایک بزرگ دانا نے اس کو کہا کہ اے مخذا سے بے خبر تو کیا جانتا ہے۔ کہ شریعت کا علم کیا ہے۔ جا ابھی کتابیں پڑھ اور دیکھ۔ اولیاء اللہ سے کوئی کام کتاب کے برخلاف صادر نہیں ہوتا۔ خصوصاً حضور جیسے کامل شخص سے جو کہ ارباب صحو میں سے ہیں۔ نہ کہ اصحاب سکر سے۔ حضور نے فرمایا۔ چھوڑ دو۔ اس گئے گذرے زمانہ (تھوڑے) زمانہ میں ایسے آدمیوں کا وجود بھی غنیمت ہے۔ اسی اثنا میں کھانے کا وقت آگیا۔ اس کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ اور اس کے حال پر بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ جب اس کے سب اعتراض ہو لئے۔ تو مفتی نے کتابوں سے ہر ایک کا جواب باصواب بیان فرمایا۔ اس دن سے لیکر آج تک پھر اس متفقہ کا حال معلوم نہیں ہوا۔

سنا ہے کہ شہر سے نکل گیا ہے۔ پُرانی اور دائمی امراض کے ایام میں جس کو خادم صحت اور
تندرستی خیال کرتے تھے۔ حضور کا طریقہ مبارک یہ تھا۔ کہ رات کو عشاکی نماز ادا کر چکنے کے
بعد جب مسجد سے تشریف لے آتے۔ تھوڑی دیر مراقب ہو کر بیٹھے رہتے۔ جب اعضا زیادہ
تھک جاتے۔ حضور لیٹ جاتے۔ اور جونہی کہ آنکھ خواب کے ساتھ گرم ہوتی۔ اور خادم بھی سو
جاتے۔ حضور اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور وضو کی جگہ پر جا کر نیا وضو کرتے۔ اور وضو کے نفل ادا کرکے
پھر مراقب ہو جاتے۔ پھر جب اعضاء تھک جاتے۔ پھر لیٹ جاتے۔ اسی طرح پانچ چھ بار جاگتے
اور نیا وضو کرکے سوتے اور بڑی احتیاط فرماتے کہ خادموں سے کوئی بیدار نہ ہو۔ اکثر راتوں
کو حالانکہ دو گھر رکھتے تھے۔ باہر تشریف رکھتے۔ اگر نہانے کی حاجت ہوتی۔ تو جس گھر کی باری
ہوتی وہاں تشریف لاتے اور غسل فرما کر باہر تشریف لاتے اور سو جاتے۔ اور حضور کے اہل خانہ یعنی
ازواج مطہرات نے سارے اپنے حقوق حتٰے کہ قسم اور تقسیم اور باری تک بھی بخشدئے تھے۔
لیکن پھر بھی حضور اس قدر قسم و باری کی رعایت فرماتے۔ کہ بال بھر فروگذاشت نہ ہونے پاتی چنانچہ
جن دنوں میں ضعف اور بیماری کا غلبہ تھا۔ اِن دنوں میں بھی ایک گھر سے جو ازواج میں سے
ایک کے گھر تک تھوڑا فاصلہ رکھتا ہے۔ دوسرے گھر میں تشریف لے آتے۔ جہاں سے
دونوں گھروں کا فاصلہ برابر ہے۔ یعنی وہ گھر ان دونوں گھروں کے عین وسط میں ہے
اور جس گھر میں رات بسر کرتے فجر کی سُنّت وہیں ادا فرماتے۔ پھر جماعت کی مسجد میں تشریف
لے جاتے۔ نماز شام کے سوا دوسرے اوقات میں وضو کے بعد وضو کے نفل ادا کرکے مسجد میں
تشریف لاتے۔ اور اثنائے راہ میں اکثر حاجتمند لوگ اپنی اپنی حاجتیں عرض کرتے حضور
تھوڑا سا وقت ٹھیر کر ہر شخص کی حاجت کو سنتے۔ اور بڑی مہربانی سے ہر ایک کو جواب شافی
دیتے۔ پھر مسجد میں تشریف لاتے۔ اگر وقت میں گنجائش ہوتی۔ تو تحیۃ مسجد بھی ادا فرماتے
ورنہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں پر کفایت فرماتے۔ اسی طرح مسجد سے باہر نکلنے کے
وقت بھی حاجتمندوں سے چشم پوشی نہ فرماتے۔ بلکہ خوشی خوشی ان سے باتیں کرتے۔ اور اپنی
جگہ پر تشریف لے جاتے۔ چونکہ اسی نیک خصلت کے باعث بڑی بڑی فتوحات اور
کشائش حاصل کی تھیں۔ اس لئے خلق اللہ کی حاجتیں برلانے میں بڑی توجہ فرماتے لیکن
آخر میں یہ امر بیتی اور فنا کے باعث کم ہو گیا تھا۔ غرض حضور کی ذات مبارک سے ظاہری
باطنی فائدے لوگوں کو پہنچتے تھے۔ مریدوں کو بھی باطنی طور پر تادیب اور تنبیہ فرماتے

یعنی حال کو سلب فرما لیتے یا قلق اور درد میں ڈال دیتے۔ اس طرح اس شخص کو بہت ہی تنبیہ
اور فتوح حاصل ہو جاتی۔ ایک مخلص کو اُس کی بہتری کے لئے قلق میں ڈالا۔ یہ شخص لاہور
کا باشندہ تھا۔ لاہور سے ایک شیخ کے ہمراہ دہلی آیا تھا۔ جب خدمات عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو
حضور نے فرمایا۔ کہ تو اس شیخ کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔ اس نامراد پر عجیب حال گذرا۔ تمام
رات ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہا۔ اور بیقرار ہو کر نعرے مارتا رہا۔ اور ایسا دردناک
روتا رہا۔ کہ یاروں کو ساری رات نیند نہ آئی۔ بلکہ اُس کی کثرت گریہ کے باعث عشا اور
فجر کی نماز بھی اچھی طرح ادا نہ کر سکے۔ ماہ رمضان کا اخیر عشرہ تھا۔ تمام یار صبح کی نماز
کے بعد حلقہ بنا کر حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تھے۔ کہ وہ نامراد اس مجلس میں آگیا۔ اور
کہنے لگا۔ اے مسلمانو۔ خدا کے لئے میرے درد دل کا حال سنو لیکن کسی شخص نے اُس
کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ کیونکہ تمام رات اُس کے واویلا سے کان بھرے ہوئے تھے۔
ہر ایک دوست اپنے ذوق میں مست ہوا بیٹھا تھا۔ پھر اُس نے رو رو کر یوں کہنا شروع کیا۔ کہ
میں ہمیشہ درویشوں کا طالب اور ان کا خادم اور معتقد تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا
کہ ایک شخص ابلق گھوڑے پر سوار جا رہا ہے۔ اور لوگ اُس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ اور کہتے
ہیں کہ یہ اپنے زمانہ کا قطب ہے۔ میں بھی دوڑ کر اُس کے راہ پر آ کھڑا ہوا۔ اس سوار نے مجھ
سے کہا۔ کہ میرا نوکر ہو جا۔ میں نے قبول کر لیا۔ اور چند قدم اُس کی خدمت میں چلا۔ آخر کار وہ
ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ پانچ چھ سال اسی انتظاری میں گذر
گئے۔ ایک دن حضور کسی موقعہ پر اس کوچہ سے جس میں میرا گھر تھا اسی طرز پر جیسا کہ خواب میں
دیکھا تھا گذرے۔ جونہی کہ میری نظر حضور کے جمال باکمال پر پڑی۔ میں نے پہچان لیا۔ اور پیچھے
پیچھے ہو لیا۔ اور اپنے اس واقعہ کو بیان کر کے حضور کی خدمت میں داخل ہوا۔ اور مشغولی
اختیار کی۔ اب پانچ چھ سال ہوئے ہیں۔ کہ ان کی محبت سے سیراب ہوں۔ اب فرماتے ہیں
ہیں کہ اس شیخ کے ہمراہ تو کیوں نہیں گیا۔ اے مسلمانو! خدا کے لئے بتاؤ۔ کہ میں اب کیا
کروں۔ جب وہ اپنا درد دل کہہ چکا۔ تمام اہل حلقہ کو ایک وجد ہوا۔ کہ سر اور پاؤں کی سدھ بدھ
نہ رہی۔ اور بیہوش ہو گئے۔ اور ان دوستوں سے جو ستر کے قریب تھے۔ ایک بھی ہوشیار
نہ رہا۔ بعض مسجد کے پتھروں سے ٹکرا کر زخمی ہو گئے۔ تمام قلعہ فیروزآباد میں شور مچ گیا۔ تماشائیوں
کا بہت ہجوم ہو گیا۔ جب یہ شور حضور کے مبارک کانوں تک پہنچا۔ مسجد میں تشریف لائے۔ حضور

کے فرمانے سے دوستوں نے ایک دوسرے کو پکڑا۔ اور اُن کی مستی دور ہوئی۔ بعد ازاں اس لاہوری آگ بھڑکانے والے کو بلایا۔ اور اُس کے قلق کو دُور کیا۔ غرض حضور کی ذات سراسر رحمت کا مظہر تھی ؛

حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا۔ فائدہ ہی فائدہ پہنچتا رہا ہے۔ واقعی جو فائدے ان دو تین سالوں میں حضور کی ذات سے مریدوں کو حاصل ہوئے۔ گذشتہ زمانہ میں کئی سالوں میں بھی نہیں پہنچے تھے۔ ان کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے ؎

اگر آسماں کے برابر وہاں ہو　　　تو پھر بھی نہ تعریف ان کی بیاں ہو

؎

ثناء اس کی دل میں سماتی نہیں ہے　　　یہ دُلہن تو حجلہ میں آتی نہیں ہے

حضور کی ذات مبارک پر مہربانی اس قدر غالب تھی۔ کہ اگر بلی حضور کے دامن پر سو جاتی۔ تو ہرگز اس کو بیدار نہ کرتے۔ اور جب تک وہ سوئی رہتی۔ کوئی حرکت نہ فرماتے۔ اور اسی طرح بیٹھے رہتے۔ اکثر اوقات اسی طرح سردی کی تکلیف برداشت کرتے۔ لیکن بلی کے نیچے سے لحاف نہ کھینچتے۔ دوستوں کے ساتھ جیسی پہلے دوستی کرتے اخیر تک اس طرح ان کے ساتھ سلوک فرماتے۔ چنانچہ اکثر پہلے دوست اپنے آپ کو حضور سے متمیز نہ کر سکتے تھے۔ ایک عزیز نے حضور کی خدمت اقدس میں بیان کیا۔ کہ بعض کوتاہ بین سیاہ دل کہتے ہیں۔ کہ حضور کی مشیخت کا مدار (زمانہ کے یگانہ خلقت کے مرجع) نواب قدس القاب شیخ فرید سلمہ اللہ تعالیٰ کی دوستی پر ہے۔ اور ہمیشہ رقعات میں جو شیخ کی طرف لکھتے ہیں۔ ان کا سرنامہ (قبلہ گاہی سلامت باشند) تحریر فرماتے ہیں۔ فقرا سے اس قسم کی خوشامد اچھی نہیں ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ ہم پر شیخ کے بہت حق ہیں۔ اور ان کے وجود کی برکت سے بڑی فتوحات اور کشائش دیکھی ہیں۔ اب بھی ہیں کوئی ایسی وجہ شرعی معلوم نہیں ہوتی۔ جس کے باعث شیخ موصوف سے دوستی کا تعلق قطع کر لیں۔ اگر کوئی وجہ ہوتی تو ضرور ایسا کرتے۔ ایسا لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ جس طرح شروع ہی سے کسی کے ساتھ سلوک فرماتے تھے۔ اس میں تغیر و تبدل نہ کرتے تھے۔ نیز شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ کی سیادت اور بلند قدری کے حقوق اس سرنامہ کو بدل دینے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دن اپنی والدہ ماجدہ کے ضعف اور کمزوری کو دیکھ کر کھانے پکانے کا کام بعض صوفیوں کے حوالہ کر دیا۔ حضور کی والدہ ماجدہ دیر تک روتی رہیں۔ کہ مجھ سے کونسا قصور

ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا ہے۔ مجھ سے نیک کام اگر ہو سکتا تھا۔ تو یہی تھا۔ کہ فقراء کے لئے کھانا پکایا کرتی تھی۔ یہ کام بھی مجھ سے چھین لیا گیا۔ کچھ مدت اسی طرح گذر گئی۔ اور دانائی اور نسبت اخلاص اور مریدی کے غلبہ کے باعث جوان کی ذات میں کوٹ کوٹ بھری تھی۔ اس بات کو ظاہر نہ کر سکیں۔ جب یہ خبر حضور کو پہنچی۔ کھانے پکانے کا کام پھر انہی کے حوالہ کر دیا۔ تب اُن کے دل کی بیقراری اور اضطراری محو ہوئی۔ اور حضور نے اپنے سالے محمد صادق کی بیوی بی بی بانو اور شیخ محمد صدیق کشمیری کی بیوی بی بی آغا کو خمیر کرنے اور بعض امور میں مدد دینے کے لئے مقرر کیا۔ اور حضور کی ذات سے اختیار اس قدر نکل چکا تھا۔ کہ باوجود ضعف اور دائمی بیماری کے کسی خاص کھانے کے عادی نہ تھے۔ اگر طبیعت کے ناموافق ہوتا۔ تو بھی ظاہر نہ فرماتے۔ کھانے کی طرف زیادہ رغبت اور توجہ کے نہ ہونے اور حق تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف دوام مشغولی کے باعث حضور کا بدن شریف اور عنصر لطیف بہت ہی لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود اس ضعف اور کمزوری کے چہرہ مبارک نہایت ہی بارونق اور تروتازہ دکھائی دیتا تھا ؎

خط ترا سبز ہے لب سرخ ہے چہرہ پیلا ۔۔۔ سارے محبوبوں کی ہیں خوبیاں تجھ میں پیدا

قلق اور بیقراری کے غلبہ کے وقت باوجود اس قدر ظہور اور مقتدا ہونے کے کوچوں اور بازاروں میں تن تنہا ادھر ادھر پھرتے رہتے۔ اور دیواروں کے سایہ میں زمین پر بیٹھ جاتے۔ گویا حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِ سَبِیْلٍ (دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تو غریب یا مسافر ہے) کا مضمون ظاہر ہوتا تھا۔ حضور کے وجود مبارک سے حق تعالیٰ کا حضور اور شہود ٹپکتا تھا۔ اور ثابت ہوتا تھا۔ کہ تمام اعضا الگ الگ خاص طور پر حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ اور خاص خاص فیض حاصل کر رہے ہیں۔ باوجود اس قدر فتوح اور کشائش کے جو ہر گھڑی اور ہر لحظہ دیکھتے تھے۔ پھر بھی ہمیشہ انتظار اور تفکر اور حزن میں رہتے تھے ؎

جو پی جائے دم میں ہزاروں ہی دریا ۔۔۔ ہے خشک لب پھر بھی عاشق پیاسا

ایک دفعہ کسی موقعہ پر ایک دوست کو فرمایا۔ کہ اگرچہ ہم نے بڑی بڑی سخت محنتیں اور ریاضتیں برداشت نہیں کیں۔ جیسے سلوک والے لوگ کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے بڑے انتظار اور قلق اُٹھائے ہیں۔ جو ہمیں بڑی بڑی ریاضتوں اور محنتوں کا کام دے گئے ہیں۔ غرض ابتدا سے انتہا تک انتظار ہی میں ہے۔ حضور کے اطوار اور اخلاق اور اوقات کے معمولات کا پورے طور پر بیان کرنا

انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حقیقت گفتگو میں نہیں آسکتی۔ اور وہ لذت جو روح کو
معانی کے معلوم کرنے اور رجال کے بسط سے حاصل ہوتی ہے۔ قوت بیانیہ اس کے
ادا کرنے سے عاجز ہے۔ اس لکھنے والے فقیر کے اندیشہ اور ادراک نے جو کچھ حضور کے
فنا کے نشان والے اوقات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر ان کا حال یہ عاجز عمر بھر لکھتا رہے۔
اور ہزار ہا کتابوں میں درج کرے۔ پھر بھی پورے طور لکھا نہ جائے۔ کسی نے کیا اچھا
کہا ہے ؎

کتابوں سے مٹتا نہیں درد دل کا مگر دل سے لیں سو کتابیں بنا

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ حضور کے دیدار سے جو انبیاء اور اولیاء کے
اخلاق کا نسخہ تھے۔ فقیر کو اس گروہ پر مشاہدہ کے طور پر یقین اور اعتقاد حاصل ہو گیا۔ اس
سے پہلے فقیر صاحب جب پہلے مشائخ کے حالات کتابوں میں مطالعہ کرتا تھا۔ تو
ناتجربہ کار دل میں گذرتا تھا۔ کہ مریدوں نے حالات کو مبالغہ کے ساتھ لکھا ہے ورنہ
یہ باتیں عقل و قیاس سے باہر ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بعض بندوں
کو یہاں تک ترقی بخشتے ہیں۔ کہ اگر افلاطون اور بو علی اور دوسرے جہان کے دانا اور حکیم
اس سے واقف ہو جائیں۔ تو ان کو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑے +

دُوسری فصل

(طریقہ کے مُریدوں کے ارشاد میں)

طالبوں کی تربیت میں حضور کی عادت مبارک اس طرح تھی۔ کہ جب کوئی طالب خدمت عالیہ میں
حاضر ہوتا۔ اور طریقہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کرتا۔ اگر اہل شہر میں سے ہوتا۔ تو کچھ مدت
اس کی طرف توجہ نہ فرماتے۔ اور لاپرواہی سے پیش آتے۔ اور اگر طالب مسافر اور روٹی کا
محتاج ہوتا۔ تو کچھ دنوں تک جبکہ ارشاد کے کام میں متوجہ ہوتے۔ اُس کو روٹی نہ دیتے
تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ محض روٹی کے لئے جمع ہو جاویں۔ اور دکانداری بنالیں۔ اور جب
کوئی دنیادار فقرا کے لئے نذرانہ بھیجتا تو اپنے مخلصوں کو نہ دیتے۔ پہلے بیگانہ فقرا کو دیتے
اگر کچھ باقی رہ جاتا۔ تو تحقیق کرتے۔ پھر جو دوست سچی طلب اور غرض والا ہوتا۔ اُس
کو بقدر ضرورت جو اُس کے گذارہ کے لئے کافی ہوتا عنایت فرماتے۔ اور دوستوں

مالی امداد جیسے کہ بعض عام لوگوں کا گمان ہے بہت ہی کم فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جس دوست کی ہم مالی امداد کرتے ہیں۔ وہ یقین کرے کہ اس کے ساتھ ہماری محبت بہت کم ہے۔ اس امداد کے نہ کرنے میں حضور کو صوفیوں کی تنقیح اور طالبوں کی تربیت منظور تھی۔ نہ کہ عدم مہربانی۔ بلکہ جو لوگ حرص و آرزو میں گرفتار ہیں۔ اُن کے حق میں نہایت مہربانی یہی ہے۔ جن دنوں میں مشیخت اور ارشاد کا کام ترک کر دیا تھا۔ حضور نے فرماد یا تھا۔ کہ آنیوالے طالبوں کو تین دن تک روٹی دیں۔ کیونکہ ضیافت تین دن تک مسنون ہے۔ اس عرصہ میں بعض سست طلب والے نہیں ٹھیرتے تھے۔ اور اس امتحان کی تاب نہ لا کر چلے جاتے تھے۔ مگر وہ طالب جو طلب قوی رکھتے تھے۔ اور اس کام میں بڑی کوشش سے مشغول ہوتے ان کو طریقہ میں داخل فرماتے۔ اور ذکر و فکر میں مشغول کرنے کے بعد اگر یومیہ خوراک کے محتاج ہوتے۔ تو اُن کے لئے قوت لایموت مقرر فرماتے۔ جس کی مقدار دہلی کا ایک تنگہ تھا۔ ورنہ صرف ڈیڑھ بہلولی۔ اور ایک بہلولی قرض حسنہ کی وجہ سے جو لقمہ کے حلال ہونے کے لئے حیلہ شرعی ہے۔ لیکن یہ بات مسافروں کے ساتھ ہی مخصوص تھی۔ نہ کہ اہل شہر کے ساتھ۔ اور جو شخص حضور کے پڑوس میں ہمیشہ رہتا۔ اور اس کی احتیاج حضور کو معلوم ہوتی۔ تو وہ بھی روزینہ دار مسافروں میں شامل ہوتا۔ طریقت میں مشغول کرنے کا طریقہ اس طرح تھا۔ کہ پہلے استخارہ فرماتے۔ پھر اس کو خلوت میں بلاتے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شغلوں میں سے جیسے کہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے رسالوں میں لکھے ہیں۔ کوئی شغل فرماتے۔ اور بعض کی نسبت اُن شغلوں کے علاوہ بعض کیفیتیں اپنی طرف سے زیادہ بتلاتے۔ جن کو حضور نے اپنے رسالہ میں جو طریقوں کے بیان میں لکھا ہے تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بارہ میں توجہ فرماتے اور ہمت صرف کرتے۔ اکثر طالب پہلی ہی صحبت میں بیخود ہو کر اپنی جگہ پر گر پڑتے۔ اور ان میں حرکت و شعور کا کوئی اثر باقی نہ رہتا۔ اور اتنی دیر تک کہ جس میں اس کے حال کی بہتری دیکھتے۔ اسی بے خودی میں رہنے دیتے یہ حالت بعض پر اس طرح گذرتی کہ حاضرین ان کو مردہ خیال کرتے۔ پھر جب اس کے برعکس تصرف کرتے تو ہوش میں آجاتے۔ گویا الشیخ یحیی و یمیت (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کا مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ اس حالت بیخودی اور بے شعوری کے طاری ہونے کے بعد طالب کے بہت سے بُرے اخلاق درست ہو جاتے۔ اور اس کے وجود کا کارخانہ

زیروزبر ہو جاتا۔ چنانچہ لوگوں کو اُس کے چہرہ ہی سے اِن حاصل ہوئی ہوئی باتوں کا پتہ لگ جاتا۔ اور پہلے ہی اس کو اپنی وضع کے تغیر و تبدل کرنے کا حکم نہ کرتے۔ بلکہ بیخودی کی لذت چکھنے کے بعد وہ خود ہی حضور کی پسندیدہ وضع کے موافق اپنی حالت بدل لیتا۔ اسی طرح جس پر زیادہ مہربانی اور شفقت فرمانی ہوتی تھی یا اس کی استعداد ناقص ہوتی۔ تو کئی بار اس پر تصرف فرماتے اور بیخودی کی حالت اس پر طاری کرتے۔ اور اس قدر قدرت رکھتے تھے۔ کہ اگر کسی کو چاہتے۔ تو ایک ہی دن میں فناء اور فناء فنا تک جو رُتبہ ولایت کے قریب ہے۔ پہنچا دیتے تھے۔ دو تین آدمیوں کی نسبت ایسا واقعہ معلوم ہو چکا ہے اور ہر ایک کو خاص خاص طریق حاصل ہو جاتا۔ بعض کو کشف اور بعض کو مقام قرب میں ترقیاں حاصل ہوتیں۔ اور بعض کا حال بدل جاتا۔ پھر کشف کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ کشف حقائق اشیاء کشف توحید اور کشف قبور۔ چنانچہ حضور کا یہ مبارک نامہ جو برادر میاں شیخ احمد سرہندی اور انکے فرزند ارجمند کی طرف اِس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اسی امر کی تائید میں ہے ؎

رُقعہ

قرۃ العین محمد صادق۔ اللہ تعالےٰ تمہیں ظاہری باطنی سعادتوں سے مستفید فرمائے۔ تمہارے احوال جیسے کہ ظاہر ہیں۔ حمد کے لائق ہیں۔ اپنے اسی حضور پر رہیں۔ اور غیبت و استغراق کا اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ سکر صحو میں اور فنا شعور میں مل جائیگا۔ مولانا محمد مسعود کو کشف قبور پر چنداں اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ ظاہری اور صوری کشف میں خطا اور لغزش کا اندیشہ ہے۔ اسے کوشش کرنا چاہیئے۔ تاکہ حضور مع اللہ ظاہر ہو جائے۔ اور دائمی طور پر حاصل ہو جائے۔ اگرچہ عالم صاف ہو گیا ہو۔ اور نورانیت کے معنی بھی نظر بصیرت سے گر گئے ہوں۔ پھر بھی کوشش سے کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضرات خواجگان قدس سرہم کا جذبہ اور حضور اور ہی ہے۔ اس مقام میں ماسوی کا نام و نشان بھی نہیں۔ وہاں چھ طرفوں سے خالی اور معرّا توجہ ہے۔ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ۔ کبھی فوق کی جہت اس خصوصیت کے باعث جو عرش مجید کے لئے ہے۔ اس توجہ میں آجاتی ہے۔ کبھی تمام جہات کو یا اکثر کو گھیر لیتی ہے۔ اور وَاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ (اللہ تعالےٰ اِن سب باتوں کا احاطہ کرنیوالا ہے) کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اگر معنوی صورتیں اور صوری شکلیں محو نہ ہوئیں اور سراب و خیال کی طرح بے اعتبار پڑی ہیں۔ تو خیالیہ صورتوں کے دریافت ہونے کے وقت

ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (وہی اول ہے اور وہی آخر ہے) کے معنی درمیان آجاتے ہیں۔ اور اگر وہ توجہ حجابات کو یا اکثر کو گھیرے اور صورتیں اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں۔ اور کمال اور تمام صفائی ظاہر ہو جائے۔ تو لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں سوائے گھر والے کے کوئی نہیں) کے معنی جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ہوش کرنی چاہیئے۔ کہ ابھی کس وقت معنویہ یعنی باطنی پردہ یا حجاب کم از کم صفت حیات اور ہستی درمیان ہیں۔ اب ایک بات اور سمجھ لیں۔ کہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِھِمْ مُّحِیْطٌ کے ظہور کے وقت بھی ہو سکتا ہے کہ یہی کسوت (پردہ یا حجاب) درمیان ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی محبت کی نظر بالکل مجرد ہو گئی ہو۔ غرض مقصود کی حقیقت دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ وہاں صرف عشق و محبت اور ماسوی سے سر اور باطن کا تصفیہ ہے۔ اور وہ تحقیقات جو رسالہ سلسلۃ الاحرار میں لکھی ہیں۔ نہایت ہی دقیق اور باریک ہیں۔ اس بحث میں ان کو چھوڑ دیں۔ اور مشہور و متعارف ادراک پر مدار رکھیں۔ حضرت خواجہ نقشبند سے

خواجۂ پاک نفس و پاک نفس قدس اللہ روحہ الاقدس

فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو کچھ دیکھا گیا۔ اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ کلمہ لا سے اسکی نفی کرنی چاہیئے۔ میاں شیخ احمد بھی اسی مکتوب میں اپنے حال کا مطالعہ فرمائیں۔ اور جان لیں۔ کہ جب تک حضور ذاتی اور وحدت صرف میں استغراق ظاہر نہ ہو۔ اس سلسلہ والے فناء کا اسم اس پر نہیں بولتے۔ اور یہ جو ہم نے کہا تھا۔ کہ ایک درجہ اور درمیان ہے وہ یہی ہے۔ ان باتوں کی حقیقت متشابہ اور مشکل معلوم ہوتی ہے صرف تمہاری خاطر لکھی گئی ہیں۔ والسّلام والاکرام ✦

غرض ہر ایک طالب اپنی واردات و احوال خلوت میں حاضر ہو کر عرض کرتا حضور اپنی دقیق نظر اور حکمت بالغہ سے جو اللہ تعالےٰ نے بخشی تھی۔ جو کچھ انکے احوال اور اوقات کے مطابق بہتر ہوتا امر فرماتے۔ اگر کوئی دوست اپنی خواب یا واقعہ بیان کرتا۔ تو سن لیتے اور کبھی خواب کے بارہ میں فرماتے۔ کہ کہنے کی حاجت نہیں۔ جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہو رہیگا۔ اور اگر کوئی دوست اپنا حال اور واقعہ اور خواب بیان کرتا۔ تو اُس کی موجودگی میں اُس کی تحسین و آفرین اور تعبیر ظاہر نہ فرماتے۔ مگر جس دوست کا حال عالی دیکھتے۔ اس وقت اتنا فرماتے۔ کہ کوشش کر۔ تاکہ ہاتھ سے نہ جائے۔ اور قدم اوپر رکھے۔ ایک دفعہ

حضور نے ایک دوست کو جبکہ اس نے اپنے احوال عرض کئے۔ یُوں فرمایا ؎

خبردار جانے نہ پائے وہ اُڑ کر ہلا ہے بہانہ سے وہ جانور

ایک طالب کو اس کی بہتری کے لئے اپنی خدمت سے دُور کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اُس کی استعداد دوسرے سلسلوں کے مناسب ہے۔ وہ زیادہ سرگرم ہو گیا۔ پھر چار پانچ ماہ کے بعد اُس کو فرمایا۔ کہ اپنے کسی طالب کو فرمائینگے۔ وہ تمہیں طریقہ بتلا دیگا۔ وہ اسی بات پر راضی ہو کر پیرو ہو گیا۔ اور امیدوار بن گیا۔ ایک دن میاں شیخ تاج الدین جو حضور کے خلفاء میں سے ہیں۔ دہلی سے سنبھل کیطرف جہانکہ وہ بود و باش رکھتے تھے۔ جا رہے تھے۔ راستہ میں اس مرد کے گھر ایک رات رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس کی اہلیہ طلب قوی رکھتی تھی۔ خاوند کی اجازت سے شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور طریقت میں داخل ہو گئی۔ پہلی ہی مجلس میں اس کی استعداد کے موافق اس پر بے خودی طاری ہوئی۔ اور بڑی کیفیت حاصل ہوئی۔ اس کیفیت میں ساتوں آسمانوں کی خبریں بیان کرنے لگی۔ یہ حال دیکھ کر اس مرد کی سرگرمی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ شیخ سے اپنے مطلب کی کوئی بات نہ سُنی۔ حیران ہو کر حضور کی خدمت عالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کثرت شوق کے باعث مستوں کی طرح اس طرح گرتا پڑتا دوڑا۔ کہ اُس کے گھٹنے اور ٹخنے اور ہاتھ پاؤں سب چھل گئے۔ جب اس کی نظر حضور کے جمال باکمال پر پڑی۔ حضور کو اس نے پھول کی طرح بغل میں لے لیا۔ اور گھر کے صحن میں لڑھکنے لگا۔ حضور نے اپنے آپ کو اس کی مرضی کے موافق چھوڑ دیا۔ حضور کبھی اس کے اوپر اور کبھی اس کے نیچے ہو جاتے۔ اس طرح حضور کے بدن شریف اور عنصر لطیف کو بڑی تکلیف پہنچی۔ چونکہ وہ زبردست آدمی تھا۔ اور بغل میں خوب پکڑ کر زمین پر لڑھک رہا تھا۔ در و دیوار سے اس بیت کا مضمون ظاہر ہو رہا تھا۔ بیت

تو اے باد صبا اُن بن مری تجھ سی بڑی ہوگی ہلا بند قبا اسکے تن نازک کو دُکھ دوگی

آخر کار حضور نے فرمایا۔ کہ تیرا کیا کام ہے۔ اُس نے کہا میرا جو کام ہے تجھ ہی سے ہے اور میرا مقصد و مقصود تو ہی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ تو تو ہمیں مارنا چاہتا ہے۔ لیکن اس بات سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر فرمایا۔ کہ میرے مُنہ کی طرف دیکھ۔ جونہی کہ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ جگہ سے کودا۔ اور زمین پر ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور اس جرأت اور دلیری سے بڑا شرمندہ ہوا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے اُس دن حضور کی آنکھوں میں جو کچھ دیکھا۔

جس کو میں کسی اشارہ اور عبارت سے بیان نہیں کر سکتا۔ اور ابھی تک اس کی لذت نہیں بھولی۔ اگر حضور تصرف کرنا چاہتے یا خرق عبادت اور کرامت دکھانا چاہتے۔ تو اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے۔ بلکہ اس کو کسی کتاب یا قصہ کے حوالہ کرتے۔ مثلاً اگر بیماری میں کسی بیمار پر تصرف کرنا چاہتے تاکہ اس کی بیماری دور کریں۔ تو طب کی کتاب منگواتے اور اس کو دیکھ کر کوئی دوائی تجویز کرتے اور اس کی طرف باطنی ہمت اور توجہ سے تصرف کرتے۔ کبھی اس دوائی کے استعمال سے پہلے کبھی اسکے استعمال کے بعد بیمار کو صحت حاصل ہو جاتی ہ؂

ایک دفعہ ایک لڑکا قلعہ فیروز آباد سے دریا کی طرف جس کی بلندی انسان کے نو قدبوں سے زیادہ تھی۔ گر پڑا۔ اس کے کان و ناک سے خون بہ رہا تھا۔ اس کا سانس گھٹتا جاتا تھا۔ اُس کی ماں اس کو اُٹھا کر حضور کی خدمت میں لے آئی۔ اس کے حال پر مہربانی فرما کر کچھ دیر اپنے باطن کی طرف متوجہ رہے۔ پھر کتاب ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لڑکا زندہ رہیگا۔ وہ لڑکا آجتک زندہ ہے۔ حالانکہ اس کے حال کو دیکھ کر کوئی عاقل نہیں کہتا تھا۔ کہ یہ لڑکا بچ رہیگا+

اسی طرح ایک بزرگ شہر کا باشندہ کوئی پچاس سال کی عمر کا ہوگا۔ اس عرصہ میں وہ اس کام سے جو عورت اور مرد کے درمیان ہوتا ہے۔ ہرگز آشنا نہ ہؤا تھا۔ اس عمر میں اپنے پیر کے حکم سے ایک لڑکی سے نکاح کیا۔ ہرچند کوشش کی اور قوت باہ کی دوائیں بھی کھائیں مگر کچھ نہ ہو سکا۔ اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ اور باوجود پرہیزگار ہونے کے تمام جائز و ناجائز ادویہ کا استعمال کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ آخر حیا کے ڈر سے شہر سے بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ ایک دن کسی شخص نے یہ حال حضور کی خدمت میں بیان کیا۔ کہ وہ بزرگ شرم کے مارے شہر سے نکل جانا چاہتا ہے۔ حضور کو اس کے حال پر رحم آیا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ بیچارہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ایک دن حضور سوار ہو کر کسی راستے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں اس بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ وہ عالم تھا۔ اس لیے آپ اُس کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اُس نے بڑی عاجزی اور نیازمندی سے اپنا ہاتھ حضور کے مبارک پاؤں کی طرف بڑھایا۔ حضور نے اُس کو اپنی بغل میں دبا لیا۔ اور دو تین بار اپنا سینہ اُس کے سینے سے لگا کر خوب طرح سے دبایا۔ اور آہستہ اُس کے کانوں میں فرمایا۔ کہ آج کی رات تم دونوں میاں بیوی

نے ننگے ہوکر سو جانا۔ وہ بزرگ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے اُسی وقت اپنے آپ میں قوت معلوم کی۔ اور اپنی بیوی کو بڑے حیا اور شرمندگی سے کہا۔ کہ ایک بزرگ نے اس طرح فرمایا ہے۔ تمسخر اور ٹھٹھہ سے یہ مضمون کہا ہے

اور غم ہیں جہاں عاشقی کے یہ بھی سہی

حضور کے فرمان ہی سے میری مشکل حل ہوگئی۔ اور میں نے وہ قوت پائی۔ جو مدتوں کم نہ ہوئی اوائل حال میں کہ یہ فقیر ابھی اس بلند قدر والے کارخانہ کا تماشائی تھا۔ اور حضور کی ملازمت میں ہوسناک ہوکر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن اس فقیر کے دل میں آیا کہ اگر آج مہربانی فرمائیں اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیں۔ یا کم از کم طریقت کی کوئی پسندیدہ بات ہی فرمائیں۔ تو میں خادموں میں داخل ہو جاؤں گا۔ اُس دن ماہِ شعبان کی پندرھویں رات تھی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ آج شب برات ہے۔ تمہارے سلسلہ یعنی چشتیہ میں جو نماز اس رات پڑھتے ہیں کتنی رکعت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ سو رکعت اور ایک روایت میں دو رکعت بھی آئی ہے۔ اگر دوسری روایت بھی درست ہے۔ تو پھر ہم بھی ادا کر سکینگے۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ کہ ہمارے جیسے آدمی ریش گاو کی مانند ہیں۔ اور وہ اس طرح ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔ کہ تو کبھی ریش گاو رہا ہے۔ بیٹے نے کہا۔ کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ باپ نے کہا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ کوئی شخص گھر سے نکلے اور کہے کہ بغیر رنج کے خزانہ پالوں۔ بیٹے نے کہا اے باپ۔ پھر تو میں جب سے ہوا ہوں ریش گاو ہی رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ ہم بھی جب سے ہوئے ہیں ریش گاو ہی رہے ہیں۔ ایک صوفی نے بیان کیا۔ کہ ایک دن میرے دل میں آیا۔ کہ حضور مجھے کوئی خدمت فرمائیں۔ اور بازار سے کوئی کھانے کی چیز منگوائیں۔ اسی اثنا میں مجھے ایک آدمی بلانے کے لئے آیا۔ جب میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ جاؤ بازار سے ہمارے لئے تربوز لاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے اچھی طرح تربوز کی پہچان نہیں ہے۔ فرمایا جونسا تیرے خیال میں اچھا معلوم ہو لے آؤ۔ اور حضور کی عادت مبارک اس طرح تھی۔ کہ ان خادموں کے سوا جو بعض خاص کاموں اور خدمتوں کے لئے مقرر تھے۔ اور دن کو کوئی کار خدمت نہ فرمایا کرتے تھے۔ خاصکر ان لوگوں کو جو طریق میں نئے داخل ہوتے تھے۔ یہ شخص بھی اس وقت طریقت میں نئے داخل ہوئے ہوئے دوستوں میں سے تھا۔ نیز اسی صوفی نے بیان کیا کہ جاڑے کا

موسم تھا میرے پاس کوئی لحاف نہ تھا صرف ایک کپڑا تھا جو میں اور میری بیوی رات کو اوڑھتے تھے۔ اور گذارہ کی تنگی اور مفلسی کے باعث لحاف بنانے کی طاقت نہ تھی۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے بڑا شرمندہ ہوا۔ کہ شاید اُس کے دل میں گذرتا ہوگا۔ کہ عجب بے حمیت اور بے حیا سے واسطہ پڑا ہے۔ صبح جب حضور کی خدمت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ تو نماز میں بھی رات کا خیال دل میں آتا رہا۔ اور میں اُس کو دور کرتا رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب حضور کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ ایک مخلص کو جس کے متعلق خرچ اخراجات کا معاملہ تھا۔ فرمایا کہ ہمارے یاروں سے پوچھو۔ کہ جس شخص کے پاس یا اس کی بیوی کے پاس لحاف یا کپڑا نہ ہو۔ اس کو بنا کر دیدو۔ اور بھی دو تین دوست میری طرح حاجتمند نکل آئے۔ اور ہم سب کی ضروریات پوری ہو گئیں۔ اس دوست نے کہا کہ اس کے بعد میں ہمیشہ ڈرتا رہا کہ ایسا نہ ہو۔ پھر کوئی ایسا خطرہ دل میں گذرے۔ جو حضور کے مبارک دل پر گراں معلوم ہو۔ اور مقصد سعادت سے روک دے۔ حضور میں ہر قسم کی گفتگو خاصکر علم تصوف میں اس قدر علمی قوت اور قدرت تھی کہ زمانہ کے بڑے بڑے عالم و فاضل جو کئی سالوں تک علوم پڑھتے پڑھاتے رہے۔ حضور سے عمدہ عمدہ فائدے حاصل کرتے رہے۔ ایک دن ایک عزیز نے التماس کی۔ کہ شرح رباعیات کے اختتام کے لئے جس کا نام سلسلۃ الاحرار ہے۔ اور ان دنوں میں تازہ ہی تحریر فرمائی تھی۔ تاریخ کہی جائے۔ اس مجلس میں قلم و دوات لیکر اُنیس تاریخیں اس رسالہ کے لئے لکھدیں۔ ان میں سے صرف دو تاریخیں فقیر کو یاد ہیں۔ جو مثال کے طور پر لکھی جاتی ہیں۔ باقی سلسلۃ الاحرار کے اخیر میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایک تجرع فصوص حکم۔ دوسری نظم وجوب۔ باوجود ان سب باتوں کے ظاہر شریعت کو مدنظر رکھنے کے باعث اپنی اس تصنیف سے جس میں مسئلہ وحدت وجود کو بہت عمدہ تحقیق اور تدقیق سے بیان فرمایا ہے۔ ناراض تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ اس تصنیف سے ناراضگی کا باعث یہ ہے۔ کہ کوئی بدعتی یا گمراہ آدمی اس کو اپنا معمول بہ نہ بنالے۔ کیونکہ یہ لوگ مسئلہ وحدت وجود ہی کو اپنی بدی اور بد کرداری کا پیشوا اور رہنما بنا لیتے ہیں۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ اس توحید کے راستہ کے سوا ایک اور بڑا وسیع راستہ ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہ توحید کا رستہ ایک تنگ گلی کی مانند ہے۔ ایک ہی مجلس میں اس طرح انیس تاریخوں کا جھٹ پٹ لکھدینا اکثر عقول کی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ خاصکر جبکہ مشق اور ورزش بھی نہ ہو۔ بلکہ یہ خرق عادت اور کرامت ہے۔ خرق عادت اور کرامت کے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور کا سارا

وجود ہی سراسر خرق عادت اور کرامت تھا۔ اس وقت مجھے شیخ الاسلام پیر ہرات قدس سرہٗ کا کلام یاد آیا ہے۔ جو اُنھوں نے نفحات میں اس گروہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے حق میں کہا ہے۔ کہ نہ کرامتوں سے اس کی تعریف کریں۔ اور نہ ہی احوال و مقامات سے اس کو آراستہ کریں۔ کرامت و حال و مقام و وقت اُس کے ہاتھ میں حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی طرح ہیں۔ ہاں سچ ہے ؎

جس شخص کے حال میں ہے مزہ عشق خدا کا

حضور نے ۲۵۔ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو ہفتہ کے دن پچھلے پہر دنیائے فانی سے دار القرار کی طرف کوچ فرمایا۔ اور ۲۶۔ جمادی الثانی کو بروز اتوار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمگاہ کی شمال کی طرف سلطان فیروز کے قلعہ کے باہر جو قدمگاہ کے مجاوروں کے لئے بنایا گیا تھا۔ دفن کئے گئے۔ ان سطروں کے لکھنے والے اس فقیر نے حضور کے مرثیہ میں یہ چند ابیات تحریر کئے ہیں ؛

نظم

دل برگرفت زیں چمن تازہ نوبہار ۔۔۔ زیں غم بخونِ دیدہ نشستم چو لالہ زار

کو غم کہ داد خود بستاند ز عیش من ۔۔۔ تا بیش ازیں بچہرہ بہ بندم بخون نگار

ایں یک دو روزہ عمر مداری برین منہ ۔۔۔ ویں بر غلط فریب جہاں دل بریں مدار

برحالِ خویش گریہ کند مرغ ایں چمن ۔۔۔ بر عمر خویش خندہ زند طبک کوہسار

از ہمرہست قافلہ در تیہ راہ نماند ۔۔۔ ہشدار ہاں و ہاں نظرے بر قضا گمار

خوش خوان سرودہا کہ درین راہ چوں جرس ۔۔۔ ہر صبح و شام مرثیہ خوان است روزگار

برخون خلق چرخ دہن باز کردہ است ۔۔۔ عبرت بگیر ازیں سبع آدمی شکار

تا قطب نہ فلک بدل عرش جا گرفت

خلوت گزید با حق و جام و بقا گرفت

امشب کہ نالہ بلبل خاموش تازہ کرد ۔۔۔ آہنگ گریہ بر من مدہوش تازہ کرد

ہر نالہ ماتمے دگر افزود بر دلم ۔۔۔ داغے کہ خفتہ بود در آغوش تازہ کرد

جوش دروں کہ از دم سرد م فسردہ بود ۔۔۔ آتش بسینہ در زد و آں جوش تازہ کرد

شورے ز حکایت آں رخ نہفتہ گفت ۔۔۔ آشفتگی بسینہ بلا نوش تازہ کرد

رنگ زخم شکستہ تر آمد ز جام دل   خوں در رگ ترانہ چنگ و چغانہ مرد

رشدی ازاں نفس کہ رخ خود نهفتہ دوست   ساز طرب شکست و نوائی ترانہ مرد

بر حکم دہم دو دیدۂ کوتاہ بیں مگوی   کاں روح بخش زندگیٔ جاودانہ مرد

چوں نو عروسِ وصل در آغوش برگرفت

از بس حلاوتش لب خاموش برگرفت

آدخ کہ شہسوار زمین و زمن نماند   گلدستۂ کہ بود بدست چمن نماند

یعقوب وار دیدہ بکوری سپردہ بہ   چوں در زمانہ یوسف گل پیرہن نماند

آشفتہ گشت خاطر مجروحم آنچناں   کز جوشش گریہ ہیچ دماغ سخن نماند

دل شاد بلبلے کہ بخوں صد ترانہ داشت   آں گل چو رخ نهفت زبان و سوسن نماند

شد برگ ریز لالہ و گل از خزاں دہر   در گلشن نشاط لب نغمہ زن نماند

دہر از فراق چوں شب دیجور تیرہ شد   کاں شمع بزم قدس درایں انجمن نماند

اں نور قدس روشنی از دیدہ برگرفت   خور گو مماں چو شہنشاہ من نماند

دل خوں کن زمانہ غم خواجہ باقی است

جانکاہِ عاقبت الم خواجہ باقی است

از حق ہزار مکرمت و آفریں برد   شد ختم سر فرازیٔ دنیا و دیں برد

چوں مادر زمانہ ندارد چو او پسر   زاں است گریبان اش نے زمین برد

بر بام خورشید پے فخر چوں مسیح   دل بستہ بود چوں فلک چارمیں برد

دانستم آنکہ بود چو من عاشق رخش   کز بام ریخت زہرہ گل یاسمیں برد

بلبل نهفت در غم لش خنجر و سناں   گل چاک کرد پیرہن نازنیں برد

دلہا بخاک او چو مگس بر شکر گرد   صد حسرت است در جگر انگبیں برد

بر قدر داد او نتوانیم گریہ کرد   گر نید تا بحشر شہور و سنین برد

آہ ایں چہ ماتم است کہ خونِ جگر بسوخت

ہر لحظہ ام بہ درد و غم تازہ تر بسوخت

فصل حضور کے سلسلہ شریف کے بیان میں

اس بے حاصل کا رابطہ صحبت اور سلسلہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ذکر و مراقبہ سیکھنے کی حیثیت سے بصیرت اور بصارت کے صاحب حضور کے منبع۔ حدود کے مرجع۔ راہ راست کے انتہا تک پہنچنے والے۔ خلق عظیم میں نزول فرمانے والے۔ مولانا خواجگی علیہ رحمۃ کی خدمت عالیہ کے ساتھ ہے۔ ان کا رابطہ اپنے والد بزرگوار خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ان کی نسبت بزرگوں کے ختم کرنیوالے۔ کامل نور۔ قیمتی موتی۔ شجرہ زیتونیہ کے کامل سایہ

علم سے عزت و ناز بڑھانے والے ۔ حلم سے حرص کی آگ بجھانے والے

خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ان کی بیعت اور ذکر سیکھنے کی نسبت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ حضرت مولانا کی بیعت اور ذکر و استفاضہ کا تعلم خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ خواجہ بزرگ کی ظاہری تربیت اور ذکر کی تعلیم سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ لیکن ان کے پیر باطنی اور استاد حقیقی خواجہ جہان عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت امیر کلال اور خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان۔ خواجہ محمد بابا سماسی اور خواجہ علی رامیتنی اور خواجہ محمود انجیر فغنوی اور خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اوپر سے نیچے تک ترتیب وار طریقہ اور فیض کا واسطہ ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے خواجہ زندہ دلاں خواجہ خضرؑ سے ذکر سیکھا اور ذکر کی تربیت اور کمال و اکمال کی بلندی تک پہنچنے کا فیضان امام ربانی خواجہ یوسف علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ خواجہ یوسف علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت اور خدمت کی نسبت شیخ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ شیخ بوعلی رحمۃ اللہ کے باطنی ذکر اور فیضان کی نسبت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ لیکن شیخ بوعلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نسبت کے علاوہ خدمت و صحبت اور استفاضہ کی نسبت شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ہے چونکہ محققین کے نزدیک پیر تین ہیں۔ ایک پیر خرقہ۔ دوسرے پیر ذکر۔ تیسرے پیر صحبت۔ ان میں سے پیر صحبت اتم و اکمل ہے۔ اور رابطہ میں پیر حقیقی بھی یہی ہے۔ اس لئے شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی درمیان لائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بھی شیخ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

کے پیرِ صحبت ہیں۔ اور انکی تربیت میں بہت خدمت و ریاضت حاصل کی ہے۔ اور کام کو نہایت تک پہنچایا ہے۔ اور شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت امام علی موسیٰ رضا سلام اللہ تعالےٰ علیہ و علی جمیع عباداللہ الصالحین تک درمیان میں چھ واسطے ہیں۔ خواجہ ابو عثمان مغربی۔ خواجہ بوعلی کاتب۔ خواجہ بوعلی اودباری۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی۔ سری سقطی۔ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کو امام علی موسےٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کے علاوہ حضرت داؤد طائی اور حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بھی نسبت حاصل ہے۔ اور امام ہمام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معروف و معتبر نسبت مدینۃ العلم حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک معروف و مشہور رہے۔ اب ہم پھر اپنی اصلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے افاضہ اور طریقہ کی نسبت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ جیسے کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اسی طرح حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روحانیت سے ہے۔ اور یہ جو ان کی خدمت اور صحبت مشہور و معروف ہے۔ صحیح اور درست نہیں ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت اپنے باپ دادا کی وراثت کے باوجود اپنے نانا حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے۔ حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ تابعین میں فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ ظاہری باطنی کامل عالم ہو گذرے ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ مخصوصہ نے اسی راہ سے نزول کیا ہے۔ اور حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ کی نسبت اور رابطہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس نسبت اور طریق میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منسوب ہیں (اللہ تعالےٰ ان سب برادران بزرگوں پر جو ان سے محبت رکھتے ہیں رحم کرے) اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں امام الایسر (دائیں طرف کے امام) تھے۔ یہ امام قطب کے بعد اپنے زمانہ کے سردار بادشاہ کا غلام ہوتا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قطب ہوئے۔ قطب وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے وقت میں واحد اور یگانہ ہوتا ہے جس کو غوث کہتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا سردار اور وقت کا امام ہوتا ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے

بعد حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ جو شہر علم کے دروازہ ہیں یکے بعد دیگرے قطب ہوئے - اور انہی پر خلافت کا خاتمہ ہوگیا - ان کے بعد حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی دونو قطبیت کے مقام میں کامل و اکمل ہوئے ہیں - اسی طرح اہل کشف اور اہلِ مشاہدہ کے نزدیک مقرر ہے - اکثر دوست اپنے مشائخ کی اس ترتیب سے بے خبر تھے - اگرچہ دوستوں کے دلوں میں گذرتا تھا - مگر ظہور احوال کے غلبہ اور مجلس عالی کے رُعب داب کے باعث اس قسم کے مطلب اور مقصد خدمت عالیہ میں عرض نہیں کر سکتے - اتفاقاً اس وقت کے درویشوں میں سے ایک درویش نے التماس کی - کہ حضور اس سلسلہ شریفہ کے مشائخ کا بیان تحریر فرمائیں - اور ایک قاصد بھی اسی غرض کے لئے خدمت عالیہ میں بھیجا - حضور نے اپنی خاص قلم سے تحریر فرمایا - جو بڑی خوشی کا باعث ہؤا ÷

فصل حضور کے مکتوبات میں

رقعہ (۱)

یہ رقعہ خلافت کے پناہ والے - الطاف الٰہی کے مظہر - اس خاندان کے مخلصوں اور مُریدوں کی امیدگاہ جناب میاں شیخ الہ داد (اللہ تعالےٰ ان کو مسند ارشاد پر ثابت قدم رکھے) کی جانب تحریر فرمایا ہے ÷

برادر ارجمند میاں شیخ الہ داد - دُعا و فاتحہ کی توجہ سے آپ اپنے اس معتقد دعا گو کی امداد کرتے رہیں - اوضاع و احوال کی پریشانی اور بے استقامتی کے باوجود بڑی بے حیائی ہے - کہ تصوف کی بات درمیان لائیں - اور طریق انجذاب کی باریک باتیں اور کشف کے منتہی کی حقیقتیں تحریر کریں - مصرع

جو کچھ ترا مطلب ہے وہ اپنے سے طلب کر

البتہ ایک وصیت کرتا ہوں - آپ اسے یاد رکھیں - اور وہ یہ ہے کہ آپ ہماری طرح جنگل میں پھرنے والے آوارہ گرد نہ بنیں - اور اپنے آپ کو اپنی نسبت پر لگائیں - اور اسی نسبت کو عزیز سمجھیں - کیونکہ یہ سرخ گندھک یعنی کیمیا سے بھی زیادہ عزیز اور نایاب ہے انشاء اللہ العزیز

جب بسط اور انبساط کی حالت ہوگی تفصیل کے ساتھ لکھوں گا۔ تاکہ آپ کو اس نسبت کی عزت کماحقہٗ معلوم ہو جائے ❊

رقعہ (۲)

جنابِ عالیمقام میاں شیخ تاج الدین کی جانب تحریر فرمایا ہے پیشتر اس کے کہ شیخ موصوف حضرت خواجہ خواجگان یعنی حضور کی خدمت عالیہ میں رابطہ پیدا کریں۔ ایک دوست کی التماس پر یہ خط شیخ موصوف کی خاطر لکھا۔ اس وقت شیخ موصوف سلسلہ شریفہ عشقیہ میں سلوک تمام کر چکے تھے۔ اور پیر کامل و مکمل کی اجازت سے رخصت و اجازت بھی حاصل کر چکے تھے۔ لیکن سعادت اور استعداد کی بلندی کے باعث اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے اعلیٰ کمالات سے مشرف ہوئے۔ اور اس قدر ترقی اور تصرف سے بہرہ مند ہوئے کہ لکھنے سے باہر ہیں۔ جب اپنے وطن اقامت سے پیر دستگیر کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے اکثر دفعہ نہیں بلکہ ہمیشہ ہم خانگی اور شرف حضور سے مشرف ہوتے تھے۔ اور اس قسم کی دائمی صحبت ان کے سوا ادنےٰ اعلیٰ دوستوں میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دروازہ کے تمام خادم اور خلیفے اُن پر رشک کرتے تھے۔ مملکت کے سرگردان محمد باقی کو آگاہی کے راستہ پر چلنے والوں اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف توجہ کرنیوالوں کی قدمبوسی کا بہت شوق ہے۔ حاجتوں کا پورا کرنے والا حق تعالےٰ بڑی آسان وجہ سے نصیب کرے۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے چند دن خواجہ حسام الدین احمد کے گھر کو اپنی تشریف آوری سے آباد رکھا ہے۔ اپنی بازماندگی اور بعض دوستوں کی دریافت سے فیض اور بسط کی حالت باہم ملگئی۔ اِسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ (میں اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگتا ہوں اس چیز سے جس کو اللہ تعالےٰ مکروہ جانتا ہے) قلم اپنی عادت کے موافق ہر خشک و تر بات کے لکھنے پر آجاتا ہے۔ صرف اس سے اپنی باطن کی حیرانی اور خرابی کا ظاہر کرنا مقصود ہے شاید کسی دل کو ہماری عجز و نیاز پر شفقت آجائے۔ اور ہمارے حق میں ہمت اور توجہ سے کام لے

بیت

خدا و خاصانِ حق کی عنایت ۔۔۔ نہ ہو گر نہیں ملتی راہ ہدایت

برگزیدہ لوگوں کی عنایت اور ان کے دلوں کی التفات تمام سعادتوں کا مجموعہ ہے۔ دور والو

کو راہ پر لے آتی ہے۔ اور مستعدوں کو آگاہ کر دیتی ہے۔ خاصکر جبکہ یہ توجہ صحبت اور نشست برخاست کے ساتھ جمع ہو جائے۔ آہستہ آہستہ پارس تک لے جاتی ہے۔ گویا اسرار و اطوار کی مقناطیس ہے۔ بیت

نارِ خنداں باغ کو خنداں کرے　　　صحبتِ مرداں سے تو انساں بنے

میرے مخدوم۔ اس مقام کا حاصل سلوک و جذبہ ہے۔ جب خالص صحبت کی برکت سے طالب کا باطن جذبہ کی صفت یعنی میل اور محبت ذاتی کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور قوی ہو جاتا ہے۔ تو سلوک جو صفاتِ بشریت کے دور ہونے سے مراد ہے۔ جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّحْمٰنِ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ (اللہ تعالیٰ کے جذبوں میں سے ایک جذبہ دونوں جہان کے عملوں کے برابر ہے) کے موافق حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ طریقہ اس طریقے سے کہ آپ لوازم بشریت کی نفی کریں۔ بہت ہی اچھا ہے۔ صفاتِ حد معتدل کام کا نگاہ رکھنا ہے۔ سالک کی قوت بازو پر منحصر نہیں۔ غرض اس ایمان کے بموجب ہم اللہ تعالیٰ کے تمام دوستوں کی نسبت شوق و آرزومندی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ ایک بزرگ کہا کرتا تھا۔ کہ وہ شخص کیسا ہی سعادتمند اور نیک بخت ہے۔ جو ان لوگوں کی ملاقات کا طالب ہو۔ اگر اس سے کچھ پایا۔ تو سمجھو خدا کو پا لیا اور اگر کچھ نہ پایا شفاعت کرنے والا پا لیا۔ بہر حال اللہ تعالےٰ کی حمد ہے۔ التماس ہے کہ اس عمر کو ضائع کر کے سیاہ دل کی نیازمندی حضرت میاں قدس سرّہ کے مزار کے سامنے ظاہر کریں۔ اور مدد طلب کریں۔ والسلام والاکرام ◆

رُقعہ (۳)

چونکہ جناب عالیمقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین نے بعض واردات و احوال اور مستی اور بے نیازی کے وارد ہونے کے باعث حضور کی صلاح و اجازت کے بغیر مریدوں کی بہتری اس امر میں دیکھی تھی۔ کہ بعض مریدوں کی تربیت دوسرے سلسلوں کے مطابق کی جائے۔ جن کے فیوض سے وہ آشنا تھے۔ نیز اپنے آپ کو بغیر ضرورت کے اویسی المشرب جانتے تھے لیکن یہ بات کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اس لئے یہ مکتوب اُن کی طرف لکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اِن کاموں کی توفیق دے۔ جن کو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ دوستانہ حقوق کے ادا کرنے کے بعد آپ کے روشن دل پر واضح ہو۔ کہ فقیر کو بعض خوابوں میں ایسا معلوم ہوا۔ کہ آپ

باطن ایک طرح فقیر کا نافرمانبردار اور سرکش ہے۔ یہ واقعات فقیر کی بیماری کے بعد ظاہر ہوئے۔ اس دفعہ جب آپ تشریف لائے۔ تو شرم آئی۔ کہ اس قسم کی باتوں پر کیا توجہ کریں اور ان کو کیا ظاہر کریں۔ مقصود حق تعالےٰ ہے۔ اگر ہمارا حجاب اور واسطہ درمیان نہ ہو۔ تو نُورٌ علیٰ نورٍ ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی عادت اور سُنّت واسطہ اور برزخ کے معتبر ہونے پر ہے۔ اس سے آنکھ بند کرنا اور اس کو درمیان نہ دیکھنا ترقی کا مانع ہے۔ اگر اتفاقیہ یقین کے بموجب واسطہ کے باطن میں کسی قسم کی کجروی اور انحراف پیدا ہو جائے۔ تو درمیان سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اگرچہ اَلفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلیٰ اَوْصَافِہٖ (فانی اپنے اوصاف کی طرف پھر عود نہیں کرتا) مقرر اور ثابت ہے۔ لیکن کچھ شک نہیں۔ کہ یہ طریق خدا تعالےٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ اور نامقبول ہے۔ بچوں کے استاد کا ادب کہاں تک کیا جاتا ہے۔ طریقت کا استاد جو فیض کا چشمہ اور کشف و شہود کا منبع ہے۔ ضرور ہی الوہیت کا برزخ ہوگا۔ پھر اس کا ادب کہاں تک ضروری ہوگا۔ مصرع

مرا پیر اور خدا میرا ملے حق سے ترے باعث

حدیث مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا) یاری کے دو درجے ہیں۔ درجہ اوّل یہ ہے کہ ہمیشہ مدد اور فیض کے طالب و خواہاں رہیں تاکہ بے نہایت ترقیوں کا دروازہ کھلا رہے۔ اور اس امر کا ادب کما حقہٗ بجا لائیں۔ تاکہ سعادت اور برکت کامل ہو جائے۔ درجہ دوسرا یہ ہے کہ اگر بالفرض ہم کو درمیان نہ دیکھیں اور گمان کریں۔ کہ خواجگاں قدس سرہم کے ارواح طیبہ سے بلاواسطہ فیض پہنچ رہا ہے۔ تو اس سے بھی ہم انکار تو نہیں کرتے۔ گو اصل واقعہ کے برخلاف اور مریدوں کے اتباع میں بے برکتی کا باعث ہے۔ لیکن خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کو نگاہ رکھنا اور توجہ میں ان سے فیض کا طلب کرنا اور دوسرے طریقوں سے نہ ملنا ضروری ہے اس سے کسی طرح چارہ نہیں۔ یہ بزرگوار بڑے غیرت والے اور نازک طبع ہوتے ہیں۔ آپ نے محقق لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ ان کا طریقہ بعینہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا۔ خلق سے اپنے آپ کو ممتاز نہ رکھنا۔ عاجز اور متواضع رہنا۔ اپنے آپ کو عام لوگوں کی طرح سمجھنا۔ معتاد اور معمولی سنتوں پر کفایت کرنا۔ ظاہری اسباب کو وسیلہ بنانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ شیخ کبیر محی الملۃ والدین محمد

ابن العربی قدس سرہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ۔ کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی اور حمدون قصار اور ابوبکر سعید خراز رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی مقام ہے ۔ اور حضرت ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقام کے مسادات میں سے ہیں ۔ اور یہی ہمارا حال ہے ۔ ان باتوں کے علاوہ آپ اس باغ کے میووں سے پلے ہوئے ہیں ۔ اور اپنے خزانچیوں کے نائب ہیں ۔ آپ کو لازم ہے ۔ کہ اسی دروازہ پر گرے رہیں ۔ اور انکی رضامندی پر جمے رہیں ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا) ۔

رقعہ (۲۴)

یہ عنایت نامہ بھی ان دنوں میں کہ جناب مستطاب عالی مقدار میاں شیخ تاج اپنے کمالات کو دیکھ کر مستی میں آگئے تھے ۔ اور اس سبب سے ترقی سے رک گئے تھے ۔ ان کی تربیت کے لئے صادر ہوا تھا ۔ بعد ازاں ان خطوط کے لکھنے کا سبب یہ ہوا ۔ کہ حضور کی توجہ شریف کی برکت سے اپنے وسوسوں اور لغزشوں سے توبہ کی ۔ اور انجام بخیر ہوا ۔

اللہ تعالے آپ کو دائمی اور کامل برکتیں عطا فرمائے ۔ آپ کا محبت نامہ جو آپ نے نظام کے ہمراہ روانہ کیا تھا ۔ مطالعہ کیا ۔ آپ کی شورش سے تعجب ہوا ۔ ہم نے ایک بات لکھی تھی ۔ اگر وہ واقعہ کے برخلاف ہے ۔ تو بہتر ورنہ پھر بھی وصیت ہے ۔ کہ اگر آپ ہماری کسی صفت کو اس امر کے مخالف معلوم کریں ۔ جس کو آپ نے اپنے خیال میں کمال ٹھان لیا ہے ۔ تو آپ اس پر بھروسہ نہ کریں ۔ کیونکہ حالات مختلف ہوا کرتے ہیں ۔ نہایت کو بدایت کی طرف رجوع کرنے کو کمال جاننا ۔ اور اس کو ترجیح دینا بے تکلفوں اور عوام کا طریقہ ہے ۔ ایسے ہی اگر آپ کے دل میں آئے ۔ کہ اہل ارشاد کے لئے کشف اور الہام کا ہونا بھی ضروری ہے ۔ تو اس کا بھی کچھ اصل نہیں ۔ اہل ارشاد فنا اور بقا کے بعد علیم اور حکیم اور متکلم کا مظہر ہوتے ہیں ۔ جیسے کہ طریقت والے لوگوں کی کتابوں میں لکھا ہے آپ کو ہمیشہ نیازمند اور مستفید رہنا چاہئے ۔ مرید کو ہمیشہ کے لئے اپنے پیر کی حاجت و ضرورت ہے ۔ اور یہ جو کہتے ہیں ۔ کہ اب فلاں شخص کو مرشد کی حاجت نہیں ہے ۔ تو اس کے یہ معنی ہیں ۔ کہ وہ اب وصل کے نور سے قائم ہے ۔ اس وقت اگر مرشد اپنا آپ میان سے

ہٹائے ۔ تو اس کے حق میں فتور اور نقصان کا باعث نہ ہو گا ؎

اگر دم میں پی لے ہزاروں ہی دریا تو پھر بھی رہے عاشق حق پیاسا

طریقہ عالیہ احراریہ نقشبندیہ کے آداب بجا لانے میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں۔ اور ہر گز ہر گز کسی اور طریق کو اُس کے ساتھ نہ ملائیں۔ اور یہ جو آپ مختلف سلسلوں میں مرید بناتے ہیں۔ یہ بھی کچھ نہیں۔ جو کوئی خوشی سے آپ کا مرید ہو جائے۔ تو بہتر۔ ورنہ خیر۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ تعلیم اور تلقین کے طریقہ نقشبندیہ ہی پر موقوف رکھیں۔ روٹی کسی کی کھانی اور دعا کسی اور کے حق میں کرنا اچھا نہیں۔ بھلا بتلائیں۔ کہ ایک شخص سلسلہ نقشبندیہ کا نور تو آپ سے حاصل کرے۔ اور سلسلہ شعاریہ کی طرف متوجہ ہو۔ تو اس میں کیا مزہ آئیگا۔ نیز مرید کو پیر کے سامنے ایسا ہونا چاہیئے۔ جیسے مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ مرید کو لائق نہیں ہے کہ یوں کہے۔ کہ مجھے فلاں شغل یا فلاں طریق کی تعلیم دو۔ یہ بات بہت ہی بُری ہے۔ اور ایسی خود روئی اچھی نہیں ؎

کہدئے راز سارے خاص اور عام اب تو جانے نہ جانے بیترا کام

رُقعہ (۵)

یہ بھی میاں شیخ تاج الدین کی طرف لکھا گیا ہے +

ہمیشہ وضو کے ساتھ رہنا۔ وضو کے شکرانہ نفل یعنی تحیۃ الوضو کا ادا کرنا۔ کھانے میں احتیاط کرنا۔ گناہوں سے بالکل بچنا۔ غیبت اور سخن چینی نہ کرنا۔ کسی مومن کو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام حقارت کی نظر سے دیکھنا۔ کسی مومن کے ساتھ بغض اور کینہ نہ رکھنا۔ اپنے سے عاجز اور زیر دست پر غضب اور سختی نہ کرنا طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔ انہی پر طریقت کی بنیاد ہے۔ ان کے بغیر کام مضبوط نہیں ہوتا۔ اگر ان امور میں کبھی فتور بھی آجائے۔ تو کام کو چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ توبہ اور استغفار کر کے اس کام میں زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ حَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (نیک کام بُرے کاموں کو دُور کر دیتے ہیں) کے موافق کامل صفائی حاصل ہو۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ (سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا) +

رُقعہ (۶)

اپنی نیازمندی اور عاجزی میں اپنے پیر زادہ جناب خواجہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا ہے :-

جناب کی خدمت عالیہ سے دُور پڑا ہوا۔ اور نفسانی خواہشوں میں جکڑا ہوا بندہ محمد باقی جناب کی بارگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ اس سعادت و اقبال کے سرچشمہ کی قدمبوسی کی خواہش از حد ہے۔ لیکن تعلقات کی کثرت اور جسمانی کمزوری بڑا بھاری مانع ہے۔ ایک کہیں جانے کی طاقت نہیں رہی۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کی عنایت سے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے۔ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ تعالےٰ ہر شئے پر قادر ہے) امید ہے کہ جناب اس فقیر کو اپنے خادموں کے سلسلہ میں شمار کر کے توجہ کے ساتھ امداد فرماتے رہا کرینگے۔ یہ فقیر اسی درگاہ کو اپنی ارادت اور سعادت کا دروازہ جانتا ہے۔ حضور قدس سرہٗ نے اس مفلس گدا کو خود بخود قبول فرمایا تھا چنانچہ ابتدا میں کسی قسم کی طلب یا التماس کا واسطہ اور وسیلہ بھی درمیان نہ آیا تھا۔ اب بھی اس دروازہ سے یہی اُمید ہے ؎

تصرف دیا آپ کو ہے خدا نے ۔۔۔ ہٹا نا اسے غائبوں کے نہ سر سے
مرے ہاتھ میں تیرا دامن ہے یکسر ۔۔۔ تری خاک ہوں خواہ اڑوں میں فلک پر

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ اوّل و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے +

رُقعہ (۷)

یہ رُقعہ مخدومی مُلاذی استادی میاں شیخ احمد سرہندی ادام اللہ برکاتہٗ کے عریضہ کے جواب میں صادر فرمایا تھا:-

تیسرے مکتوب میں آپنے لکھا تھا۔ کہ بعض مرضوں یا تکلیفوں کے دور کرنیکے واسطے یہ توجہ کی جاتی ہے۔ کیا اس کے واسطے یہ شرط ہے۔ کہ پہلے اس بات کا علم ہو کہ یہ توجہ پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ۔ پوشیدہ نہ ہے۔ کہ توجہ اختیاری افعال میں سے ایک فعل ہے۔ اور فعل اختیاری یا ناپسندیدہ ہے یا مباح ہے۔ وہ توجہ جو ناپسندیدہ امور کے لئے کی جائے۔ وہ

توجہ بھی ناپسندیدہ ہے۔ اور جو توجہ مباح امور کی طرف کی جائے۔ وہ توجہ بھی مباح ہے۔ لیکن عارفوں کے نزدیک بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالےٰ کو اپنے تابع بنانا اور فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (پس اسی کو اپنا وکیل بنا) کے امر سے باہر نکلنا ہے۔ اسی واسطے بعض عارفوں نے تصرف کو ترک کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو عجز اور انکسار کے مقام میں رکھا ہے۔ جیسے کہ ابومسعود حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا۔ یہ لوگ کبھی نبی یا رسول کے نائب ہونے کے باعث اس نبی یا رسول کے معجزہ کو ثابت کرنے کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ اور ایسی معجزہ جیسا کام ظہور میں لاتے ہیں۔ اور جب اس سے زیادہ بلند معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔ تو محض عاجز ہو جاتے ہیں۔ ترک کا نام ان سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان سے کوئی تصرف ظہور میں آئے بھی۔ تو وہ امراً اور جبراً ہوتا ہے۔ جیسے کہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا باطن جو اللہ تعالےٰ کے ارادہ کا خاص مظہر تھا۔ بغیر ارادہ اور خواہش کے کسی امر کی طرف متوجہ ہو جایا کرتا تھا۔ اور اپنی غالب قوت سے اس کو دور کر دیا کرتا تھا۔ اور خواجہ رحمت اللہ خود بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ افسوس ہے اس دن پر کہ میرا دل ایک کے آگے سیدھا کھڑا ہوا۔ ان کی اور اسی قسم کی باتیں ظاہر ہیں۔ جو ان کی کلام کے ماننے والوں پر روشن ہیں۔ شیخ بزرگ اپنی کتاب فصوص میں اپنے آپ کو دوسرے درجہ میں لکھتا ہے۔ اور ابوالمسعود کے مقام کا کچھ نقص ظاہر کرتا ہے۔ اب پھر ہم اپنی پہلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ کہ جو توجہ پسندیدہ امور کی طرف کی جائے۔ خواہ اس کا پسندیدہ ہونا شریعت میں ظاہر ہو یا کشف صریح اور صحیح میں ظاہر ہو۔ پس وہ توجہ جس کا ہم بیان کر رہے ہیں۔ اور وہ ہمتوں کا جمع کرنا ہے۔ جس کو ہمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ ایک امر دیگر ہے۔ جو دوسرے اس علم کا محتاج ہے کہ آیا یہ پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ حضرت ایشاں قدس سرہٗ یعنی خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح معجزہ کے ثابت کرنے کے لئے تصرف کرنا یا تصرف کا ترک کرنا کچھ کچھ اس کی تائید کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَافْعَلُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں۔ تو جتنا تم سے ہو سکے کرو) اگر کوئی سوال کرے۔ کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تصرف کی طاقت بھی موجود تھی۔ اور جہاد اور کلمہ حق کے بلند کرنے کا امر بھی ان کو تھا۔ تو پھر وہ تصرف کیوں نہیں کرتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے

کہ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ (رسول پر صرف حکم کا پہنچانا فرض ہے) کے باعث وہ معذور رہتے۔
یعنی وہ شریعت کے طریق سے نفسِ جہاد اور کلمہ حق کے بلند کرنے پر مامور تھے۔ نہ کہ تصرف
کے طریق سے۔ یہ لوگ اہل عجز ہیں۔ اہل تصرف نہیں۔ کیا نہیں جانتے۔ کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ہمت اور قوت طلب کی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً (اگر تمہارے
مقابلہ کی مجھ میں قوت ہوتی) جیسے کہ صاحب فصوص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ جب کسی امر کے
لئے حکم الٰہی ہوتا ہے۔ تو اس وقت ہمت اور قوت ظہور کرتی ہے۔ اور فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ
(جتنا تم سے ہو سکے کر لو) کے معنے جاری ہوتے ہیں۔ پس اہل ہمت کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی اتباع کے باعث پسندیدہ امور میں ہمت کا صرف کرنا پسندیدہ ہے۔ اور اس کا
ترک کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اب ہم پھر اصلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ کہ جو توجہ امور مشتبہ کیطرف
کی جائے یعنی معلوم نہیں کہ آیا پسندیدہ ہیں یا ناپسندیدہ۔ چنانچہ آپ کا سوال بھی اِس قسم کے
امور میں ہے۔ تو ایسے کاموں میں ہمت اور توجہ پر دلیری نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ دعا کرنی چاہیئے۔
اور وہ بھی اسم ذات مثلاً یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کے ساتھ۔ اگر پسندیدہ ہے۔ تو دعا قبول ہو جاویگی
ورنہ درجہ بلند ہو جائیگا۔ یا کسی گناہ کا کفارہ ہو جائیگا۔ اسماء الٰہی کے خواص جاننے والے کو مناسب
نہیں کہ اس قسم کے امور میں کسی اسم کی دعوت کرے۔ لیکن یہ سوال کہ حضور کے ثابت ہو جانے
کے بعد طالبوں کو ذکر سے باز رکھنا اور حضور کے نگاہ رکھنے کا امر کرنا لازم ہے یا نہیں۔ تو
واضح ہو کہ ذکر کے ساتھ حضور کا جمع ہونا بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ ذکر ایسی جمعیت کے
وقت جو حضور کے فتور کا باعث ہو منع ہے۔ اسی طرح نفس کی سستی اور غفلت کے وقت
بھی منع ہے۔ حضور روح کا ذکر ہے۔ اور ذکر کے حروف کا صحیح صحیح ادا کرنا جو خفیہ کے نزدیک
صحیح قول کے مطابق تنہا آدمی کے حق میں اخفا کا درجہ ہے۔ خیال و نفس و زبان کا نصیب ہے
کیونکہ زبان بھی نگہداشت کے وقت بے حرکت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بعض ذریر ظاہر ہے۔ اور
ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی تمام اعضا کے ساتھ ذاکر ہو۔ تاکہ ذکر کا اسم اس حقیقت جامعہ پر
بولا جائے۔ حدیث اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ (کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو سب عملوں سے
اچھا ہے) میں اسی ذکر کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے کتاب نصوص میں ہے۔ لیکن یہ سوال
کہ ہمارے خواجہ علیہ الرحمۃ کے فقرات میں لکھا ہے۔ کہ اہل محبت تو آخر ذکر کا امر کرتے ہیں۔ کیونکہ
بعض ایسے مقصد ہیں۔ جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ وہ مقصد کونسے ہیں۔ اور کس وقت ذکر

کا امر کرنا پڑتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر کے امر کا وقت حضور کے ظہور کا وقت ہے۔ اور حضور کے ظہور کا وقت تکلف کے ساتھ رابطہ کا آتا ہے۔ اور ذکر کا نتیجہ فنائے حقیقی اور اذکرکم کا ظہور ہے اور جو کچھ اس کے بعد ہے وہ حقائق اور معارف ہیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر سے مراد جیسے کہ اہلِ طریقت کے نزدیک ظاہر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رابطہ یا توجہ کے وقت اذکار میں سے کوئی ذکر مرشد کے باطن سے سالک کے باطن میں عکس کے طور پر پہنچے گا خواہ ذکر قلبی ہو خواہ ذکر روحی۔ اور یہی معارف ہیں۔ اور یہی عین نتیجہ ہے۔ جیسے کہ آپ نے کئی دفعہ مشاہدہ کیا ہے۔ اگر منتہی کی صحبت اور رابطہ اس قسم کی چیزوں کے ساتھ ہو جائے۔ تو پھر بھی درجات کی بلندی کے لئے نفی اثبات درکار ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ کشف بھی مرتبہ فوق کے ظہور کے باعث اس سیر تک پہنچا دیتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ الغرض طلب ہونی چاہئے مَنْ قَرَعَ بَابًا وَلَجَّ وَلَجَ جس نے کسی کا دروازہ کھٹ کھٹایا۔ اور اصرار کیا۔ تو وہ دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ اور ثابت اور مقرر ہے کہ ہمت اور توجہ کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ جو فقرات میں لکھا ہے کہ بغیر ذکر کے حاصل نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد سیر محبی ہو۔ کیونکہ محبوبوں کا سیر اور ہی ہے ؎

عشق محبوباں دلوں میں ہے چھپا	عاشقوں کا عشق شورش دے مچا
عاشقوں کا عشق تن لاغر کرے	عشق محبوباں سے تن فربہ بنے

اگرچہ ہم نے ذکر کی حقیقت، جو اعراض اور اقبال ہے۔ اس سیر میں بھی درج کر دی ہے لیکن ذکر خفی پوشیدہ ہے۔ جس پر فرشتوں کو بھی اطلاع نہیں ہے ؛

حدیث میں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے۔ تو میں بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالےٰ خود اس ذکر کا حافظ ہے۔ اور بلا واسطہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور خلوت میں کہ جس میں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ تجلی کا سبب ہے۔ اور اگر بندہ مجھے فرشتوں کے گروہ میں یا انسانوں کے گروہ میں یاد کرتا ہے۔ تو میں اس کو اس گروہ سے اچھے گروہ میں یاد کرتا ہوں۔ کیونکہ اس گروہ میں اس کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ اور گروہ حساب میں کبریا کے ظہور کے باعث نفوس فانی ہو جاتے ہیں۔ اور ایک گروہ کا دوسرے گروہ کی نسبت بہتر اور اچھا نہ ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے۔ کہ اجزاء جہری کی نسبت بعض اجزاء نازل اچھے ہیں۔ اب ہم پھر اصلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ کہ ترقی صرف ذکر نفسی میں

ہے۔ جیسے کہ ہم نے بیان کر دیا۔ ہر گروہ کا وہ ذکر جو ذکر نفسی سے خالی ہے۔ زیادہ درجہ نہیں کرتے ہے

دل میں ہو درد جان ہو جلتی ہر گھڑی آگ تازہ ہو لگتی

لیکن یہ سوال کہ بعض طالب طریقہ کی طلب ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن لقمہ میں احتیاط نہیں کرتے تو پوشیدہ نہ ہے۔ کہ اس سے پہلے فقیر کے دل میں آتا تھا۔ کہ اس بارہ میں وسعت کی جائے لیکن اب اچھی طرح معلوم ہؤا۔ کہ جو شخص احتیاط کو مد نظر رکھ سکتا ہے۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ آپ بھی اس بارہ میں اسکے ساتھ مبالغہ سے کام لیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعض کی سستی اور فروگزاشت سب میں اثر کر جائے۔ اس بارہ میں ہرگز چشم پوشی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جذبہ کا طریق اس روشنی کے بغیر کھلے نہیں ہوتا۔ اور وہ طالب جو رعایت نہیں کر سکتے۔ ان کے بارہ میں آپ درگزر کریں۔ لیکن شرعی حدود کے اندر اندر انہیں ایسا نہ کریں۔ کہ جو کچھ حلال و حرام مل گیا کھا جائیں۔ اور کوئی خوف نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو۔ تو اللہ حاضرین کے معنی کا ملاحظہ کریں۔ تاکہ آپ کی خدمت میں آنے جانے کے وقت شرمندہ ہو۔ اور اس کام سے ہٹ جائے۔ اور خدمت میں آنے جانے کے وقت لقمہ حرام کی مذمت اور اس کی بے خاصیتی کی نسبت گفتگو کریں۔ اور اگر بہت ہی بے باک ہے تو اس کے لئے پناہ مانگنا بھی روا ہے۔ اور اس خرابی کے باوجود طریقہ میں داخل کر لینا چاہیئے امید ہے کہ خود آگاہ ہو جاویگا۔ اور اگر پھر بھی آگاہ نہ ہو تو جب اس کو اس طریق میں کچھ یقین حاصل ہو جائے۔ اور کچھ نسبت اس کو اس طریق سے پیدا ہو جائے۔ تو اس کی نسبت کو سلب کر لیں۔ تاکہ لقمہ کی برائی معلوم کرے۔ غرض جہاں تک ہو سکے رحمت کا مظہر بنیں۔ اور خلق خدا کو فائدہ پہنچائیں۔ اور اگر بعض لوگ اس طریق کے ساتھ صرف نسبت ہی حاصل کرنا چاہیں۔ تو آپ ان سے مصافحہ اور معاہدہ کر لیں۔ یعنی وہ عہد کر لیں۔ کہ ہم شریعت کی متابعت کرینگے اور ہوا و حرص اور بدعت کی کدورت اور یہاں سے عقیدہ کو محفوظ رکھینگے۔ اور آپ آخرت کے ثواب اور نجات پر عہد کر لیں۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ پس جس نے وعدہ توڑا اس نے اپنی جان پر وبال کیا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالےٰ اس کو بہت اجر دیگا) اگر شجرہ طلب کریں تو مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ تک لکھدیں۔ تاکہ یاد کر لیں ہمیں

اپنے باطن کی باعث شرم آتی ہے۔ کہ ہمارا نام بھی خواجگان کے سلسلہ میں لیا جائے۔ کبھی کبھی ہماری توفیق کے لئے دُعا و فاتحہ کیا کریں۔ جو لوگ مصافحہ کرنا چاہیں۔ اگر ان سے ہو سکے تو بارہ رکعت تہجد اور چار رکعت اشراق دو سلام کے ساتھ اور بارہ رکعت چاشت اور چار رکعت سنت عصر اور مغرب کی سُنت کے بعد چار رکعت نفل دو سلام کے ساتھ ادا کریں۔ اور جب مسجد میں آئیں۔ تو دو رکعت تحیۃ مسجد ادا کر کے بیٹھیں۔ ہاں اگر طلوع آفتاب کے وقت یا عصر کے بعد میں آئیں۔ تو پھر ادا نہ کریں۔ اور جب وضو کریں۔ تو وضو کا شکرانہ ادا کریں مگر ان دو وقتوں میں ادا نہ کریں۔ اور ہمیشہ باوضو رہنے کا خیال رکھیں۔ ان سب باتوں سے جس قدر کر سکیں کریں اگر سب کو ادا کریں تو بہت ہی بہتر ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ زیادہ کی توفیق دے۔ تو اُنہی نمازوں کو خصوصاً رات کی نماز کو لمبی قرءت کے ساتھ ادا کریں۔ اگر لمبی سورت یاد نہ ہو تو سورۃ اخلاص کو جس قدر دل چاہے تکرار کر لیا کریں۔ اگر آرام اور فراغت ہو تو کھڑے ہو کر ورنہ بیٹھ کر ہی ادا کر لیں۔ اور نماز کو ملال اور سُستی کے ساتھ جمع نہ کریں۔ اور اشراق کی پچھلی دو رکعت کو استخارہ کی نیت پر ادا کریں۔ اور دُعا استخارہ کو اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ تک پڑھیں۔ اور آخر دعا کی بجائے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَنْ اَتَّقِیَ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالْعَمَلِ فِیْ یُسْرٍ وَّعَافِیَۃٍ اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّلَا اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ الْخَیْرَۃَ فِیْ کُلِّ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ اُرِیْدُہٗ فِیْ ھٰذِہِ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ اِلٰی تِلْکَ الْوَقْتِ (یا اللہ میں اپنی جان کے لئے کسی قسم کے نفع اور ضرر اور موت و حیات اور نشر کا مالک نہیں۔ میں اپنے آپ کسی چیز کو نہیں لے سکتا جب تک تو مجھے نہ دے۔ اور میں اپنی ہمت کے ساتھ بُرے کاموں اور شیطان اور نفس کے مکر سے نہیں بچ سکتا۔ جب تک تو مجھے نہ بچائے۔ یا اللہ تو مجھے صحت و تندرستی اور فراخی میں ایسے قول و فعل و عمل کی توفیق بخش۔ جن سے تو راضی اور خوشی ہے۔ یا اللہ تو مجھے برگزیدہ کرلے اور اپنی حفاظت میں لے لے۔ اور مجھے ایک لحظہ بھی اپنے اختیار پر نہ چھوڑ۔ یا اللہ جو قول و فعل میں آج کے دن اس وقت تک کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں بہتری نصیب فرما) پڑھیں۔ اور لکھی ہوئی صحیح دعا میں جو حدیث کی صحیح کتابوں میں پڑھنی آئی ہیں۔ پڑھا کریں۔ اور جو دعائیں حدیث

کی کتاب میں خاص خاص وقتوں میں مقرر ہیں پڑھیں۔ اور نفلی روزوں سے
جو علماء کے نزدیک مستحب ہیں۔ مثلاً سوموار اور جمعرات اور جمعہ کے دن کا
روزہ رکھیں۔ لیکن جمعہ کو تنہا روزہ نہ رکھیں۔ اور ایام بیض کے روزے اور شوال کے سوا
اور ہر مہینے کے اول چھ دن کے روزے جس قدر رکھ سکیں رکھا کریں۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَام۔
حدیث فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ
فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ کو بعض علماء نے جہر کے جواز اور آدمی پر فرشتوں کی بہتری اور
برتری کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ جیسے کہ خود ظاہر ہے۔ لیکن اگر ذکر سے مراد نماز ہو۔ اور
ذکر ملائی سے قرءت جہر مراد ہو۔ جیسے کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ میں نماز مستقاً
کے بارہ میں اشارہ کیا ہے۔ تو دونوں باتوں سے کچھ بھی لازم نہیں آتا۔ لیکن پہلی تو وہ
ظاہر ہے۔ لیکن دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز خادم و مقتدی
ماموم نہ تھے۔ لیکن شیخ کے نزدیک خواص انسانوں پر فرشتوں کی بزرگی ثابت ہے۔ اور
یا میر ولایت خاصہ کی بزرگی کی طرف راجع ہے۔ اور ولایت خاصہ سے مراد وہ وقت
خاص ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔ اور ولایت سے
مراد ولی کی ولایت ہے۔ حالانکہ جامعیت کی فضیلت مسلم ہے۔ پس ولی ملاء اعلے
کے مقرب فرشتوں کے گروہ میں مستغرق اور مستہلک اور فانی ہوتا ہے۔ اور بشر اسم
جامع ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ خواص بشر سے مراد رسولؑ اور نبیؑ ہیں۔ اور عام علماء
کے نزدیک خاص فرشتوں سے خاص انسان افضل ہیں۔ اور خاص انسانوں سے مراد نبی ہیں۔
اس بات پر شیخ اور تمام علماء کا اتفاق ہے۔ نقط آپ نے لکھا تھا۔ کہ ہم ایک مقام پر پہنچے
ہیں۔ اور اس مقام کو ختم الخلافۃ کے ساتھ مخصوص پایا۔ ہم کو اس میں دو شبہ ہیں۔ ایک
تو یہ کہ پہلے پہل اپنے آپ کو نامناسب پایا۔ بعد ازاں آہستہ آہستہ چلکر اس کے متصل
ہو گئے۔ اس مقام میں ترقی کس جہت میں ہوئی۔ جو وہاں تک پہنچنے کا باعث ہوئی۔
اگر آپ جذبہ کی جہت کہیں۔ تو ظن یہ ہے کہ یہ جہت اس مقام سے پہلے ہی تمام ہو چکی تھی۔ صفا
اور غلبہ شہود اس مقام پر پہنچنے کا سبب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی اشارہ کیا ہے
کہ وہ مقام مجذوب لوگ تمام کئے ہوئے کا ہے۔ اور اگر سلوک کی جہت بیان کریں۔ تو معلوم
ہونا چاہئے تھا۔ کہ کونسی صفت حاصل ہوئی۔ کہ وہ مقام پیدا ہو گیا۔ شبہ دوسرا یہ ہے۔ کہ یہ

کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں۔ اقطاب وقت جو اپنے زمانہ میں زمانہ کے سند ہوتے ہیں۔ جذبہ یا سلوک کی جہت میں ان کے حق میں کیسے نقص ہو سکتا ہے بغرض اس مقام کے شخصوں اور ان لوگوں کا کہ جن کے ساتھ اس کا قوام ہے۔ اور اس مقام سے نچلے درجہ والوں اور اس مقام کے نامناسب لوگوں کا حال پورا پورا لکھیں۔ شاید کوئی امر ثابت ہو جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کو اس مقام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ لکھیں کہ مناسبت کا نہ ہونا کس قسم کا ہے۔ دوسری یہ ہے کہ آپ پھر توجہ کریں۔ اور دیکھیں کہ لوگوں کی مشغولی کا ترک کرنا ہماری نسبت پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ۔ نیز یہ لوگ جو ہمارے ہمنشیں ہیں ان کو دوسروں کی صحبت میں بھیجدیں اور آپ مجرد اور تنہا رہیں۔ یہ بھی پسندیدہ ہے یا نہیں۔ اور بادشاہ کی طرف سے کوئی اندیشہ دل میں نہ لائیں۔ پھر لکھا جاتا ہے۔ کہ خاص وقتوں میں اچھی طرح توجہ کریں۔ اور کسی معتبر آدمی کے ہمراہ لکھ کر روانہ کریں۔ اگر شیخ لوز فقط فوق تک پہنچا ہو۔ تو شیخ لوز ہی لے آوے۔ اور دوسرے اسرار کو محفوظ رکھیں۔ یعنی حضرت ختم الخلافت کے ساتھ اس مقام کی جو خصوصیت ہے وہ ظاہر نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ غلطی میں پڑ جائیں۔ اور ان کے عقیدے بگڑ جائیں ؞

رقعہ (۸)

ایک خادم کی طرف لکھا ہے جس کو اپنی خدمت و ملازمت سے جدا کر کے وقت کے دوسرے مشائخ کی زیارت اور خدمت کے لئے روانہ کیا ہوا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ مشائخ میں سے جس کسی کی خدمت چاہے کرے۔ اور اس بیچارے نے محض کسی ضروری کام کے لئے اس سفر کو ختیار کیا تھا۔ اور اجازت کے بغیر وطن اقامت میں واپس نہیں آسکتا تھا ؞

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ ابتداء حال میں مقصود حقیقی کی طلب میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تو طلب کرتا ہے۔ اسے پہلے ہی قدم میں چھوڑ آیا ہے۔ یعنی انہوں نے حضرت سلطان کو والدہ کی خدمت کے لئے امر کیا تھا۔ الغرض آپ کا واپس آجانا ہی بہتر ہے۔ آپ کو بھی اس قافلہ سالار رشطار یعنی حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کی متابعت کر کے واپسی کا ارادہ کرنا چاہئے۔ شاید ظاہری مشابہت سے باطنی مناسبت حاصل ہو جائے۔ اور معیت حق کی حقیقت اور وجود مطلق

کی شمولیت ظاہر ہو جائے ؎

بغل میں چھپا ہے ترا یار دلبر تو کیوں ڈھونڈھتا ہے اِدھر اور اُدھر

رُقعہ (۹)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے۔ جس کو اسباب معیشت کے شغل کے باوجود شغل باطنی بھی فرمایا۔ اور وہ خود بھی اس بات کا طالب تھا:-

آپ کا محبت نامہ جو آپ نے روانہ کیا تھا مطالعہ میں آیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو زیادہ زیادہ توفیق دے۔ اور اپنا عشق اور درد عطا فرمائے۔ آپ نے جو کچھ مشغولی کی طلب کے بارہ میں لکھا تھا۔ فی الحال جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور مقرر ہو چکا ہے۔ اسی پر قائم رہیں۔ ستر ہزار بار لاالٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر ایک مہینہ یا اس سے کم یا زیادہ مدت میں بہت ہی اچھا ہے۔ کام کا مدار رابطہ اور سچے اعتقاد پر ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ عاجزی اور خاکساری اور بے تعلقی کے آثار ظاہر ہو کر مقصود حاصل ہو جائیگا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ دِل کی توجہ دشمن کی طرف سے اُٹھالے۔ دوست کے طلب کرنے کی کیا حاجت ہے۔ والسّلام ؎

رُقعہ (۱۰)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:-

رات کے درمیان خواہ آخری تیسرے حصّہ میں خواہ آخری نصف حصّہ میں خواہ پچھلی دو تہائی میں خواہ درمیانی دو تہائی رات میں خواب سے بیدار ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر مل کر کسی ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ خواہ تسبیح میں۔ خواہ تہلیل میں۔ خواہ تکبیر میں (یعنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر) خواہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھنے میں مشغول ہو جائیں اگر اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ اخیر تک پڑھیں۔ تو یہ بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا پڑھنا سنّت ہے:۔ اس کے بعد دو رکعت شکرانہ وضو ادا کریں۔ اور دعائے جامعہ مثل رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا دوسرے ماثورہ اور منقولہ دعاؤں سے کوئی دعا پڑھیں۔ لیکن دعا سے

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور صلوٰۃ بھیج لیں۔ بعد ازاں بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کے نفلوں کی نہایت تعداد اتنی ہی ہے۔ اور کم درجہ دو رکعت یا چار رکعت ہے۔ اگر بڑھاپا یا کمزوری لاحق ہو تو بیٹھ کر ادا کریں۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اس طرح آہستہ آہستہ ذکر کریں۔ کہ آپ بھی نہ سنیں۔ اور ذکر کے وقت حق جل جلالہٗ کو حاضر جانیں۔ گویا کہ اُس کو دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اور کلمہ لا مُتصرف الا اللہ کے معنی سوچیں۔ اور جس قدر ہو سکے اس سبق کا تکرار کریں۔ اور ایسا اعتقاد کریں۔ کہ ہر سانس میں از سر نو ایمان لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا (اے ایمان والو پھر ایمان لاؤ) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اپنے ایمان کو تازہ کرو) جب فجر کی نماز ہو چکے۔ پھر اسی تکرار میں مشغول ہو جائیں۔ جب سورج ایک نیزہ بھر چڑھ آئے۔ چار رکعت اشراق دو سلام کے ساتھ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تو اپنے تمام اوقات کو اسی کام میں بسر کریں۔ کہ اُمید ہے کہ بڑے بڑے فیض حاصل ہونگے۔ مَنْ قَرَعَ بَابَ الْکَرِیْمِ وَلَجَّ وَلَجَ (جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اصرار کیا وہ داخل ہو گیا) ؎

اگر ہر سانس کی ہر دم کریگا تو نگہبانی ۔۔۔ تجھے دونو جہاں کی بخشدینگے یار سُلطانی

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا)

رُقعہ (۱۱)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کرم کا دروازہ اور سعادت کا راستہ کھلا رکھے۔ دونو جہان کی سعادت شرعی احکام کے بجالانے میں ہے۔ اور فرمانبرداری اور متابعت کے حاصل ہونے کا بڑا بھاری سبب خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہے۔ اور خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت تب حاصل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی محبّت اور خدمت حاصل ہو ؎

خدا اور خاصان حق کی عنایت ۔۔۔ نہ ہو گر نہیں ہوتی حاصل ہدایت

رُقعہ (۱۲)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-
اللہ تعالیٰ آپ کو نیک کاموں کی توفیق دے۔ آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ موجودات کی صورتیں ایک موجود دکھائی دیتی ہیں سہل ہے لیکن اَللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالیٰ ان کو گھیرنے والا ہے) سے کے ظہور کی خوشخبری دینے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ظہور کریگا۔ اور یہ جو لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ بہت نیک ہے۔ اور ذاتی انوار میں فانی اور مستغرق ہونے کی خوشخبری دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نصیب کرے۔ لیکن اس بات کا دریافت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ بہت مشکل ہے۔ جب ثابت ہو جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور یہ بات یہانتک غالب آجائے۔ کہ بے شعور مطلق بنادے۔ تو یہ بھی ایک قسم کی فنا ہے۔ اور بہت ہی مبارک ہے۔ اور اس میں وصول کی سعادت ظاہر ہونے کی خوشخبری ہے۔ لیکن اس کا سمجھنا اور تحقیق کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ صورتیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ غرض نہایت اہتمام کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور اس کام میں کوشش کرنی چاہیئے۔ ملاقات کے بعد تحقیق کی جائیگی۔ نیز واضح ہو کہ اس فنا اور وصول کے حاصل ہونے کے باوجود بھی بڑی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انوار بے شمار ہیں۔ ہمت کو پست نہ کرنا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ لیا)۔

رُقعہ (۱۳)

جناب میاں شیخ احمد سرہندی کی طرف لکھا ہے :-
آپ نے جو خط لکھا تھا پہنچا۔ جو کچھ آپ نے کشفوں کے بارہ میں تحریر کیا تھا۔ ان کا طریق نہایت ہی پسندیدہ اور صحیح اور مستقیم اور مستحسن ہے۔ چونکہ آپ کا یہ طریق اس طرح واقعہ ہوا ہے کہ قول اور زبان کے بغیر چیزیں کشوف ہوتی ہیں۔ تو پھر کیا حاجت ہے کہ سب وجوہ کا بیان کیا جائے۔ جو کچھ کہنے کے لائق ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات کے وقت آمنے سامنے کہا جائیگا۔ آپ پہلے استخارہ کریں۔ اگر ادھر آنا ظاہر ہو۔ تو آجائیں

ورنہ نہ آئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِحْسَانِ (اللہ تعالےٰ کے احسان پر آپکی حمد ہے) چونکہ ہمارا ضعف دن بدن قوی ہوتا جاتا ہے۔ اِس لئے پہلے مکتوب کا جواب نہیں لکھا گیا یہاں کے دوست بھی ایک طرح بیکار بیٹھے ہیں۔ ان کو کوئی ایسی صحبت میسّر نہیں۔ جو انکی سرگرمی کا باعث ہو۔

رُقعہ (۱۳۴)

جناب میاں شیخ احمد سرہندی کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالےٰ آپ پر اپنے کرم کے دروازے دن بدن زیادہ کھولے۔ آپکا وہ خط جس میں واقعات اور احوال لکھے تھے۔ پہنچا۔ لیکن اچھی طرح اُس کے مطالعہ اور تحقیق کی فرصت نہ ملی۔ انشاء اللہ تعالےٰ تحقیق کے بعد کچھ لکھا جائیگا۔ جو کچھ سرسری اور اجمالی نظر میں آیا ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ جامہ پارہ اور شخص اور پوستن کی تعبیر اگر عین ثابتہ اور مرتبہ وجوب میں تعین کے ساتھ ہو۔ تو بہت ہی نیک ہے۔ مرتبہ وجوب وہی وجہ خاص ہے ظاہر وجود پر عین ثابتہ کے عکس پڑنے سے جو تعین پیدا ہوتا ہے۔ وہ وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہے۔ کیونکہ ایک جہت سے اس کا تعلق وجود کے ساتھ ہے اور ایک جہت سے عدم کے ساتھ۔ لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے۔ کہ اس جامہ پارہ کی تعبیر اپنے عین ثابتہ کے ساتھ کی ہے۔ اور اس پوستن سے جس کو آخرکار اپنا آپ معلوم کیا ہے۔ اور اس جامہ سے کہ اپنے آپ سے الگ معلوم کیا ہے۔ برزخ ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ تکلف سے خالی نہیں۔ ہاں آپ خود برزخ مذکور بن گئے ہیں۔ جو ہمارے لکھے ہوئے برزخ کے ماسوا ہے۔ اور اُس کے ساتھ اتصال پایا ہے۔ لیکن اِس جامہ پارہ کی بیگانگی اس حمد سے بعید ہے۔ غرض جو کچھ بھی ہے نیک ہے۔ اور وہ جو ہم نے رسالہ سلسلۃ الاحرار میں وجود اور عدم کے درمیانی برزخ کے متعلق لکھا ہے۔ وہ ان کے سوا اور ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ پہلے اور دوسرے خط کا جواب مفصل لکھینگے۔ سفر در وطن کی بہت رعایت کریں۔ کیونکہ مقامات سلوک کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ مولانا عبدالہادی کو ابھی چند دنوں میں اپنے گھر بھیجدیں۔ تاکہ اپنی والدہ کی خدمت میں جائے۔ سُنا ہے کہ اُس کی والدہ بہت اُداس ہے۔ والدہ کی تسلّی کے بعد پھر آپکے پاس آجائیگا۔ محمد صادق بمع تمام

دوستوں کی دُعا کے ساتھ مخصوص ہیں ؁

رُقعہ (۱۵)

جناب شیخ احمد سرہندی کی طرف تحریر فرمایا ہے :-

اللہ تعالیٰ آپ کو بقا بخشے۔ جناب صدر جہان نے ذکر و مراقبہ سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ذکر تو بتلایا گیا لیکن چونکہ اس گروہ کا خاص مراقبہ درس اور بیان کی فہم سے نہیں ہے۔ اور ان کا ارادہ بھی یہی تھا۔ اس لئے یہی مناسب دیکھا کہ آپ کی خدمت میں اس کی صحت کرنے۔ کیونکہ تصرف کے ظہور کے بغیر اس کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کی صحبت میں کامل طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ اب فقیر پر ضعف بہت غالب ہے صحبت کی فرصت اور توجہ کی طاقت نہیں رہی۔ آپ بھی استخارہ کے بعد ہی تشریف لائیں۔ جیسے کہ اس سے پہلے بھی لکھا گیا تھا۔ کہ اگر استخارہ میں آنا ظاہر ہو تو آجائیں۔ ورنہ خیر۔ شاہ حسین کو بھی اس طرح کرنا چاہیئے۔ والدعا ؁

رُقعہ (۱۶)

جناب شیخ احمد سرہندی کی طرف لکھا ہے :-

میاں شیخ محمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے حال پر توجہ اور التفات فرمائیں۔ اور جو کچھ ان کے حال کے مناسب ہو۔ امر کریں۔ جناب حاجی عبدالعزیز دُعا و سلام عرض کرتے ہیں۔ قبول کریں۔ محمد صادق و محمد سعید و دوسرے عزیزوں کو ہماری طرف سے دُعا پہنچے۔ والدُعا ؁

رُقعہ (۱۷)

جناب شیخ الہ داد کی طرف لکھا ہے :-

جناب مخدومی میاں شیخ الہ داد سیر و سلوک میں سالم و غانم (سلامتی اور غنیمت سے) رہیں۔ سیر فی اللہ حقیقت میں ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جو نحن اقرب کے معانی میں جذبہ اور فنا حاصل کرنے کے بعد فیض الہٰی کی مدد سے نفس کا تزکیہ پا جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف سے

حقیقت کے اعتبارات کے ظاہر ہونے کا محل ہو جاتے ہیں۔ ان کا حال تیز ہوش ہم سبقوں اور کامل استادوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ عَلٰی رِوَایَةٍ مَنْ قَرَعَ بِیَاءِ النِّسْبَةِ (میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا بشرطیکہ یائے نسبت سے پڑھیں) البتہ ہم اس قدر جانتے ہیں۔ کہ طریقت والوں کے سلطان اور حقیقت کے خزانوں کے مالک قطب ارشاد اور پیر آگاہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فقرات میں فرمایا ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور اہل سنت وجماعت کا اعتقاد اور خواجگان قدس سرہم کی باطنی نسبت دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہتر ہے۔ عالم آخرت کا دیدار اُسی نسبت کی صورت ہے جیسے کہ ظاہری ہیئت میں ظاہری اعمال کی صورت ہے۔ والسلام ۔

رُقعہ (۱۸)

اس سلسلہ شریفہ کے ایک مخدوم زادہ کی طرف لکھا ہے جو ولایت کیطرف تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تمام اَنْ ہونی اور نامناسب باتوں سے محفوظ رکھے۔ آپ خاطر جمع رکھیں انشاء اللہ تعالے بزرگوں کی پاک روحوں کی برکت سے کوئی تکلیف نہ پہنچیگی۔ جو کچھ کرنے کے لائق ہے وہ یہ ہے۔ کہ اپنے قصد اور اختیار سے ناپاک جگہوں میں نہ جانا چاہیئے۔ باقی تمام امور آفات سے محفوظ ہونگے۔ انشاء اللہ تعالے۔ امید ہے کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کی ہمت اور توجہ پر آپ کا پورا پورا بھروسہ اور اعتماد ہوگا۔ یہ کمترین مرید بھی اس بارہ میں اُن کی موافقت کریگا۔ اور ان بزرگوں سے لطف کی التماس کریگا۔ اس کمترین کے لائق تو یہی تھا۔ کہ مولانا ترسون کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملازمت سے مشرف ہوتا۔ لیکن خدا جانتا ہے۔ کہ جسمانی کمزوری مانع ہے۔ اگرچہ اور بھی مانع ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا۔ اور مانع رفع ہو گئے۔ تو دل وجان سے حاضر خدمت ہوگا۔ مخدوم زادہ برخوردار بندگی قبول فرمائیں۔ اور جناب شیخ ابوالحسن کو بھی آداب تسلیم۔ زیادہ دعاء اور اخلاص۔

رُقعہ (۱۹)

ایک مخدوم زادہ کی خدمت میں تحریر فرمایا ہے :۔

ے وہی ہوں سیلِ عاجز میں آپ کا نوکر وہی میں آپ کا مسکین غریب ہوں چاکر

اس مبیت نے ہم کو مجملاً دل کے تمام قسم کے غموں کے ظاہر کرنے سے فارغ کر دیا ہے۔ مقصد المقاصد تک نہ پہنچنے کا حال کیا عرض کریں۔ اور چہرۂ دل کی خراش جو مرتبہ روح کی تفصیل ہے کیا بیان کریں۔ صفاتِ جمیلہ یعنی جمال ظاہری یا جمالِ باطنی کے ساتھ انس کے مقام سے جدائی کا کیا اظہار کریں۔ ولی معشوق کے چہرہ اور رُخ بہت سے ہیں۔ اور ہر چہرہ کے ساتھ اپنے مشاہد اور عاشق کی طرف مائل ہے۔ وہ لطیفہ روح ہی ہے جس کا خاص راستہ صرف احدیت کی طرف ہے۔ انسانوں کا مرنا جینا اسی پر موقوف ہے اپنی کرم بخشی اور آراستگی اور بے عرفی نظر کر کے ہم کو اپنا مشتاق خیال کریں۔ اور نیاز مندانہ دعا قبول فرمائیں۔ اور توجہ اور فاتحہ سے امداد فرماتے رہیں۔ مخدومی مولانا محمد صوفی اپنے نام کی حقیقت تک پہنچ جائیں یعنی اسم بامسمّیٰ ہوں۔ والسلام والاکرام ؁

رقعہ (٢٠)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

وقت کی تنگی مخلصانہ مقدمات کی تمہید سے مانع ہے۔ اس لئے املا کی کوتاہی اور کاغذ کی کمی اور عبارت کی بے ربطی پر راضی ہو گیا۔ کیونکہ بات جب اپنے مرکز سے نکل جاتی ہے۔ تو اس کے تمام اسباب میں فتور آ جاتا ہے۔ اور وہ مُدعا جو قوت مدرکہ سے نکلتا ہے۔ وہ دائرہ ملاحت کا قطب ہوتا ہے۔ خیال و تکلف کو بھی وہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ جن کے حال کے لائق ہوتا ہے۔ فقیر کا حال آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہمارے اندیشہ کے خلوتخانہ میں کیا کچھ آتا جاتا ہے۔ باوجود اس کے ہم خود اس کی تفصیل کرینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ انہی چند دنوں میں شرف ملاقات سے مشرف ہونگے۔ والسلام

رقعہ (٢١)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے) اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سابقہ

ہم پر برسائے۔ اور اپنے کمال کرم اور احسان سے ظاہری باطنی کوشش کے بغیر ہمارے نابود حجاب کو ہم سے دور کرے۔ آپ کا عنایت نامہ جس میں نہایت ہی عجیب اور لطیف باتیں لکھی تھیں پہنچا۔ دل نہایت خوش ہوا۔ اور روح کو پرواز حاصل ہوا۔ بیت

ہر نکتہ سے ہوا عقل کا مطلب حاصل ہر خط سے تسلی ہوئی دل کی کامل

غرض باوجود مختصر اور کم سخن ہونے کے آدمیت کی تفصیل کا نسخہ تھا۔ پیدائش کے مقصود کو جو اصل میں اصلی مقام کا طلب کرنا اور صحرا بازماندگی کے وحشیوں کے ساتھ ملنے سے نفرت کرنا ہے۔ اچھی طرح معلوم ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیاہ دلی اور طبعی سستی کے اس شکستہ پا گوشہ نشین کو بھی اس درجہ تک پہنچائے۔ والسلام •

رقعہ (۲۲)

جناب ملاذی قبلہ گاہی شیخ تاج الدین کی طرف لکھا ہے:۔

یہ نیازمند مخلص اور محب خالص آپ کا خیر خواہ اور آپ کی ملاقات کا خواہاں رہتا ہے۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی ہے۔ کہ آگرہ کی طرف جانے کے لئے مشورہ طلب کیا ہے۔ آپ اپنے دل سے فتویٰ طلب کریں۔ خواہ اور مفتی کچھ کہیں۔ جو کچھ آپ کے الہام قبول کرنے والے دل میں آجائے۔ وہی درست اور راہ راست ہے۔ اس کے علاوہ استخارہ بھی مسنون طریقہ ہے۔ اور جو عجیب و غریب مختلف خوابیں آپ نے لکھی تھیں۔ اپنے تجربہ کے رُو سے معلوم ہوا ہے۔ کہ کبھی کبھی جسمانی قوتوں کی کمزوری بھی ایسی ایسی خوابوں کا باعث ہوا کرتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص خواب میں کسی کو مردہ دیکھے۔ تو گویا اس نے اپنی طبیعت کو دیکھا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس شخص کو اس وقت اپنی طبیعت اور ضعف کے موافق اس راہ کے ساتھ مناسبت حاصل ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت و نگہبانی میں رکھے۔ انشاءاللہ کوئی ڈر نہیں۔ نیز بعض مقامات کی مناسبت موت کے ساتھ ہے۔ اس مقام میں افادہ کی صفت سالک سے دُور ہو جاتی ہے۔ مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یُرْزَقْ مِنْهُ شَیْئًا فَکَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا۔ (جس شخص نے کسی زندہ شخص کی زیارت کی۔ اور اُس کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو گویا اُس نے مردہ کی زیارت کی) شاید بعض اور مناسبتیں بھی ہوں۔ لیکن موت کو اس مقام کے ساتھ ضرور مناسبت ہے۔ دوسرے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شاید ایسی خوابیں جماع کر چکنے کے

بعد واقع ہوئی ہوں۔ اور اس اثناء میں بعض گرم دوائیاں بھی کھائی گئی ہوں۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ اس قسم کا معاملہ شریف مزاج کی نسبت خواب کی پریشانی اور اُس کی فراموشی کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح فنا اور محویت کی حالت سے نیچے اُتر آنا بھی اس کا سبب ہوا ہو۔ کیونکہ اس سے بھی خوابیں پریشان آتی ہیں۔ لیکن انشاء اللہ تعالےٰ خیر ہو گی۔ یہ مخلص بھی نہایت ہی ضعیف اور ناطاقت ہو گیا ہے۔ ذرہ بھر طاقت و ہمت بھی نہیں رہی وہ حکیم مطلق یعنی اللہ تعالےٰ کریم اور رحیم اور وہاب ہے۔ کاموں کو مراد کے موافق کر دیگا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اپنی رضا پر ثابت رکھے۔ اور اسی پر مارے۔ اور اہل رضا کے گروہ میں اٹھائے۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ خبریں تو بہت ہیں۔ لیکن ان کا لکھنا خلل کا باعث ہے۔ اس کے متعلق التماس ہے۔ کہ جس قدر آپ لکھ سکتے ہیں تحریر فرمائیں۔ دوسرے سید بخاری جو ترقی کی طرف مائل ہے۔ جب آپ کی خدمت میں ہے۔ تو پھر اُس کو یہاں آنے کی کیا حاجت ہے۔ ہاں اگر غیب سے اشارہ ہو جائے۔ اور ضروری آنا پڑے۔ تو وہ اور بات ہے ؎

من کیم و لیلی لیلی کیست من

مولانا یعقوب کو بھی اس ارادہ سے بھیجا ہے۔ کہ کوئی خبر لائے۔ اگر آپ کی مرضی کوئی خبر بھیجنے کی ہے۔ تو لے آئیگا۔ ورنہ خیر۔ اب یہاں اس معاملہ کی دکان اتنی گرم نہیں اور جو ہے وہ بھی عنقریب سرد ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نگاہ رکھے۔ زیادہ دعا و اخلاص۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہو گی۔ لیکن جو کچھ بھی ہو لکھ کر روانہ فرمائیں +

رقعہ (۲۳)

وقت کے طالبوں میں سے ایک طالب یعنی نواب مرتضیٰ خاں کی طرف لکھا ہے:-

اللہ تعالےٰ آپ کو اعلےٰ مطلب اور بلند درجہ تک پہنچائے۔ دانا اور محقق لوگ کہتے ہیں کہ مدرک کے آئینہ کے دو منہ ہیں ایک خلق کی طرف ہے دوسرا خالق کی طرف۔ جب اس کا منہ خالق کی طرف ہو تو مقصود حاصل ہے۔ یہ حالت ہر ایک وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ سالک مجذوبوں کا یہی حال ہے۔ غرض کسی وقت بھی امید کا رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے

بیت
نہ ہو نگاہ یار سے غافل کبھی میں ایک لحظہ بھر کہ شاید کس گھڑی اس کی نظر پڑ جائے تجھی پر

رقعہ (۲۴)

جناب شیخ تاج الدین کی طرف لکھا ہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ (آپ کو اور آپ کے حاضرین خدمت کو سلام ہو) اللہ تعالیٰ آپ کے گھر کے تمام چھوٹوں بڑوں اور دوسرے یاروں کو عافیت و آرام کے ساتھ رکھے۔ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ (جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا) کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ زندگانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں صرف ہو جائے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ وہ زائد اور بے اعتبار بلکہ مکروہ اور مردار ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ یہ ظاہری زندگی کب تک ساتھ دیگی۔ دانا آدمی کو اس منزل کی فکر کرنا بڑا ضروری ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ والدعا۔

رقعہ (۲۵)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالےٰ آپ کو اس کام میں استقامت نصیب کرے۔ لقمہ پراگندہ یعنی حرام سے بچنا اور نفس کی بری صفتوں کو ظاہر نہ ہونے دینا شوق کو بڑھاتا ہے۔ کوشش کریں۔ لقمہ حرام اور مشتبہ نہ کھایا جائے۔ اور نفس کی بری صفتیں یعنی غضب اور بدخلقی اور ناجائز شہوت اور خواہش ظہور میں نہ آئیں۔ جب تک اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اچھی طرح عاجزی اور التجا نہ کریں۔ ایسی ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے ہمیشہ نیازمند اور خاکسار رہنا چاہیئے۔ اور ہر ذرہ کے آگے تواضع اور فروتنی کرنی چاہیئے ؎

خدا اور خاصانِ حق کی عنایت ‌ ‌ ‌ نہ ہو گر نہیں ملتی راہ ہدایت

دل کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔ تو یہ اس گوشت کے ٹکڑے صنوبری شکل دل کے ذکر سے مراد ہے۔ اس کو بھی ذکر قلبی کہتے ہیں۔ لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ذکر قلبی حقیقت میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حضور اور شہود حاصل ہو جائے۔ جب یہ بات آپ کو حاصل ہو جائیگی۔ تو آپ کے دل سے سب غیر خطرے نکل جائینگے۔ اس وقت ذکر کو چھوڑ کر اس کی محافظت کریں۔ اگر کچھ سستی یا فتور آ جائے۔ تو

پھر ذکر شروع کریں۔ حتیٰ کہ یہ دولت دائمی طور پر حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ذکر کو اس حضور کے ساتھ جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی بے نہایت مہربانیوں کے منتظر رہیں۔ اس سے آگے کا معاملہ کہنے سننے میں نہیں آتا۔ جب آپ پہنچینگے معلوم کر لینگے۔ غرض جو کچھ ظاہر ہوتا ہے ہماری طرف مفصل طور پر لکھتے رہا کریں ٭

رقعہ (۲۶)

یہ خط مرض الموت سے پہلے جبکہ پرانی بیماریوں نے غلبہ کیا ہوا تھا جناب ارشاد مآب مقرب درگاہ شیخ تاج الدین کی طرف لکھا ہے لیکن آنحضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جناب شاکر الیہ کو پہنچا ٭

مصرعہ　　نیاز مند ہوں تیرا اے ناز پروردہ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس وقت سردی کا عارضہ کچھ کمی میں ہے۔ لیکن دماغ کی گرمی اور خشکی کے باعث ایک عجیب حالت ظاہر ہوتی ہے۔ جو بیان نہیں کی جا سکتی انشاء اللہ خیر ہوگی۔ اپنے اوقات کو بندگی اور عاجزی اور نیازمندی سے آباد رکھیں۔ اور حمد و ثنا و استغفار اور تسبیح اور تہلیل اور درود اور تلاوت جس قدر ہو سکے بہت ہی اچھا ہے تلاوت قرآن مجید اور درود شریف کے سوا دوسرے اذکار میں پوشیدگی اور اخفا کو مدنظر رکھنا اس خاندان کا خاص طریقہ ہے۔ والسلام والاکرام ٭

رقعہ (۲۷)

ایک خادم نے کسی امیر کی طرف جو آنحضرت قدس کا بہت ہی مخلص اور صاحب استعداد تھا خط لکھا تھا۔ اس سے پہلے اس امیر نے کئی بار درگاہ عالیہ میں بڑی عاجزی سے عریضہ تحریر کئے تھے لیکن حضور عالی نے اس کی طرف جواب لکھنے کی فرصت نہ پائی۔ بعض دوستوں کی التماس پر اس خادم کے خط کی پشت پر چند کلمے تحریر فرمائے اور اس موقعہ پر اس امیر کے عریضہ کا جواب لکھا گیا۔ اس خط کے پہنچنے کے بعد سنا ہے کہ اس امیر مستعد کے حالات بہت اچھے ہو گئے۔ اور بہت اثر ظاہر ہوا:-

عطیوں کا بخشنے والا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم اور احسان سے آپ کے دلی خیر خواہوں کے

ارادہ اور مراد سے کئی گنا زیادہ ظاہری باطنی عطیہ عنایت فرمائے۔ امید ہے کہ کچھ تھوڑی بہت مناسبت جو عالی فطرت اور بلند استعداد والوں کی روحانی جوہر کو حرکت میں لائے شعور کے میدان میں ظاہر ہو کر طبیعت اور خواہش کے لمبے ہاتھ کو بیکار اور کوتاہ کر دیگی۔ یہ سب عبارت آرائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ (یا اللہ تو مجھے ایک لحظہ بھی نفس کے حوالہ نہ کر) کافی ہے ؎

من و تو ہم سے کب جدا ہو گا ۔ من و تو کی بجا جدا ہو گا

آپ نے اپنے محبت نامہ میں یہ جو لکھا تھا کہ یہ بے حاصل کے ایسے خاص طریق کو بیان کرے جو مقصود تک پہنچانے والا ہو۔ اگرچہ یہ بات مجھ بے حاصل کے حال و مقام کے لائق نہیں ہے ؎

عشق میں معروف ہوں پر وصل سے ہوں دور ۔ یونہی ہوا لوگوں میں ولی ہوں مشہور

لیکن چونکہ رُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ (ایک سے ایک بڑھ کر دانا اور عالم ہوتا ہے) اسلئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیاز نامہ کے ہمراہ ایک درویش کو بھیجا جائیگا۔ وہ آپ کو طریقہ بتلا دیگا۔ انشاء اللہ آپ کے موافق ہو گا۔ اور معرفت کا دروازہ کھل جائیگا۔

رقعہ (۲۸)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالےٰ ہم کو ان عملوں کی توفیق دے جن میں اسکی رضامندی ہے۔ دنیا کمینی ایک پرانی دشمن ہے کہ کسی کو دو روز بھی ایک حال پر نہیں رہنے دیتی۔ ایک دن دوستوں اور خویشوں سے جدا ہونا پڑیگا۔ اور اس بے وفا دنیا سے قطع تعلق کرنا پڑیگا۔ عقلمند وہی ہے۔ جو اس چند روزہ عمر کو اللہ تعالےٰ کی عبادت میں صرف کرے۔ اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ والسلام والاکرام۔

رقعہ (۲۹)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یا اللہ تو مجھے مسلمان بنا کر مار اور نیکوں کے ساتھ

لا مسلمانی کے معنی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے گردن جھکا دینے کے ہیں۔ رباعی

دے چھوڑ خودی پھر تو صوفی بن جا — سب جائے نکل ہے سے تیرے حرص اور ہوا
دیدے جو ہاتھ میں ہے مال تمام — آجائے بلا اگر تو نہ گھبرائے ذرا

سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ تصوف یہ ہے کہ جو کچھ تو سر میں رکھتا ہے دور کرے اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے دیدے۔ اور جو کچھ تجھ پر آئے اس سے نہ گھبرائے۔ مسلمان وہی ہے۔ جس کی دو نو جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مراد نہ ہو۔ والسلام والاکرام

رقعہ (۳۰)

یہ رقعہ جناب عالی مرتبہ شیخ تاج الدین کی طرف انکے ابتدا حال میں تحریر فرمایا تھا۔

واضح ہو کہ راہ حق کے سالک کے لئے سب سے اول لازم ہے کہ توجہ خالص کرے۔ اور اپنے عقیدہ کو اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے موافق درست کرے۔ چونکہ ان باتوں کا حاصل ہونا علم پر موقوف ہے۔ اس لئے مجھے ایسے کامل علماء کی خدمت میں رہنا چاہیئے۔ جن کے عمل خالص اور اعتقاد پاکیزہ ہوں۔ تاکہ حتی المقدور ضرورت کے موافق اپنے دین اور ملت کی تحقیق کرتا ہے۔ حقیقت کا ظاہر ہونا جذب اور کشش پر موقوف ہے اور جذب اور کشش اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب تجھے محبوبی کی صفت سے موصوف کریں۔ یہ بخشش اور عطیہ سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اور باطنی متابعت پر موقوف ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (یا رسول اللہ لوگوں کو کہدو اگر تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت لگانا چاہتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا دوست بنالیگا) اس کے بعد اگر اللہ تعالےٰ کی یاد کے بغیر نہ آئے جائے۔ اگر کبھی غفلت آجائے۔ تو اس کو بڑا گناہ جانے اور بہت غمناک اور بیقرار ہو جائے۔ اور اس غم والم کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے درد کے ساتھ روئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بشریت کی بری صفتیں تجھ سے دور کرے۔ تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ عاجز اور خاکسار اور بے چارہ بنا رہے۔ تاکہ وہ بیچاروں کی دعا کو قبول کرنے والا تیرا بھی کام بنادے۔ تجھے چاہیئے کہ کسی پر اعتراض نہ کرے۔ کسی کے دل کو نہ ستائے۔

اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی محبت کو دو نو جہان کی سعادت جانے۔ تجھے چاہئے کہ جاہل صوفیوں کی مجلس سے دور رہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کچھ طلب نہ کرے۔ کیونکہ غیروں سے طلب کرنا بڑا بھاری حجاب اور مانع ہے۔ جب تو کلمہ لا الہ الا اللہ کہے تو دل میں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تجھے جاننا چاہئے کہ جو کچھ تیرا محبوب اور مقصود ہے۔ وہی تیرا معبود ہے۔ اور جو کچھ تیری خواہش ہے۔ وہی تیرا خدا ہے۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰاہُ (کیا تو نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ہے) پس تجھے چاہئے کہ اس کلمہ کے کہنے میں تو سچا ہو تاکہ غیر کی محبت تیرے دل سے بالکل دور ہو جائے۔ اور تیری توجہ صرف ذاتِ الٰہی کی طرف لگی رہے۔ رُباعی

جاؤں میں کہاں یارب چھوڑ کے تجھ کو	شاہی سے گدائی تیری بہتر مجھ کو
ہر شخص طلب کرتا ہے تجھ سے حاجت	مَیں تجھ سے طلب کرتا ہوں یارب تجھ کو

خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا یا جانا گیا سب غیر ہے۔ کلمہ لا سے اُسکی نفی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ باوجود اس تنزہ اور تقدس کے ہر جگہ موجود ہے۔ کیا عالم معانی اور ارواح میں اور کیا اس کے ماسوا میں اس کی مثال اور اشباح ہے۔ جس نے اطلاق سے تنزل کیا ہے۔ پس تجھے کوشش کرنی چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو تجھ میں تیرے بغیر ظاہر کرے۔ تاکہ جب تو اس مقام استقامت حاصل کرے۔ تو اس کی تفصیل بھی سب میں بغیر سب کے سب اسی کو معلوم کرے۔ اور حق کو باطل سے جُدا کرے۔ نہ یہ کہ اندھوں کی طرح بغیر فرق اور تمیز کے سب کو منزہ جانے اور صذر کہے۔ رُباعی

سوفسطائی جسے نہیں اپنی بھی خبر	کہتا ہے یہ عالم ہے خیال سر بسر
بیشک یہ جہاں ہے خیال ہی لیکن	انوار حقیقت کا یہی ہے منظر

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا) ٭

رُقعہ (۳۱)

ایک ید کی طرف لکھا ہے جس نے اپنی اکثر عمر کا حصہ بادشاہوں کی خدمت میں صرف کیا تھا۔ اور نفس کی طرح طرح کی بیہودگی اور مستی میں گرفتار تھا۔ حضور قدس سرہٗ نے اس کے حق میں بھی بہتری دیکھی۔ کہ قہر اور جلالیت کی صفت سے اُس کی تربیت اور پرورش کریں۔ اس ہئے اس کو مدت تک ذلت اور بے اعتباری میں رکھا۔ اور بظاہر بہت کم اس کے حال پر التفات و توجہ فرمائی۔ حالانکہ حضور اکثر مریدوں کی تربیت میں ہمہ تن صفت جمال و عنایت سے موصوف تھے۔ صرف یہی ایک دوست اس قسم کی تربیت سے مخصوص ہؤا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی حمد ہے۔ کہ تین سال کے بعد اس کی وہ سب سختی اور رعنائی جاتی رہی۔ اور حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی توجہ اور مہربانی کی برکت سے اس کا حال اچھا ہو گیا۔ اور اس قہر اور غضب کی بجائے اس کے حال پر بہت لطف و کرم فرمایا۔ جو بیان سے باہر ہے ؁

اللہ تعالےٰ ہم کو ہستی کی قید اور خود پرستی کے حجاب سے خلاصی بخشے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا بڑا بھاری سبب یہی ہے کہ اہل دل یعنی اللہ والے لوگوں کی دل آزاری اور نارضگی سے بچتے رہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص عرش سے گر جائے۔ تو اس کا اس قدر ڈر نہیں جتنا کہ کسی اہل دل کے دل سے گر جائے۔ اس راہ میں خونِ جگر کھانا پڑتا ہے۔ اور ہمہ تن ادب بننا پڑتا ہے جب تک عجز و نیاز کا بچہ پیدا نہ ہو۔ تب تک مکرمت اور عزت کے پستان سے تربیت کا دودھ جوش میں نہیں آتا۔ خودسری اور خود پرستی سے کچھ نہیں بنتا۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ (قاصد پر کہدینا ہی ہے) ہمارا کام کہدینا ہی ہے۔ چونکہ تمہارے ولی نعمت کا دل تمہاری واپسی پر لگا ہؤا ہے۔ اِسلئے تم اپنے ارادہ کی باگ ادھر موڑ لیں۔ جب تک تم نہ آؤ گے۔ ہمیشہ آرام نہ لینے دینگے۔ ہمیشہ تمہارے بُلانے کی تکلیف اٹھانی پڑیگی۔ مصرعہ۔

آمرے دل سے غم کو دُور کرو

زیادہ کیا لکھا جائے۔ وَالدعاء ؁

رقعہ (۳۲)

یہ رقعہ فقر اور نیستی کے بارہ میں اور ہمت کو بلند رکھنے اور شرع شریف کے موافق بندگی کرنے کی ترغیب میں اور اس حال وسکر سے جو شریعت کے مخالف ہو۔ بچنے کے بارہ میں ایک طالب کے مناسب حال تحریر فرمایا ہے:۔

میں بہتیرا چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو فقر اور نیستی کے خلوتخانہ میں ڈال کر اپنی موہوم ہستی کے ساتھ موافقت کروں۔ اور اپنی گرفتاری اور خرابی کی شکایت نہ کروں۔ مگر ہو نہیں سکتا۔ مصرعہ دل کہتا ہے میں تنگ ہوں فریاد کر

عجیب بات یہ ہے کہ کوئی ایسا مطلب جو طلب اور قلق کی آگ بھڑکا کر بیقرار کر دے ہاتھ نہیں آتا۔ پیر جام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ دونو جہان میں سب لوگوں سے زیادہ آسودہ اور آرام والے وہ غافل لوگ ہیں۔ جو آخری دم میں تائب اور موفق ہو کر جاتے ہیں۔ واقعی بہت اچھا کہا ہے۔ اگر طلب حقیقی اس وقت ان کے دامنگیر نہ ہو۔ تو دونو جہان کا خسارہ ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (جو اس جہان میں اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا) بہر حال جو کچھ اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا ہے۔ اس کی حمد اور شکر ہے۔ مصرعہ

آسان ہیں سب بلائیں جب یار ہو موافق

اللہ تعالیٰ اپنے درد کے ساتھ رکھے۔ اور اسی درد کے ساتھ لے جائے۔ اور قیامت میں اسی درد کے ساتھ اٹھائے۔ اگرچہ حقیقت کو پہچاننے والے داناؤں اور بلند ہمت والے لوگوں کی نظر میں امور کا ہونا یا نہ ہونا یکساں ہے۔ لیکن باطنی حقیقت کو فقر کے ساتھ ہی آرام ہے۔ اگرچہ نفس اور دل میں بُعد اور غفلت کے بموجب اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے کبھی کبھی حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ حرکت تجلی ذاتی اور غیبت ہویت کے غلبہ میں مغلوب ہو کر ناچیز ہو جاتی ہے۔ مصرعہ

صف مغلوب کو ہے کافی ہو

حاصل کلام یہ کہ بعض عبادات ماموره ان میں اخلاص کے حاصل ہونے کے لئے بلکہ فقر اور بندگی کی حقیقت حاصل ہونے کے لئے آدمی اس بات کا محتاج ہے کہ ایک دفعہ

وہ خود یا اس کا ارادہ تجلی ذاتی کے غلبہ میں بالکل جل جائے۔ جب شعور کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ اور فنا اور بیخودی اپنے کمال تک پہنچ جائے۔ تو پھر اس مقام میں ٹھیرنا سراسر نقصان اور بیکاری ہے۔ اصل معاملہ بندگی اور عجز۔ اور لاتمناہی شیون کا مظہر بننا ہے۔ غرض جہاں تک ہو سکے۔ اپنے آپ کو شعور کے مقام میں رکھنا چاہیئے۔ بشرطیکہ شعور اور آگاہی محفوظ ہو۔ بیبری فی اللہ بے نہایت ہے۔ ہرگز ہرگز نقصان اور کمی پر راضی نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست رکھتا ہے۔ الغرض عبد الوہاب (وہاب کا بندہ) ہونا چاہیئے۔ اور بغیر کسی عوض اور غرض کے اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہو یا رسول اللہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست بنانا چاہتے ہو۔ تو میری متابعت کرو اور اللہ تمہیں دوست بنا لیگا) کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔ جو جمال اور کمال ہے۔ وہ سب حضرت سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے نزدیک شراب کا پینا اس حال سے بہتر ہے۔ جو شریعت کے کسی رکن کے بجا لانے سے روکنے والا ہو۔ یہ ہے حق صریح اور علم صحیح۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔ والسلام والاکرام +

رقعہ (۳۳)

ایک سپاہی کی طرف سے جس نے اخلاص کو ظاہر کیا تھا۔ اس بارہ میں کہ نامناسب باتوں سے بچیں اور شریعت کے موافق خلق پر شفقت کریں۔ تحریر فرمایا ہے :-

حق جل جلالہ وعم نوالہ اپنے فضل و کرم کے موافق معاملہ کرے۔ اور محتاجوں کو اپنے روشن کئے ہوئے چراغ کی روشنی میں مقصود کا راستہ دکھائے۔ اِرْحَمْ تُرْحَمْ (رحم کر تجھ پر بھی رحم ہوگا) مشہور بات ہے۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ (جو شخص ایک ذرہ بھر نیکی کریگا وہ اس کو دیکھ لیگا) مثل مشہور ہے۔ کہ جو کچھ تو بوئیگا وہی کاٹیگا۔ بیت

دو کام سے ہے حاصل آرام دو جہاں کا ۔۔۔ کہ دوستوں پہ شفقت دشمن پہ رکھ مدارا

لیکن وہ سیاست جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن شریعت اور نورانی ملت کے موافق مقرر ہو چکی ہے۔ وہ ان دونو باتوں کے برخلاف ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے۔ جو دوست

دشمن اور اپنے پرائے کے ساتھ یکساں برتنا پڑتا ہے۔ وہ سیاست حقیقت میں مروت اور احسان ہے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق کی قرآن مجید میں ان لفظوں میں تعریف فرمائی ہے۔ کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (تحقیق تو یا رسول اللہ بڑے خلق ہے) وہ خلق کیا تھا اس صدیقہ عارفہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ (آپ کا خلق سراسر قرآن تھا) یعنی جہاں قرآن مجید میں نرمی اور لطف کرنے کا حکم آیا ہے وہاں نرمی کرتے تھے اور جہاں سختی کرنے کا حکم آیا ہے۔ وہاں سختی کرتے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اخلاق الٰہی کا نمونہ تھے ؎

تھے وہ شبیشہ جہاں وجود کا نور ۔۔۔ اصلی صورت میں کر چکا تھا ظہور

الغرض مسلمان بننا چاہئے۔ اور ہمہ تن اللہ تعالےٰ کے حکم کے تابع ہونا چاہئے۔ مصرعہ

یہ نہ ہو وہ نہ ہو مسلمان ہو

رقعہ (۳۴)

ایک مسافر طالب علم نے نصیحت کی التماس کی تھی۔ اس کے لئے یہ چند کلمے لکھے گئے۔ یہ طالب علم حرمین شریفین (کہ اللہ تعالےٰ اُن کی شرافت و کرامت کو زیادہ کرے) کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ ہی میں فوت ہو گیا۔ نیازمانہ میں اس درگاہ عالیہ کے خادموں کی نسبت بڑی نیازمندی ظاہر کی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس سفر مبارک کی نورانیت اور حضرت ارشاد پناہی قدس سرہٗ کے ساتھ خلوص اعتقاد کے باعث اس طالب علم کو اس درگاہ کے ساتھ بڑا قوی رابطہ حاصل ہو چکا تھا۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْہُ (یا اللہ تو اُس کو اس کا نفع دے) ؎

ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جس کا کوئی نفع نہ ہو۔ عاقبت کے پہچاننے والے عقلمند کو لازم ہے۔ کہ ان علموں کو حاصل کرے۔ جن کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔ اس کے بعد باقی عمر کو دل کے صفا اور نفس کے پاک کرنے میں صرف کرے۔ کیونکہ نفسانی وسوسے اور خطرے اور موجودات کی صورتوں کی طرف توجہ رکھنا اور نفسانی خواہشوں اور بیہودہ آرزوں میں گرفتار رہنا بندہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان بڑا بھاری حجاب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب

چیزوں کی نسبت سب چیزوں سے نزدیک تر ہے ؎

ہے خدا ہم سے ہماری رگ سے بھی نزدیکتر جانتا ہے وہ جسے ہو جائے کچھ اپنی خبر

انہی گوناگون اندیشوں اور رنگارنگ فکروں کے باعث انسان اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے دور اور پیچھے ہٹا رہتا ہے۔ اور یہ سب اندیشے اور خطرے صفات بشری سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان اندھیروں اور سیاہیوں سے باطن کے صاف اور نورانی ہونے کا بڑا بھاری ذریعہ اس برگزیدہ اور جلے ہوئے دل والے کی توجہ اور التفات ہے۔ جو اپنے آپ سے فانی ہو۔ اور رد و قبول کا مظہر بن گیا ہو۔ اس کا مقبول اللہ تعالےٰ کا مقبول اور اس کا مردود اللہ تعالےٰ کا مردود ہوتا ہے۔ پس تجھے چاہیئے۔ کہ ایسے دل والوں کا گدا بنا رہے۔ اور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ اپنے دل کا درد ظاہر کرے ؎

تو ہر درویش کی کرے زیارت دل و جاں سے تو کرلے اُنکی خدمت

تری جب چشم باطن بیں نہیں ہے سمجھ لے گنج وحدت بس یہیں ہے

دوسری وصیت یہ ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں معرفت الہٰی کی طلب نہ ہو۔ تو اس کے ساتھ صحبت نہ رکھے۔ اور دُنیا کے عالموں سے جنہوں نے علم کو جاہ و مرتبہ اور فخر و شہرت کا وسیلہ بنایا ہے۔ ایسا بھاگے۔ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔ ہمیشہ تو قربات و عبادات کو اپنا وسیلہ بنائے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا مانگے۔ تاکہ اپنے سوا اور تمام خواہشوں کو تیرے دل سے دُور کردے۔ اور لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج یہ مُلک کس کا ہے۔ اسی واحد قہار کا ہے) کی صورت ظہور میں آئے ؎

ہو فائدہ نہ جس میں وہ کام تو نہ کرنا ہو معرفت نہ جس میں اس کا نہ یار بننا

رقعہ (۳۵)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

رباعی

تونے اے یار جو دیکھا سب ہیچ جو کچھ کہ کہا اور سُنا سب ہیچ

یہ جو ساری دُنیا میں پھرا سب ہیچ اور جو گوشہ میں جا تنہا سب ہیچ

یہ رباعی کس بلند فطرت اور لطیف استعداد سے ظاہر ہوئی ہے۔ شاعر اس مطلب کے ادا کرنے میں اصیل تھا۔ یا اصیل کے ساتھ اس کا رابطہ ہوگا۔ اس کے باطن سے حالت تفرقہ میں

طرح شعلہ مارتی ہے جیسے کاتب وحی کے باطن میں کلام الٰہی کا ظہور۔ بہر حال اس کے لئے مبارک ہو۔ جو نفر بد جمال پاک کے دیکھنے کے بغیر ہو وہ جمال کی قسم سے ہے۔ کیونکہ یہ نعمت دید کی نسبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ میں صاف کہتا ہوں۔ کہ جب تک حقیقت ذات کی تجلی نہ ہو۔ تب تک یہ حالت متصور نہیں ہوتی۔ خبردار۔ ایسا نکما خیال نہ کرنا۔ اس سعادت کا نشان یہ ہے۔ کہ دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے دل سرد ہو جائے۔ اور تمام احوال و مشاہدات اور جناب احدیت کی طرف انجذاب اور دائمی قلق سے بے نیازی اور بے پرواہی حاصل ہو جائے۔ حالت نفر بد کے حاصل ہو چکنے کے بعد پھر بھی مشاہدات کی خواہش کا باقی رہنا بے وقوفی اور بے سمجھی ہے۔ انسانی محبت اور ظلم اور جہل سے اس قسم سے حیلے اور بہانے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی شاید میری مراد اس دروازہ سے حاصل ہو گی یا میرا بند ہُوا ہُوا دروازہ اس طرف سے کھلیگا۔ یا محبوب اپنے لطف و برگزیدگی کی نظر ڈالیگا یا امور کی حقیقتوں پر اطلاع نہ پانے کے باعث ایسی باتیں کر گذرتے ہیں۔ غرض عارف مفرد کے لئے اس حالت سے کہ جس میں وہ ہوتا ہے۔ منزہ اور منقطع ہونا ضروری ہے اب ہم اس سعادت عظمیٰ کے حاصل ہونے کا طریق بتلاتے ہیں۔ سب سے اقرب اور بہتر طریق یہ ہے۔ کہ ایسے شخص کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جس کی باطنی توجہ کامل طور پر جناب الٰہی کی طرف لگی ہو۔ اور اس نے اس توجہ میں اپنے آپ کو برباد کر دیا ہو اور پھر اس توجہ سے بھی مفلس ہو گیا ہو۔ ایسے شخص کے حضور میں بڑی نیازمندی اور عاجزی کے ساتھ رہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اس کے ساتھ بڑے ادب سے پیش آئیں۔ پھر اس متمکن عزیز الوجود سے ذکر یا مراقبہ سیکھیں۔ والسلام والاکرام ؂

رقعہ (۳۶)

ایک مخلص مرید کی طرف جو اپنے آپ کو توبہ کرنے والوں کے لباس میں ظاہر کرتا تھا۔ بڑی مہربانی سے لکھا ہے:۔

کام سے گیا گذرا بے حاصل محمد باقی عرض کرتا ہے۔ کہ اپنے پریشان دل کو ہمیشہ اس جناب کا منتظر جان کر حق تعالیٰ سے جناب کی حقیقی عافیت و صحت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ امید ہے کہ جناب بھی اس عاجز کے لئے اپنے فضل و کرم سے بھی دعا مانگینگے اور

راستہ کے واقفوں کی ملاقات سے مشرف ہونے تک دلی توجہ سے دریغ نہ فرمائینگے۔
میرے مخلص پناہ۔ وجود کی نفی (اپنے آپ کو فانی کر دینا) اور موجود کا خرچ کر دینا (جو کچھ مال ہو اس کا خرچ کر دینا) سالکوں کے لئے دو پہر ہیں۔ جن کی مدد سے نیستی کے میدان میں اُڑ کر فقر کے جنگل میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی خوش وقت ہے۔ جس کو ان دو غیبی مسافروں کی قبولیت کی توفیق حاصل ہو۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

رقعہ (۳۷)

مصیبت پرسی کے بارہ میں اپنے کسی قدیم دوست کی طرف لکھا ہے:۔
اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے اور اپنے غیر و ماسوا کے اندیشہ سے بخشے۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ (خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل اور فانی ہے)

زندہ ہے ہمیشہ جو فقط ذات خدا ہے — اور جو ہے اس کے سوا سب کو فنا ہے

ایمان کی حقیقت کندن اور پیوستن (یعنی توڑنا اور جوڑنا) ہے۔ یعنی غیر کی طرف سے دل کو ہٹا کر خدا کے ساتھ ملا لیں۔ ایک درویش نے اپنے پیر سے یہی سوال کیا۔ اور اس کے جواب ماسوا کا قطع کرنا سنا۔ اس سائل درویش نے اپنے حال کی مستی کے باعث فوراً جواب دیا کہ اگر اس سے پہلے اس حقیقت کو جانتا یا سنتا۔ تو آپ سے بھی ہرگز نہ ملتا۔ بیت

تعلق سے ہوگا نہ کچھ تجھ کو حاصل — جو توڑے تعلق تو پھر ہوگا واصل

زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔ اپنی تقصیر اور کوتاہی کا عذر خواہ قبول ہو یا نہ ہو کرنا تو پڑتا ہے مخلصم طفائی جو ہمارے ضعف اور کمزوری سے واقف ہیں۔ اور تکلف سے بری ہیں۔ ہمارا عذر بیان کر دینگے۔ ورنہ خدا جانتا ہے۔ کہ کبر اور غرور سستی اور خویشتن داری یا محبت و اخلاص کا نہ ہونا اور حقیقت کو نہ جاننا۔ مانع نہیں ہے۔ والدعاء۔

رقعہ (۳۸)

ایک مخلص عالم نے اپنی ضروری معاش کے لئے لشکریوں کی ہمراہی اختیار کی ہوئی تھی کیونکہ ان دنوں ملک ہند میں اس صورت کے بغیر معاش کا ملنا مشکل تھا۔ اور اس تعلق کا توڑنا

عام لوگوں کی نظروں، اور عقلوں میں مشکل اور محال ہوتا تھا۔ اس عالم مذکور نے چاہا کہ معاش کے اسباب کو چھوڑ کر حضور قدس سرہٗ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرے۔ لیکن ان سپاہیوں نے جو اس عالم کے ہمراہ تھے۔ اور اس سے سبق پڑھا کرتے تھے۔ درگاہ عالیہ کے ایک مخلص کی خدمت میں جو اس شہر میں رہتا تھا۔ حاضر ہو کر عرض کی کہ کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ حضرت ارشاد پناہ قدس سرہٗ اس عالم کو اس خیال سے منع فرمائیں۔ اور یہ تجویز فرمائیں۔ کہ ہم بھی ساتھ رہیں۔ اور درس بھی ہوتا رہے۔ اس مخلص نے ایک عریضہ اس مضمون کا حضور اقدس کی خدمت میں لکھا کہ اچھی طرح معلوم نہیں کہ اس عالم مذکور کا ترک ملازمت کا یہ ولولہ اور شوق مستحکم اور مضبوط بھی ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عیالداری کے اخراجات کی پراگندگی جمعیت مطلوبہ کے حاصل ہونے سے روک دے۔ بلکہ اس مخلص کا گمان غالب بھی تھا۔ کہ یہ عالم فقر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکیگا۔ اور درس بھی جواب منعقد ہے۔ درہم برہم ہو جائیگا۔ اگر حضور اقدس اس عالم کو اسباب معاش کے ترک کرنے سے منع فرمائیں تو بہتر ہے۔ اس مخلص کے عریضہ کے جواب میں یہ رقعہ لکھا گیا ہے ۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بعض ظن گناہ ہوتا ہے) آخرت کو دیکھنے والے داناؤں کے ساتھ حسن ظن ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے دنیا کی فنا اور دنیاداروں کی بے حاصلی کا مطالعہ کیا ہوتا ہے۔ اور اُن کی توجہ بلند ہمت والے لوگوں کے اعلیٰ مطلب کے جمال کی طرف لگی ہوتی ہے۔ یعنی اپنے آپ سے اور اپنی مرادوں سے گذرے ہوئے اور ننگ مطلب سے قاصر اور کوتاہ اور بے حاصل ہوتے ہیں۔ اور وجود کے دائرہ سے بالکل نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو پھر جس شخص کا یہ حال ہو۔ وہ اگر لشکر کی ہمراہی میں جو شریعت کی صحیح نیت کے بغیر جائز نہیں۔ اپنے اصلی مقصد اور مطلب کے حاصل کرنے میں فتور اور نقصان دیکھے۔ تو کس طرح لشکر میں رہ سکتا ہے۔ فرزندوں کے رزق اور روزی کا قائم کرنا توکل کے حال کے لائق نہیں۔ اگر اپنے آپ میں اس حال کو معلوم کریں۔ تو بہتر ورنہ ایسے اسباب کو جو شریعت نے جائز قرار دئے ہیں ضرورت کے موافق اختیار کرنے چاہئیں۔ غرض جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت پورے طور پر ادا ہو سکے۔ اور تفرقہ اور باطنی پراگندگی کا خوف نہ ہو۔ تو اس جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ دینی علوم کا پڑھانا بھی عبادت ہے خاصکر جبکہ متعلم اور شاگرد دین کے حکموں کو ماننے والا ہو۔ اور عالم کی مرضی اور دلے کے

موافق امور شرعی کو بجالانا ہو۔ جناب مولوی صاحب فقرا کی نسبت خود اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔

والسلام ؏

رقعہ (۳۹)

یہ رقعہ مخدومی ملاذی استاذی میاں شیخ احمد جیو سلمہ اللہ تعالیٰ کے جواب میں صادر فرمایا ہے جس میں میاں محمد صادق اور میاں محمد مسعود کے احوال بھی درج ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلا خط جو حضرت ارشاد پناہی قدس سرہٗ نے حضرت شیخ احمد جی قدس سرہ کی طرف تحریر فرمایا ہے۔ یہی ہے۔ اور محمد صادق مذکور جو استاذی مشارٌالیہ کا بیٹا ہے اس سے بچپن ہی میں بڑے بڑے آثار و احوال ظاہر ہیں۔ اس عنایت نامہ کے لکھنے کے وقت بہت ہی چھوٹا تھا۔ کسی حکمت اور مصلحت کے لئے اِس شریف بچے کے نام پر اس مکتوب کو لکھا ہے :-

نورِ چشم محمد صادق کو اللہ تعالےٰ ظاہری باطنی برخوردار کرے۔ اس کے احوال جیسے کہ ظاہر ہیں۔ حمد کے لائق ہیں۔ اپنے اسی حضور پر رہے۔ اور غیبت اور استغراق کا اندیشہ نہ کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سُکر صحو میں اور فنا شعور میں مندرج ہو جائیگا۔ مولانا محمد مسعود کشف قبور کا کچھ اعتبار نہ کریں۔ صورتوں کے کشف میں خطا اور لغزش بہت ہو جاتی ہے۔ کوشش کریں۔ کہ حضور مع اللہ ظاہر ہو۔ اور دائمی طور پر حاصل ہو۔ اگرچہ عالم صاف ہو چکا ہو۔ اور نورانیت کے معنی بھی چشم بصیرت سے دور ہو گئے ہوں۔ پھر بھی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ خواجگان قدس سرہم کا جذبہ اور ان کا حضور اور ہے۔ اس مقام میں یا ھوا کا نام و نشان نہیں۔ انکی توجہ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ چھ طرفوں سے معرّا ہوتی ہے۔ کبھی اس خصوصیت کے باعث جو عرش مجید کو حاصل ہے فوق کی جہت بھی اس میں آجاتی ہے۔ اور کبھی تمام جہات کو گھیر لیتی ہے۔ اور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالےٰ اِن سب کو گھیرے ہوا ہے) کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر معنوی صورتیں اور ظاہری شکلیں ابھی محو نہیں ہوئی ہیں۔ اور سراب و خیال کی طرح بے اعتبار پڑی ہیں۔ تو خیالیہ صورتوں کے دریافت ہونے کے وقت ھوالاول والآخر بھی درمیان آجاتا ہے۔ اور اگر وہ توجہ تمام جہات کو یا اکثر کو گھیرے اور اس وقت صورتیں

اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں۔ اور کامل طور پر صفائی حاصل ہو جائے۔ تو اس وقت لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں گھر والے کے سوا اور کوئی نہیں) کے معنی جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ ہوش کرنی چاہئے کہ ابھی کسوت معنویہ یعنی باطنی حجاب درمیان ہیں۔ کم از کم حیات اور ہستی کی صفت تو ضرور درمیان رہتی ہے۔ اب ایک اور بات یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ کے ظہور کے وقت بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یہی کسوت اور حجاب درمیان ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی محبت کی نظر بالکل مجرد ہو گئی ہو۔ غرض مقصود کی حقیقت دریافت و ادراک یعنی عقل و فکر میں نہیں آسکتی۔ وہاں صرف عشق اور محبت اور ماسوی سے باطن کا تصفیہ ہے۔ اور وہ تحقیقات جو رسالہ احرار میں لکھے ہیں۔ بہت ہی باریک اور پوشیدہ ہیں۔ اس بحث میں ان کو چھوڑ دیں۔ اور کام کا مدار ادراک معارف پر رکھیں حضرت خواجہ نقشبند ؎

خواجہ پاک نقش و پاک نفس قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْاَقْدَس

نے فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ دیکھا اور سُنا گیا۔ وہ سب غیر ہے۔ کلمہ لَا سے اسکی نفی کرنی چاہئے میاں شیخ احمد بھی اسی صحیفہ میں اپنے حال کا مطالعہ کر لیں۔ اور جان لیں۔ کہ جب تک حضور ذاتی اور وحدت صرف میں استغراق اور فنا حاصل نہ ہو۔ تب تک اس سلسلہ والے لوگ اس کا نام فنا نہیں رکھتے۔ اور یہ جو ہم نے کہا تھا۔ کہ ایک درجہ اور درمیان ہے یہی ہے۔ ان باتوں کی حقیقت تب معلوم ہوتی ہے۔ جب آمنے سامنے ہوں۔ لیکن تمہارے لئے لکھی گئی ہیں۔ والسلام والاکرام ✧

رقعہ (۴۰)

ابتدا میں کسی مخلص کی طرف لکھا تھا:۔

وہ عبارت جو اس بے حاصل کے حال کی ترجمان ہو سکے سراسر تکلف کا باعث ہے۔ اس لئے اس طرف سے قطع نظر کر کے دل کی سلامتی اور عمل کی استقامت کے لئے دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ظاہر کو شریعت کے موافق اور باطن کو حقیقت کے غلبہ میں خالی کرے تمام سعادتوں سے بڑھ کر یہی ایک سعادت ہے۔ دعا کا قبول ہونا اور تصرف کا ظاہر ہونا کمال کے لئے ضروری نہیں۔ مصرعہ

رہے تو نہ ہرگز یہی ہے کمال

جب تو عمل میں ہمہ تن طاعت و متابعت بن جائے۔ اور علم میں بے تعین اور بے نہایت ہو جائے۔ تو تیرا وجود درمیان سے اُٹھ جائیگا۔ اُس کے بعد اگر یقین عود کریگا۔ تو پھر بھی تیرا وجود نہ ہوگا۔ مصرعہ

تو ہو جائے گم بس یہی ہے وصال

وصال کی حقیقت ظاہر ہونے کے بعد کسی واصل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اور کاملوں کو فائدہ دینے والی ہے۔ تصرف کا اظہار خواہ ہو یا نہ ہو۔ کچھ پرواہ نہیں۔ غرض جو کچھ ہم نے دین کے بزرگوں کی باتوں سے سمجھا ہے۔ اور جو کچھ ہمارا باطنی مطلب ہے وہ یہی ہے کہ یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالٰے ہمارے اور آپ کے بھی نصیب کرے۔ چونکہ آپ کے عنایت نامہ سے اس قسم کی بُو آتی ہے۔ کہ آپ کے نزدیک دعا کا قبول ہونا اور تصرف کا ظاہر ہونا اصلی مطلب میں داخل ہے۔ اس لئے اس خیال کے دُور کرنے کے لئے یہ چند لفظ لکھے گئے ہیں۔ میرے امیدگاہ دوست۔ آپ اس امر کی کوشش کریں۔ کہ حقداروں کے دلوں کو نہ ستائیں۔ خاص کر اپنی والدہ کو ناراض نہ کریں۔ بخدا ہم سچ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے کی بخشش و کرم کے نازل ہونے کا بڑا بھاری سبب یہی خُلق ہے۔ آگے آپ خود حاکم اور دانا ہیں۔ ایسی کیفیت کا جذبہ الٰہی اور وہ قوی حال جو بالکل بے اختیار کر دے وہ اَور ہے۔ ہم کو اس پر اطلاع نہیں۔ اگر حاصل ہو بھی۔ تو عذر چاہتا ہے۔ الغرض اس رستہ کا مدار تیز ہوشی اور تیز گوشی پر ہے۔ کہ نہ اپنی مرضی سے واقف ہوں۔ نہ اپنا حال بیان کرسکتا ہوں۔ فقط مجھے اپنے شیخ طریقت کے وجود پر ناز ہے۔ یہ بھی بڑا بھاری مرض ہے ؎

جو کچھ بھی کھائے بیمار اس کا مرض ہے بڑھتا

یہ سب کچھ ایک طرف۔ مَیں نے اپنے آپ کو محض فضل و کرم کے رستہ پر ڈالا ہُوا ہے ؎

تو نے علم ازل میں دیکھا تھا دیکھ کر عَیب بھی خرید لیا
میرے عیبوں کو جانتا ہے تو ردنہ کر جس کو خود پسند کیا۔

بڑا بھاری وسیلہ یہی قبولیت ہے۔ حق تعالٰے اس کے آثار اور برکات ظاہر کرے +

رقعہ (۴۲)

ایک مخلص نے اللہ تعالےٰ کی عنایت اور حضور قدس سرہٗ کی صحبت عالی کی برکت سے کسب اور معیشت کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن بادشاہ وقت کے حکم اور کسی ضروری کام کے باعث شرف صحبت سے دور پڑا تھا۔ یہ رقعہ اس کی طرف لکھا گیا ہے:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (عمل نیتوں پر موقوف ہیں۔ اور ہر شخص کے واسطے وہی ہے جو اُس نے نیت کی۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف ہو۔ پس اُس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف ہے) آپ کو مبارک ہو جس کی جیب زیادہ خالی ہوگی۔ وہی زیادہ آرام میں رہیگا۔ خاصکر اس وقت جبکہ دنیا کا طلب کرنا اور عزت کا ڈھونڈھنا سراسر بے دینی اور آخرت کی طرف سے چشم پوشی اور روگردانی کا باعث ہے۔ جو کچھ پہلے لکھا گیا تھا۔ اس میں ہمارا اختیار نہ تھا خلق کی شکستہ دلی نے دفعتہً ہمارے دل کو کھینچ لیا۔ اور شفقت کے غلبہ میں آکر التعظیم لامر اللہ (اللہ تعالیٰ کے امر کے لئے تعظیم ہے) کے علم نے اپنے جمال کو ہم سے پوشیدہ کر دیا۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ الْاُصْبُعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ (مومن آدمی کا دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے پلٹا دیتا ہے) اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ کہ والدہ کے حکم کی تعظیم جن امور میں علماء دین نے جائز قرار دی ہے نہایت ہی ضروری ہے۔ بڑی تحقیق اور تفتیش کر کے اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ آپ کے دلی نعمت کی مرضی یہ ہے کہ خود کابل کی طرف جائے۔ اور اس طرف کے دوستوں کی مدد سے آپ کے لئے وجہ معاش مقرر کرے۔ چنانچہ مزار کو کہ اور اُسکی والدہ اور بعض اور عورتوں کے آگے اس بات کو ظاہر کیا ہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ جو کچھ اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا وہی ظہور میں آئیگا۔ خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ کا کلام ہے۔ کہ جب تو نہیں مانگتا تھا تو دیتے تھے۔ اور اب تو مانگتا ہے تو نہیں دیتے (بن مانگے موتی ملیں مانگی ملے نہ بھیک) غرض اس راہ میں کئی ناز و ادا اور کرشمے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی خواہش ہے۔ مثنوی

عجب دلبروں کی ہیں ناز و ادائیں　　کبھی جان نکالیں کبھی دل لبھائیں

نگاہ ایک سے سو کرشمے دکھائیں نظر دوسری سے بہانے بنائیں

اگر تو اچھی طرح غور کرے۔ تو تجھے معلوم ہو جائیگا۔ کہ تیرے پیدا کرنے سے مقصود یہی طلب اور نیازمندی اور بے آرامی ہے۔ محبت کا اعلیٰ مرتبہ یہی ہے۔ کہ محب کے سوا اور کوئی طلب نہ ہے۔ مثنوی

عشق عاشق کا جب ہوا کامل ہو گیا ہر طرف سے وہ غافل

بن گیا عشق قبلہ گاہ اس کا ہو گیا یار سے بھی بے پروا

یہی وصال ہے کہ تو عین مراد کے وقت اپنی مراد سے نامراد رہے ؎

ماجرا ذات کی تجلی کا کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا

انہی دنوں میں ولایت کی سیر کا پختہ ارادہ ہے۔ اُمید ہے کہ چند روز کے بعد متوجہ ہونگے۔ میاں شیخ اللہ داد نے خویشتن داری کر کے رہنے سہنے سے اپنے آپ کو قرار و آرام دیا ہے وہ شخص بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جو ان کی صحبت میں رہکر ظاہری باطنی فائدے حاصل کرے۔ بیت

بے دلی کا درد بے یاری کا داغ اِس جہاں سے ساتھ اپنے لے چلے

غرض جس شخص کو ان کی صحبت و خدمت نصیب ہو جائے بڑی غنیمت ہے۔ بخدا میں سچ کہتا ہوں۔ اس میں ذرا بھی تکلف نہیں ؎

مجھے گنج مقصود بتلا یا ہم نے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

وَالسَّلام ✦

رقعہ (۱۴۳)

ایک مرید کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالیٰ اس انسانی لطیفہ کو سیدھے راستہ پر رکھے۔ توجہ راست جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ ذاتی غیب کے گرفتار ہو جائیں۔ اور توحید کی حقیقت اور اُس کی روشنی سے بچ جائیں۔ بڑی اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس کی صفائی اور استقامت حاصل ہو جائیگی ✦

رقعہ (۴۴)

یہ رقعہ ایک امیر کی طرف جو بڑا اخلاص وثوق ظاہر کرتا تھا ایک مخلص کے التماس اور مبالغہ پر جو اپنے آپ کو صالحین میں سے سمجھتا تھا۔ تحریر فرمایا ہے :۔

اللہ تعالٰے ہم کو اصلی درجہ کے مقصد اور مطلب تک پہنچائے یعنی اس کے حکموں کے آگے ہمہ تن امر اور فرمان بن جائیں۔ مناسب تو یہی ہے۔ کہ ہم اور ہماری خواہش درمیان سے دُور ہو جائے۔ اور اُس کی بجائے شرع اور اُس کی مرضی آ جائے۔ انسانی حقیقت کو جو محققین کے نزدیک مجرد روح سے مراد ہے۔ اپنے معبود کی مخالفت کی مجال نہیں۔ کیونکہ وہ عالم امر سے ہے۔ اور عالم امر اس عالم کو کہتے ہیں جس میں ناجائز اور ناپسندیدہ فعل سے نہی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس میں نافرمانی کی قدرت اور طاقت ہی نہیں لیکن جب اس مادی شکل کے ساتھ اس کا حسی تعلق ہو گیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو اس میں گم کر دیا۔ اور اسی کے احکام کے رنگ میں رنگا گیا۔ اور اسی کی صفت سے موصوف ہو گیا۔ حتیٰ کہ بہت سے تو اپنے وجود کے بھی مُنکر ہو گئے۔ اور اس ہیکل محسوس کو خود بخود پیدا ہوا خیال کر لیا۔ اور اپنے آپ سے فانی اور دائمی بقا کے ساتھ جیتے رہے۔ بعض ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے زیادہ ظلمت اور سیاہی حاصل کی۔ انہوں نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ اور ہمہ تن اسی کے حکم کے تابع بنے رہے۔ غرض اصلی مقصود یہی ہے کہ آدمی بن جائیں۔ انسان بننے کے لئے پوری پوری فرمانبرداری اور تسلیم ضروری ہے۔ اور جب تک نفس اور ارواح کو فنا حاصل نہ ہو۔ یہ فرمانبرداری اور تسلیم حاصل نہیں ہوتی۔ یہ فنا اگرچہ محض اللہ تعالٰے کی بخشش ہے لیکن اس کی بہت سی شرطیں ہیں۔ وہ سبق بھی جو بعض بزرگوں کے سلسلہ عالیہ میں پایا جاتا ہے مجمل طور پر انہی شرائط میں داخل ہے۔ جن کے بغیر سلوک کے طور پر مقصود کا حاصل ہونا بہت مشکل اور محال ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اصلی مقصود انسان بننا ہے۔ وہ اس لئے کہا ہے۔ کہ باقی جو احوال و مقامات ہیں۔ وہ سب اسی کے نتیجے ہیں۔ اگر اس جہان میں ظاہر نہ ہونگے۔ تو عالم آخرت میں جو نتیجوں کے ظاہر ہونے کا مقام ہے پورے طور پر ظاہر

نہ ہونگے ۔

سبحان اللہ! احوال و مقامات کا کیا ذکر ہے جو صاحب دولت نفس اور روح کے فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اس کا باطن ہمیشہ وجہ مطلق کے شہود کے غلبہ میں مغلوب رہتا ہے اور اُس رباعی کی حقیقت جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔ کہ مصرعہ

آج اس گھر میں صرف ایک ہی ہے

اس کے روح کی غذا بن جاتی ہے۔ باطنی حیثیت سے نہ اس کو اپنی خبر ہوتی ہے نہ ماسوا کی اگرچہ ظاہری حیثیت سے جو کچھ کہ اس پر گذرتا ہے۔ اس سے واقف اور حاضر ہوتا ہے جیسے کہ اہل اللہ لوگوں کے نزدیک مقرر ہے۔ فناء روح کا نشان یہ ہے کہ دنیا اور آخرت اس کی ہمت کی نظر میں نہیں آتے۔ اور حق تعالٰے کی عظمت اور کبریائی کے کشف کے وقت کرامات و مقامات اس کے دل سے محو ہو جاتے ہیں۔ راہِ حق کے طالبوں اور سالکوں کا پہلا قدم طریقت میں توبہ خالص ہے۔ کیونکہ دل کے جوہر کو جو مقصود کے جمال ظاہر ہونے کا آئینہ ہے۔ گناہ اور نافرمانی اور غفلت و پریشانی کے اندازہ کے موافق سیاہی اور زنگار لگ جاتا ہے۔ اور جوں جوں سیاہی اور زنگار بڑھتا جاتا ہے۔ نابینائی اور تردد زیادہ ظہور کرتے ہیں۔ سب خرابیوں کی جڑھ یہی بات ہے۔ یہ لوگ گناہوں کے دھوئیں سے سیاہ ہوئے ہوئے چراغ کے ساتھ اپنے مطلب اور مقصد کو ڈھونڈھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسم مضل کے مظہروں کے پیچھے پڑکر حیرانی اور بیکاری اور بیہودگی کے جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ عارف ربانی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ راستے دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو بندہ کی طرف سے حق کی طرف جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو اللہ تعالٰے کی طرف سے بندہ کی طرف آتا ہے۔ پہلے راستے میں گمراہی ہی گمراہی ہے۔ اور دوسرا راستہ سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے۔ ہاں جب دل کا آئینہ خوب صاف ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالٰی کی ہستی کے ظہور کا نور چمکتا ہے یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (اللہ تعالٰے جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے) کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔ اور ایمان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس وقت دل کے ساتھ جس چیز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ گویا حق تعالٰے کے ساتھ کرتا ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ (مومن کا دل اللہ تعالٰے کا عرش ہے) یہی وجہ ہے کہ یہ دل ہزارہا اسرار اور انوار کا خزانہ ہے حضرت رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطاب

اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ (اپنے دل سے فتویٰ لے) ایسے ہی صاحب دولت کے ساتھ ہے۔ الغرض جب اسم ہادی کی تاثیر سے کسی صاحب دولت کے دل میں مقصود حقیقی تک پہنچنے اور ایمان حقیقی کے ساتھ مشرف ہونے کا ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا پہلا قدم یہ ہے۔ کہ وہ نور ایمان اور معرفت کی روشنی سے دیکھ لیتا ہے۔ کہ گناہ زہر قاتل ہے۔ اور اس قسم کے زہر اس نے بہت کھائے ہیں۔ اور اب وہ مرنے کے قریب ہے۔ تو وہ ضرور پشیمان ہوتا ہے۔ اور اُس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کوئی تدارک کرتا ہے۔ اور علاج کے درپے ہوتا ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص زہر قاتل کھا کر پشیمان ہوتا ہے۔ اور موت کے ڈر سے اُنگلی گلے میں ڈالتا ہے یا کوئی دارو کھاتا ہے تاکہ اس زہر کا اثر دور ہو جائے۔ اسی طرح وہ توبہ کرنے والا بھی جب دیکھتا ہے کہ جس شہوت و حرص کا وہ مرتکب ہوا ہے وہ اس شہد کی طرح ہے جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ اس وقت تو میٹھا معلوم ہوا تھا۔ مگر آخر کار زہر نے اپنا اثر ظاہر کر دکھایا ہوگا۔ تو اس کو ضرور اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمانی حاصل ہوگی۔ اور خوف اور پشیمانی کی آگ شہوت گناہ کی حرص کو جلا دیگی۔ اور وہ حرص حسرت سے بدل جائیگی۔ اور وہ ارادہ کرلیگا۔ کہ گذشتہ کا تدارک کرکے آئندہ کے لئے ایسا نہ کریگا۔ اس کے تمام حرکات و سکنات بدل جاتے ہیں۔ اِس سے پہلے اگر وہ رنج و راحت والوں میں سے ہوتا ہے۔ تو پھر معرفت والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ پس اصل توبہ پشیمانی ہے۔ اور اس کا اصل نور معرفت و ایمان۔ اور اس نور کی روشنی کا نشان یہ ہے۔ کہ اس کے احوال بدل جاتے ہیں۔ اور اس کے تمام ظاہری باطنی اعضاء اللہ تعالےٰ کی معصیت اور مخالفت سے ہٹ کر اللہ تعالےٰ کی طاعت اور موافقت کی طرف آجاتے ہیں۔ پس جب تک کسی صاحب نفس سے یہ باتیں ظاہر نہ ہوں۔ تب تک جو رنج اور محنت اُٹھاتا ہے سب ضائع اور بیہودہ ہے۔ اسے آگاہ ہونا چاہیئے۔ کہ ابھی وہ طالب بھی نہیں بنا۔ کیونکہ حق تعالےٰ کی حقیقی طلب معرفت اور ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا نور اس مطلب کو ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اگر طلب کی صورت اُسکی نظر میں آتی ہے تو وہ اس کی اپنی طبیعت سے پیدا ہوتی ہے۔ جو نفسانی اور روحانی حظوظ سے خوگر ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس گروہ کے مقامات و احوال اور ان کے شان کی بزرگی سن کر اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو ناقص اور ناچیز معلوم کرتا ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک یا حق تعالےٰ کی بارگاہ میں جاہ و مرتبہ والا بننے کی محبت حرکت میں آکر اس میں قلق و درد پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن اس کا

کوئی ثمرہ اور فائدہ نہیں۔ ثمرہ اور فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اپنے یقین سے جان لے کہ یہ احوال و مقامات محض شریعت حقہ کی متابعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی شریعت کے احکام بجا لائے۔ اور شریعت کے مخالف کاموں سے ہٹ کر شریعت کے موافق اپنا عمل درست کرے۔ تب اس کو توبہ کی صورت حاصل ہوگی۔ ہاں سچ ہے۔ توبہ کی صورت کو سوا طلب کی صورت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور شریعت کے ساتھ نور ایمان حاصل کرنے کے سوا توبہ کی صورت بھی بیفایدہ ہے۔ اِن مقدمات سے ظاہر ہوا کہ توبہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ نور ایمان و معرفت کا ظہور بھی حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اس بیان سے قطب وقت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے کلام کے اور معنی حاصل ہوئے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ توبہ کے بھی بہت درجے ہیں۔ پہلا درجہ کفر سے توبہ کرنا پھر ایمان تقلیدی سے پھر گناہوں سے۔ پھر ان صفات سے جن سے یہ گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کھانے کی حرص۔ کلام کی خواہش۔ مال وجاہ کی دوستی۔ حسد۔ کبر۔ ریا وغیرہ وغیرہ جو سب کی سب ہلاک کرنے والی ہیں۔ پھر نفسانی وسوسوں اور خطروں اور ناجائز اور بیہودہ اندیشوں سے۔ پھر ذکر الٰہی کی غفلت سے خواہ ایک ہی دم ہو۔ چونکہ ذکر (جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے) کے درجات بے نہایت ہیں۔ اس لئے توبہ کے درجات بھی بیشمار ہیں۔ کیونکہ ہر ناقص امر سے توبہ کرنا واجب و لازم ہے۔ پس پہلے قدم میں اپنے گذشتہ گناہوں سے پشیمان ہونا۔ اور اس بات کا ارادہ کرنا۔ کہ حتی المقدور ایسا کام پھر نہ کروں گا۔ طلب کی ضروریات میں سے ہے۔ ایسی توبہ اگرچہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی وقت بھی سالک سے دور نہیں ہو سکتی۔ حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ توبہ یہ ہے کہ تو گناہ کو نہ بھولے۔ یہ بات بھی مذکورہ بالا کلام کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ جب تمام حجابات اور منازل سے پشیمانی ہوگی۔ تو توبہ بھی ہرگز ختم نہ ہوگی۔ اَلْمُرِیْدُ ہُوَ الرَّامِیُ بِاَوَّلِ قَصْدِہٖ اِلَی اللہِ (مرید وہ ہے جو اپنے پہلے ہی ارادہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف جانے والا ہو) چونکہ یہ انجذاب سید حقیقی سے اس کو حاصل ہو کر اس کی باطنی نظر وہاں پڑتی ہے۔ اس لئے جو کچھ درمیان ہے۔ اس کو گناہ جانتا ہے۔ اسی بات پر نظر کر کے اکثر بزرگوں نے مشاہدہ کو مجاہدہ پر مقدم سمجھا ہے۔ اور نصوح جو توبہ کی صفت واقع ہوئی ہے فعول بمعنی فاعل یعنی کَثِیْرُ النُّصْحِ (بڑی نصیحت والی) اسی اعتبار سے ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس کے اور بھی معانی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ توبہ کی حسرت اور پشیمانی اس طرح توبہ

کرنے والے کی دامنگیر ہو جاتی ہے۔ کہ گناہ کرنے کے ارادہ پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ اور یہ جو اس بزرگ نے کہا ہے۔ کہ توبہ یہ ہے کہ گناہ فراموش نہ ہوں۔ اسی کے مطابق ہے۔ اور وہ جو سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ توبہ یہ ہے۔ کہ گناہ بھول جائیں۔ یہ بھی اسی کے موافق ہے۔ وہاں حسرت کی یادداشت ہے۔ اور یہاں حلاوت کی فراموشی۔ پس نصوح کے یہ معنی ہوئے۔ کہ بڑے مبالغہ سے نصیحت کرنے والی توبہ یا زیادہ نصیحت کرنے والی توبہ۔ اس طرح پر کہ توبہ کرنے والے کو ہر گھڑی اور ہر لحظہ نصیحت کرتی ہے۔ جس کے باعث اُس کو نصیحت کی باتیں سننے کی حاجت نہیں رہتی۔ اور شیطان کے مکر اور وسوسہ سے بچ جاتا ہے۔ جو اچھی اچھی صورتوں میں جلوہ گر ہو کر ہلاک کرنیوالے کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا باعث ہوتا ہے۔

رقعہ (۴۵)

ایک خلیفہ کی طرف اُس کے عریضہ کے جواب میں لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ دن بدن اپنی عنایت کے آثار اور ہدایت کے انوار زیادہ زیادہ نازل فرمائے آپ نے ایک درویش کے بارہ میں جو رابطہ کے طریق میں مشغول تھا۔ اور اس کے غلبہ میں مغلوب اور غائب تھا۔ کچھ لکھا تھا۔ ہم سے اِس قسم کی باتیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے صاف اوقات میں مشائخ طریقت یا فقیر کی روحانیت سے تحقیق کر لیا کریں۔ اور اگر اس طرح تحقیق نہ ہو۔ تو اس طرح پوشیدہ لکھا کریں۔ کہ دوسرے طالبوں کو خبر نہ ہو۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب اس طرح کے مشغول درویش کا علاج یہ ہے۔ کہ وہ چند دن کے لئے دنیاوی کاموں کو چھوڑ دے۔ اور بڑی کوشش سے اپنے تمام اوقات کو اسی شغل میں صرف کرے۔ تاکہ صورتوں اور شکلوں کے مراتب سے گذر کر حضور کے شرف سے مشرف ہو۔ اور اس میں تمکن حاصل کرے۔ اور ایک شخص کو مقرر کر دیں تاکہ اس کو خاص اوقات میں حاضر کر دیا کرے۔ اور اگر اُس کی مشغولی کے وقت بار بار توجہ اُس کے حال پر پہنچائی جائے۔ تو امید ہے کہ جلدی عبور کریگا۔ بشرطیکہ اہل و عیال کے حقوق اس کے دامنگیر نہ ہوں۔ ورنہ وہی پہلو توجہ ہی کافی ہے لیکن اثنائے شغل میں اگر کشف کا دروازہ اس پر کھول دیں۔ اور اس کو عالم مثال کی سیر کرائیں۔ تو اس حال میں اُس کے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ اس کو کہیں کہ انواع افعات و احوال کی نفی کرتا رہے۔ اور اپنی نظر کو اپنے وجود کے دائرہ سے باہر نہ جانے دے اور ہمیشہ

اپنی صفا اور فنا میں کوشش کرتا ہے۔ ہاں جب غیبت حاصل ہو جائے۔ تب اپنے آپ کو اس بے شعوری میں رہنے دے۔ ہاں جب غیبت حاصل ہو جائے۔ تب اپنے آپ کو اس بے شعوری میں رہنے دے۔ اور اگر اس بے شعوری کی حالت میں بھی مثالی صورتیں ظاہر ہوں۔ تو پھر اس نفی سے ان کو دور کرے۔ کلمہ بازگشت کو (یعنی خدا وندا تو اور تیری رضا میرا مقصود ہے) واقعات کے دُور کرنے میں بہت دخل ہے۔ اگر فنا سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاص خاص اولیائے کرام کے ارواح ظاہر ہوں۔ تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے۔ کیونکہ اکثر ان کے لطیفے ان کی شکلوں میں ظہور کرتے ہیں۔ نہ کہ اُن کی اصلی صورتیں۔ اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ انسان کامل میں سات لطیفے ہیں (۱) لطیفہ قالب (۲) لطیفہ نفس (۳) لطیفہ قلب (۴) لطیفہ روح (۵) لطیفہ سر (۶) لطیفہ خفی (۷) لطیفہ اخفی۔ ان سب لطائف سے زیادہ معتبر لطیفہ روح ہے جو انسان کا مظہر اور تمام لطیفوں کا جامع ہے۔ ہر لطیفہ کے احکام و آثار کا الگ الگ حاصل ہونا چنداں معتبر نہیں۔ اگرچہ ان کا ظہور بھی سعادت کا موجب ہے۔ والدعا۔

رقعہ (۴۶)

ایک مخلص ارادت کے ادب اور خدمت کے حقوق نہیں جانتا تھا۔ اسی سبب سے اس کو تکلیف پہنچی تھی۔ یہ خط اس کے لئے لکھا گیا۔ ابھی قاصد یہ خط نہ لے گیا تھا۔ کہ اسی موقعہ پر عجیب پیش آیا۔ اور اس توجہ عظیمہ قریبہ کا وعدہ جو اس خط میں درج ہے۔ ایک دوسرے دوست کو پہنچ گیا۔ جو اس وقت حاضر تھا۔ یہ خط بھی اسی عزیز کو دیدیا۔ جس سے اُس کے حق میں طرح طرح کی ہدایت و ارشاد کے دروازے کھُل گئے ؎

کرنا نہ کام ایسا جو رشک بڑھائے　　مجھ سا شکار تیرے ہاتھوں سے یونہی جائے

تمہارا ہاتھ کا سکھایا ہوا جانور بہت ہی نازک مزاج ہے۔ واللہ کہ اس مسکین کے ہاتھ میں بھی نہیں۔ بہت ہی کم پرواز ہے۔ اس نے اس میدان کی گرمی اور سردی نہیں دیکھی۔ جہاں تک ہو سکے اُس کو نیاز میں رکھنا چاہیئے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے۔ کہ واسطہ اور وسیلہ کی عزت و تعظیم کا بجا لانا بے شمار فیض کا باعث ہے۔ بیت

چھوڑ کر ہم کو غیر سے تو ملے　　خوف غیرت کا تو ذرا نہ کرے

زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ انہی پانچ چھ دنوں تک تمہاری طرف متوجہ ہونگے
اس سے پہلے بھی ایک جن اشارہ ہوا۔ کہ تمہاری طرف توجہ کرنے میں سستی نہ کریں۔ اور
یہیں سے تمہاری ترقی کے لئے غائبانہ توجہ سے کام لیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔
تو دریغ نہ کرینگے۔ خبر ظاہر ہوا۔ کہ ابھی تمہارا کچھ لڑائی جھگڑا میاں ہے۔ ایسے وقت
میں یہ بات مناسب نہیں۔ کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچ جاؤ
اور بقا باللہ کی بلندی میں نزول کرو۔ تاکہ عاشق پر معشوق کے سیر کے آثار ظاہر ہوں اور مَارَمَیْتَ
اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (نہیں مارا تو نے جس وقت کہ مارا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے مارا) کا ذوق
حاصل ہو۔ اور کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ (ذات الٰہی کے سوا سب شے فانی ہے) کا راز کھل
جائے۔ جب تک اس مقام پر نہ پہنچیں۔ خلافت الٰہیہ حاصل نہیں ہوتی۔ سلطنت تحقیق کے
بادشاہ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کا عکس باطن میں نہ
پڑے۔ تب تک واصل نہیں کہہ سکتے۔ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے۔ کہ یہ بات توحید کے انوار
ظاہر ہونے پر بھی حاصل ہو جاتی ہے ہرگز نہیں۔ سب کو کثرت کے طور پر دیکھنا اور ہے
اور سب کو واحد کے طور پر دیکھنا اور جانتے والے جانتے ہیں۔ یہ بات کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ
مَعَہٗ شَیْءٌ (اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی) کا ظہور ہے جیسے
کہ ازل میں تھا۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) کا راز اور ہے۔
وہ بہت ہی دقیق ہے۔ جو تحریر اور تقریر میں نہیں آ سکتا۔ والسلام والاکرام ؎

رقعہ (۷۴)

ایک خلیفہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اس برگزیدہ دوست کا محبت نامہ صادر ہوا۔ احوال و آثار معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
نہایت اعلیٰ درجہ اور مقصد تک پہنچائے۔ آپ کو یاد ہے کہ وقت بہت ہی نازک ہے۔ اب
تمام کاموں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اور تمام ظاہری باطنی باتوں اور طاقتوں کے ساتھ اس رابطہ
مقصود کو قلب صنوبری تک پہنچانا چاہئے۔ تاکہ حق الیقین کا کمال ظاہر ہو۔ اب بھی ان پانچ
چھ دنوں تک آپ کی طرف متوجہ ہونگے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کا حکم یہی ہے۔ کہ ہم آپ کو تنہا نہ
چھوڑیں۔ گو ہم یہاں بھی آپ کے حال سے غافل نہیں ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ ہمیں آپ کا خادم

بنا دیا ہے۔ یَا دَاوٗدُ اِذَا رَئِیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (اے داؤد جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ ۔

رقعہ (۴۸)

ایک خلیفہ کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالٰے آپ کے شہود اور معرفت کو زیادہ زیادہ کرے۔ واقعہ کی صورت بہت اچھی ہے۔ انشاء اللہ تعالٰے اس کا ثمرہ یعنی فنا جو تعینات کے جل جانے اور آتش و تجلّی کے ظاہر ہونے سے مراد ہے۔ پورے طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ آپ معلوم کرتے رہیں۔ کہ وجود کی توحید نے پہلے کی نسبت کیا رنگ پیدا کیا ہے۔ اور کس قدر فرق ہو گیا ہے۔ اگر اور رنگ ہے اور ترقی اس کے درجات میں ہے۔ تو جان لیں کہ نئے معنی کی صورت ہے۔ ورنہ اسی پہلے حال کی صورت مطالعہ میں آئی ہے۔ یہ بات ملاقات کے وقت ثابت ہو جائیگی۔ نیز مصرعہ

وہ ہماری جان سے ہے نزدیک تر

یہ اشارہ کمال قرب کی طرف ہے۔ جو صفات سلبیہ سے ہے جس سے مراد عدم بعد ہے یا تفرقہ باعتبار صورت اور حقیقت کے ہے۔ یا دوسرا مراد صورت سے ہے۔ اور اول مراد حقیقت ہے۔ لیکن یہ قرب صفات سلبیہ سے مقید قرب اور صفات ثبوتیہ سے مقید قرب کی نسبت مطلق اور عام قرب ہے۔ بلکہ قرب مخصوص محض وہمی ہے۔ اَلْعَالَمُ غَیْبٌ لَا یَظْهَرُ قَطُّ۔ (عالم غیب ہی غیب ہے جو کبھی ظاہر نہیں ہوا مانی ہوئی بات ہے۔ والسلام

رقعہ (۴۹)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ (اللہ تعالٰے انسان اور اسکے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے) یہ ایک ایسا کلام ہے۔ جو ان امور کے ظہور کا جامع ہے۔ جو ظہور حق اور فناء مطلق (کہ شعور کو بھی شعور نہ رہے) کہ راستہ کی ارادت کے برخلاف ہیں۔ خواہ مرء (انسان) کو اندیشہ سے تعبیر کرو خواہ قلب کو یعنی شعور کا بالکل رفع ہو جانا ذات الٰہی کے شہود کے سوا میسر نہیں ہوتا۔ اگرچہ ضعیف الحال ابتدا میں اسباب سے مطلع نہ ہو۔ اسی طرح مرء (انسان) سے تعین اول مراد لو خواہ

متعین ہو۔ اور اگر قلب سے مراد وہ حقیقت جامعہ ہو جسے عرش الرحمن کہتے ہیں۔ تو یہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ پراگندہ خطرات اور بیہودہ مرادیں ہی اس حقیقت کو ظاہر ہونے نہیں دیتیں - اور یہ سب کی سب تجلیات حق کی صورتیں ہیں۔ مَنْ لَمْ یَمْلِکْ عَیْنَہٗ فَلَا قَلْبَ لَہٗ (جو اپنی آنکھ کا مالک نہیں اس کا قلب بھی نہیں) اہل دل وہ آدمی ہے۔ جو مرتبہ عین تک پہنچا ہے - اور ثابت ہے۔ کہ وجہ باقی کا ارادہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب تک مراد کی شعور نہ ہو۔ تب تک ارادہ متصور نہیں ہو سکتا۔ اسی شعور سے مراد علین ہے ؞

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ سالک کی وہ توجہ جو شعور کے دور ہو جانے کے وقت اس کے ظہور کے بعد ہوتی ہے۔ حالانکہ مطلق بے شعور نہیں ہوتا۔ اور وہ بھی ایک حال ہے جو علم میں مندرج ہے بغیر اس کے اس کے ساتھ ہے۔ وہ توجہ حقیقت میں وجہ باقی کا ارادہ ہے۔ بلکہ اس کے حصول کا ارادہ ہے۔ پس جس شخص کی نظر الٰہ باطلہ (جھوٹے خداؤں) اسکے تصرفات کی طرف متصرف ہو۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ آدمی دِل ہی کے باعث آدم کے ساتھ نسبت رکھتا ہے ؎

جو رکھتا ہے صرف آدمی کی ہی صورت — نہیں اس میں کوئی بھی آدم کی سیرت
نہیں ملتا ہر سر سے رازِ حقیقت — مگر جس میں ہو گی یقین کی سعادت

رقعہ (۵۰)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :-

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ یقین کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یقین اللہ ہی ہے۔ طریقہ علیہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے فرمایا ہے۔ کہ سارا طریقہ دائمی حضور اور آگاہی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ ارادہ کی پراگندگی اور فتور حائل ہو۔ خواہ ذکر کے لباس میں خواہ توجہ کی صورت میں خواہ رابطہ کے وسیلہ میں۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ مقصود حضور مع اللہ ہے۔ جب اس کیفیت کی حضور حاصل ہو جائے۔ کہ غیر کے وجود کا شعور اس کا مزاحم اور مانع ہو۔ اس حضور کو وجود عدم کہتے ہیں۔ جب یہ امر سالک کا ملکہ ہو جائے۔ تو اسے مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور جب حضور کی کیفیت کو بھی اپنی طرف سے نہ دیکھے۔ تو گویا فنا حقیقی سے مشرف ہو گیا۔ اس مقام میں لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے) کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام میں نہ ارواح ہیں نہ اشباح۔ شہود مشاہدہ کی طرف جا پڑتا ہے۔ جب وجود حقانی کا لباس

ہوکر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اپنی تمام صفات کو حضور کی طرح اپنے آپ میں معلوم نہیں کرتا۔ تو اس وقت فضل الہٰی کی مدد سے اجسام کے فصول اور اجناس کو سراسر اعراض دیکھتا ہے۔ اور اعراض کے وجود کو معقولات ثانویہ سے جانتا ہے۔ اور اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃُ الْوُجُوْدِ۔ (اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں پائی) کا راز اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور زبان حال سے یہ گیت گاتا ہے۔ رُباعی

جب تک میں چشم سر سے حق کو نہ دیکھ لونگا — اُس کی طلب سے ہرگز اک دم نہ میں تھموں گا

کہتے ہیں چشم سر سے حق دیکھنا ہے دشوار — میرا ہے حال ایسا ان کا ہے ویسا اے یار

اور یہ جو بعض نے راہ سلوک میں تجلیات کی تین قسمیں مقرر کی ہیں۔ اور پہلی قسم کو جو تجلی صوری ہے، مبتدیوں کے مناسب کہا ہے۔ اور دوسری قسم کو جو تجلی معنوی ہے۔ متوسطوں کے حال کے مناسب جانا ہے۔ اور تیسری قسم کو جو تجلی ذاتی ہے منتہیوں کے حال کے مناسب کہا ہے۔ اور بعض نے انکی چار قسمیں مقرر کی ہیں۔ اس طرح پر کہ قسم اول کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ان کا نام تجلی صوری اور تجلی نوری رکھا ہے۔ یہ بات ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کے طریقہ میں صریح طور پر کہیں نہیں۔ یہ بزرگ الحاد اور حلول اور تشبیہ سے فارغ ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وجود عدم کے ظہور میں بہت ہی پوشیدہ اسرار ہیں۔ نہایت تک پہنچنے کے بعد اس کے بعض اسرار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور تجلی صوری اور نوری اور معنوی سب اسی مشہد میں مندرج ہو جاتی ہیں۔ چونکہ ہمارے بزرگوں نے اپنی کتابوں میں اس امر کو صریح طور پر بیان نہیں کیا۔ اس لئے ہم بھی ان کی متابعت کر کے قلم کو اس کے لکھنے سے روکتے ہیں۔ والسلام۔

رقعہ (۱۵)

یہ خط ایک بزرگ زادہ مخلص کی تقریب پر اس کی استعداد کے موافق لکھا گیا ہے۔ یہ بزرگ زادہ توحید کے مرتبہ بلندی کی طرف مائل تھا۔ چونکہ اس سلسلہ شریفہ کی نسبت تمام نسبتوں کی جامع ہے۔ توحید کی راہ سے بھی مقصود حقیقی تک پہنچا دیتے ہیں۔ ورنہ توحید کے مقید کو ان بزرگوں کی نسبت کے ساتھ جمع کرنا ممکن نہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اطلاق سے متنزل کر کے ارواح کے لباس میں جلوہ گر ہوا۔ اور نہایت لطافت کے باعث ارواح کو یہ قوت دی ہے۔ کہ جس چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی کا

حکم پکڑ لیتے ہیں۔ اور اسی کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ پہچاننا مشکل ہے۔ چنانچہ عام لوگ اپنے آپ کو مادی اور جسمانی شکل سے تمیز نہیں کر سکتے نیز ہر مخلوق میں تمام مخلوقات کو مندرج کیا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا۔ تو اب جاننا چاہئے کہ جب چاہیں کہ اس روح مقید گرفتار سے تعلق اور تقیید کا لباس اُتار کر اس کو اپنے اصلی وطن کی طرف لیجائیں۔ تو بعض ان اذکار کو جو برزخ کا حکم رکھتے ہیں۔ یعنی وصفی حیثیت سے وہ اطلاق کے مناسب ہیں۔ اور تلفظ اور تخیل کی حیثیت سے تقیید کے مناسب ہیں۔ اس کا غمخوار اور مونس بنا دیتے ہیں۔ روح اپنی استعداد کے موافق جلدی یا دیر سے اس طرف متوجہ ہوتی ہے۔ چونکہ رُوح کا تعلق اس بدن عنصری کے ساتھ بہت ہی محکم اور مضبُوط ہے۔ اس لئے پہلے قلب صنوبری کی طرف جو اس کے ارکان میں سے بہت بڑا رُکن ہے توجہ فرماتے ہیں۔ وہ بھی اسی راہ پر آجاتا ہے۔ جس سے بیرونی شغل دور ہو جاتے ہیں۔ حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ قوت لامسہ جس کے ذریعے صورت دریافت ہو سکتی ہے۔ کمزور ہو جاتی ہے۔ چونکہ بدن کے ساتھ رُوح کی معیت ثابت ہے اس لئے بدن کا وجود حقیقی جو صفت حیات کا پرہے تجلی کرتا ہے۔ اور چونکہ حقائق الٰہی کے احکام کے ساتھ ظاہر وجود کا مل جانا وجود کے متعدد ہونے کا باعث نہیں۔ اس لئے حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ معیت ہی تجلی معنوی ہے۔ اور بقا جو اس پر مترتب ہے وہ بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ (میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ سنتا ہے) کے کمال کا موجب ہے۔ جو اس رباعی کے مصداق ہے۔ رُباعی

دلبر کا عشق مجھ میں ہے اس طرح بسایا	ہستی جلا کے میری اپنا ہے رنگ جمایا
میرا وجود اس نے سب اپنا ہے بنایا	ہے نام صرف میرا باقی سب اسی کا پایا

اور چونکہ اَلْکُلُّ یَنْدَرِجُ فِی الْکُلِّ (کل کل ہی میں مندرج ہوتا ہے) اس لئے اس مقام میں متمکن آدمی حالت شعور میں اپنے اختیار سے تجلی نوری کے ساتھ جو نور بیرنگ بے چیز بے شکل کی صورت میں تجلی سے مراد ہے۔ مشرف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نیچے کی منزل ہے۔ یہ ہی وجود عدم کی منزل کے دقائق۔ لیکن وجود فنا لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالے کو اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے) کے مقام میں ہے۔ اس فناء کو فناء اتم اور اکمل کہتے ہیں۔ جناب ارشاد مآب مخدومی وقبلہ گاہی مولانا خواجگی قدس سرہ فناء اتم کے بارہ میں یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔ بیت

مدح و ذم کا تجھ میں گر ہے کچھ اثر خود پرستی ہے تری یہ سر بسر

نیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب مدح و ذم کی تاثیر اس توجہ اور شکستگی میں جو حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ مزاحم نہ ہو۔ اس وقت فناء اتم حاصل ہوتی ہے۔ اس بیان سے خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اس کلام کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ وجود عدم و وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے۔ لیکن وجود فنا ہرگز عود نہیں کرتا۔ والسلام والاکرام ٭

رقعہ (۵۲)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

دعاگو محمد باقی نے آگرہ میں گستاخی کرکے اس بند کئے ہوئے خط کو کھول لیا۔ اور اپنی نیازمندی خط بھیجنے والے کی عرض کے ضمن میں درج کردی۔ انشاء اللہ العزیز مقبول ہوگی۔ اگرچہ یہ پروانے اور سفارشیں سب کی سب برمحل اور کثیر الاجر ہیں۔ اور ان کی قبولیت اور اجر میں دخل دینا بہت ثواب کا موجب ہے۔ لیکن چونکہ میاں شیخ رفیع الدین کے ساتھ ہماری سابقہ محبت اور معرفت ہے۔ اس لئے ان کی پروانہ سفارش کے بارہ میں زیادہ زیادہ التماس کی جاتی ہے۔ کہ ایک شخص درویشوں کے علم اور عمل سے آراستہ پیراستہ ہے۔ اور مشائخ قدس سرہم کے ساتھ رابطہ و نسبت بھی رکھتا ہے۔ لیکن احتیاج اور بعض ضروری حالات کے باعث دو سو روپیہ کا محتاج ہے۔ جس کے باعث وہ بیچارہ درویش نہایت ہی بیقرار اور پراگندہ دل ہے۔ اگر اس خیر کو بھی ان خیرات کے ساتھ جمع کریں۔ جو خواجہ حسام الدین نے پوشیدہ مقرر کی ہیں۔ اور لائق جگہ دیکھ کر آسان طریقہ سے بانٹ دیا کریں۔ تو اس سے مومنوں کے دل بہت خوش ہونگے ٭

رقعہ (۵۳)

یہ رقعہ شیخ نظام تھانیسری کی طرف جو وقت کے مشائخ میں سے ہیں لکھا گیا ہے۔

چونکہ ہر ایک شخص کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ اس وقت ہندوستان کے مشائخ اور درویشوں خاصکر چشتیوں میں سے کسی کا بھی سلوک شیخ کے سلوک کے برابر نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خود اہل دین کے عقاید اور اہل طریق کے راستہ کی تحقیق نہیں کرتے۔ یا قوت فہم اور روشنی باطن

سے طریقت کی باتوں کو جو اصطلاح پر وابستہ ہوتی ہیں۔ سمجھ سکیں۔ اس لئے صرف بزرگوں کی تصنیفات کو اپنی مجلس میں حاضر کر کے بعض زباندان عالموں اور طالب علموں سے ان کا ترجمہ سن سنا کر اپنے ادراک اور سلوک اور مشرب کے مطابق اس بحث کی تحقیق کر لیتے ہیں۔ چونکہ علماء مذکور ترجمہ اور اصطلاح کے سمجھنے میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ کیونکہ بزرگوں کی باتوں کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور شیخ کی تمام تحقیقات اور تصنیفات اس قسم کے ترجمہ پر مبنی ہیں۔ جن میں بہت نقص اور غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ اپنے ہمعصروں سے ممتاز اور برگزیدہ ہونے کے باعث شیخ مذکور مرجع خلق بنے ہوئے ہیں۔ اور نیز ان ترجموں کو دیکھ کر بعض بزرگوں اور گذشتہ مشائخ کی طرف نقص اور غلطی عاید ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت ایشاں نور مرقدہٗ نے حق بات کے ظاہر کرنے کے لئے کھلم کھلا سچی باتیں ظاہر کر دیں۔ اور یہ خط اس بارہ میں تحریر کر کے شیخ موصوف کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس خط کے پہنچنے کے بعد ان مسائل مذکورہ میں اس شیخ مذکور کے باروں میں تغیر و تبدیل دیکھا گیا۔ لیکن یقیناً معلوم نہیں ہوا۔ کہ شیخ مذکور نے جو در اصل جوہر عالی رکھتے ہیں اصلی مقصود حاصل کیا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے شیخ مذکور اور اپنے تمام طالبوں کو شریعت کے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اعلےٰ درجہ کے مقصد تک پہنچائے۔ اس گستاخی سے مقصود یہ ہے۔ کہ فرقہ ناجیہ کا مذہب رائج ہو۔ جو کتاب و سنت کے متوسل اور عامل ہیں۔ اور مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ (جس پر میں ہوں اور میرے یاد) کے شرف سے مشرف ہیں۔ نیز اس گروہ کے مشائخ کی باتوں کی تحقیق منظور ہے جن کو صوفیہ عالیہ کہتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بے سمجھ غلطی میں پڑ جائے۔ اور ان بزرگوں پر طعن کرے۔ یا آپ ہی بد اعتقادی کے بھنور میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے۔ الغرض اس روز ہم نے آپ کی خدمت میں بیان کیا تھا۔ کہ ملکوت اور جبروت کا کشف تجلی صوری میں داخل ہے۔ اور آپ کا کشف لاہوت بھی صاحب لمعات کے طور پر تجلی صوری میں داخل ہے۔ کیونکہ تجلی صوری اس بزرگ کے نزدیک خارج میں موجود ہوئی ہوئی ممکنات میں سے کسی ممکن میں حقتعالیٰ کے ظہور سے مراد ہے۔ خواہ وہ صورت حواس ظاہری کے عالم سے ہو۔ خواہ عالم مثال سے۔ خواہ بیرنگ، بے شکل بے چیز نور کی صورت ہو۔ خواہ کوئی اور امر ہو۔ اور ابو البرکات شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کے نزدیک یہ تجلی نوری ہے۔ جو سلوک کے متوسطوں کو توسط

کے ابتداء میں حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے مہربانی کرکے خود فرمایا تھا۔ کہ وہ تجلی جو نور بیرنگ بے شکل بے چیز کی صورت میں ہے۔ وہ ذات مطلق کی تجلی ہے۔ نیز اس شہد اور مقام میں بصیرت کے ساتھ روایت اور دریافت کو ثابت کرتا ہے یہ بات بھی دوسرے مذہب کے موافق اس جہان میں تجلی صوری کے خاصوں میں سے ہے۔ قطب المحققین اور برہان الموحدین خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے اپنی کتاب تحقیقات میں مفصل طور پر اس جہان میں روبیت کی نفی کا بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی بعض عبارات درج کیجاتی ہیں۔ تمام مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ وہ شخص گمراہ ہے جو یہ بات کہتا ہے۔ اور جو یہ دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اور وہ خدا کو نہیں پہچانتا۔ حضرت ابو سعید خراز اور جنید اور دوسرے مشائخ قدس سرہم نے ایسے مدعی کے گمراہ اور جھوٹا ہونے کے بارہ میں بہت گفتگو کی ہے۔ اور بہت کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔ ان کی یہ کتابیں اور رسالے اس امر کے کافی گواہ ہیں۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کا کلام ختم ہوا۔

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تجلی معنی علوم و معارف اور اذواق کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور علم اور صورت مثالی میں بہت فرق ہے۔ اس علم سے مراد سالک کا علم ہے۔ اور تجلی ذاتی اس اسم کی صورت میں جو صاحب تجلی کا مبدء تعین ہے۔ ذات کے ظہور سے مراد ہے۔ لیکن جمال مطلق کا مشاہدہ جس کو فنا فی اللہ کہتے ہیں وہ اور ہے۔ وہ ہستی حقیقی کے جمال کی طرف (جو ذات کی حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ہے) اس کیفیت کے ساتھ روح کے کھچا جانے سے مراد ہے۔ کہ اس کا انجذاب شعور بھی نہ رہے۔ جیسے کہ وہ خواص کی طرف متوجہ ہونے والوں کا حال ہوتا ہے۔ اور اسی اسم کے پردہ میں ذاتی جمال کا مشاہدہ ہے۔ جیسے کہ طریق تربیت کے سالکوں کو ہوتا ہے۔ جبکہ اس اسم تک پہنچ جائیں۔ اور اس کا مطلق کہنا تعینات سے اس کے اطلاق کے باعث ہے۔ اور تعین اس معنی سے مراد ہے جو معقولات ثانویہ میں سے ہے نہ کہ امر مشکل وغیرہ وغیرہ۔ نیز مثالی صورتوں کو جنہیں عالم جبروت کہتے ہیں حق تعالیٰ کی صفات نہیں جانتے صفات حقیقیہ علم و قدرت ہیں۔ اور صفات اضافیہ خالقیت و رازقیت وغیرہ وغیرہ ہیں۔ نیز ملکوت و جبروت کا وہ کشف جو آپ کی اصطلاح کے مطابق ہے۔ اور عالم حس اور مثال کے کشف سے مراد ہے۔ یہ کشف اس عالم میں ہے۔ جو حقیقت میں موجود ہے۔ اور جس کا وجود صوفیہ موحدہ کے نزدیک حق تعالیٰ کے وجود کا عین ہے۔ اور علما و بعض صوفیہ کے نزدیک وجود حق کا غیر ہے۔ اور اگر کسی نے نہ عین کہا ہے اور نہ غیر۔ تو وہ بھی

اِن معنوں میں نہیں ہے۔ جیسے کہ آپ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ معنی عقل کے مخالف ہیں۔ بلکہ ان معنوں میں ہے کہ نہ عین ہے اطلاق کی حیثیت سے۔ اور نہ غیر ہے وجود کی حیثیت سے۔ اور جو کچھ بزرگوں نے صفاتِ الٰہی کے بارہ میں بیان کیا ہے۔ کتابوں میں درج ہے۔ اگر آپ کو ان باتوں میں توقف و تردد ہو۔ تو آپ فرمائیں تاکہ چند محقق عالموں اور صوفیوں کو جمع کرکے اُن امور کی تحقیق کرلیں۔ بمنہ وکمال کرمہٖ ❖

رقعہ (۵۴)

ایک عالم کی سفارش میں جس کو ایک دولتمند نے بلایا تھا۔ تحریر فرمایا ہے۔ یہ دولتمند نہایت ہی عابد اور صالحین کے زمرہ میں شامل تھا۔ اور ضروریات کے باعث بادشاہ کا ملازم ہوگیا تھا تادم تحریر سُنا جاتا ہے۔ کہ اس کے احوال و اوضاع اچھے ہیں اور کثیر العبادت ہے:۔

اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور اچھے کاموں میں ہمارا انجام بخیر کرے۔ اَنْتَ وَلِیٌّ فِی الدُّنیا والآخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصّالحین (یا اللہ تو ہی دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ مجھے مسلم بنا کر مار اور صالحین کے ساتھ ملا) بیت

تو نے کرم سے اتنے مسلم کئے مسلماں | کیا ہو اگر بنائے مجھ کو بھی اِک مسلماں

اصلی مقصد یہی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ دعا و توجہ کرینگے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اِس گرے ہوئے عاجز کو اس اعلیٰ مطلب تک پہنچادے۔ باقی مقصود یہ ہے۔ کہ جناب مخدومی اخوندی نے آپ کے ارادہ کے موافق اس قدر مسافت کو طے کرکے آپ کی رضا اور خوشنودی کو اپنے آرام اور فراغت پر اختیار کیا ہے۔ اس عمل کی جزا یہی ہے۔ کہ آپ بھی اپنی مراد کے موافق اُن کی خوشنودی اور رضامندی اختیار کریں۔ اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللہُ اِلَیْکَ (احسان کر جیسے کہ اللہ تو نے تجھ پر احسان کیا ہے) مانی ہوئی بات ہے۔ والدعا مع الاخلاص ❖

رقعہ (۵۵)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے:۔

نشانِ مہر محبت سے صرف مجھ کو یہی | کہ ہیں عزیزوں کی اس کے پاس چٹھی

یہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے علاقہ بلخ میں پہنچا۔ ان لوگوں سے جو مسندِ ارشاد پر متمکن ہیں مناسبت

ذاتی کے نہ ہونے کے علم کی تاثیر نہ پائی۔ شمر خاں کے ساتھ ملا کی ملاقات کے لئے گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ کہ اپنی اپنی منزلِ اصحاب صاف نظر آئی۔ جناب مولوی صاحب باطن کی کمال تجرید سے موصوف ہیں۔ ان کے دیوان اشعار کے سے جو انہی دنوں پورا ہو چکا ہے معرفت کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہی دو تین دن زندگی ہاں رہا۔ برہان المحققین اور حجۃ المرشدین حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے مزار فیض انوار کی زیارت کا ارادہ دل میں پختہ تھا۔ وہاں بھی نہ ٹھہر سکا۔ شکستہ دل اور مایوس ہو کر منزلوں کو طے کر رہا ہوں دیکھئے اس کے بعد کیا ظاہر ہوتا ہے۔ فاتحہ و دعا سے امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ درجہ کے مقصد تک پہنچائے۔ طریقہ کے منتظم درویش نظر مجذوب الحال آداب بندگی قبول فرمائیں۔ نفسوں کی فریاد کشف سے دور ہو گئی ہے۔ آپ بھی ہمارے حال سے غافل نہ رہیں۔ والسلام ✣

رقعہ (۵۶)

ایک صالح عورت حضور کی ہدایت کی نشان والی بارگاہ کے غلاموں میں داخل تھی۔ اور خدمت عالیہ میں اس کا حاضر ہونا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ کسی موقعہ پر اس کے خاوند سے اس کا حال پوچھا اور یہ خط لکھ کر اس کو دیا اور فرمایا۔ کہ اپنی بیوی کے پاس جا کر پڑھ دینا اور سمجھا دینا۔ اس کا خاوند حیران ہوا۔ کہ ایک ہندی نامراد عورت جو اچھی طرح فارسی نہیں جانتی۔ اس مضمون کو کیسے سمجھ سکیگی۔ لیکن حضور کے حکم کے موافق اس کے سامنے جا کر خط پڑھ دیا۔ اور ہندی زبان میں معنی بیان کر دئے۔ پھر ظاہر ہوا کہ اچھی طرح سمجھ گئی ہے۔ اس بات کو اس کے خاوند نے کرامت سمجھا ✣

ملاحظہ کرو۔ کہ دل کی صفائی کے وقت نفی و اثبات کے مراقب ہو یا فقط اثبات کے۔ اگر نفی و اثبات ہے۔ تو تحقیق کرو۔ کہ نفی معلوم اور اثبات مجہول ہے یا نفی معلوم اور اثبات معلوم ہے۔ یا نفی موہوم اور اثبات معلوم ہے۔ اور اگر اثبات تنہا ہو۔ تو پھر بھی تفتیش کرو۔ کہ اثبات معلوم ہے یا اثبات مجہول۔ پہلی صورت میں معلوم جدید ہے یا قدیم۔ غرض بہر صورت اثبات تنہا میں کوشش کریں۔ تاکہ اثباتِ مجہول ہو جائے۔ بیت

اپنی ماں جانتا ہے نابینا پر نہیں جانتا کہ ہے وہ کیا

الغرض نفی میں بہت کوشش کرنی چاہئے۔ اور کسی معلوم کو دل میں نہ رہنے دینا چاہئے ✣

رُقعہ (۵۷)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالے کرامت کا تاج اور محبت کا لباس کامل طور پر عطا فرماکر سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور اس عاجز گرفتار کو بھی اس کے پرتو سے مشرف فرمائے۔ جناب خواجہ حسام الدین کے عنایت نامہ میں لکھا تھا۔ کہ فلاں شخص کی طرف خط نہ لکھنے کا باعث احوال و مقامات کا ظاہر نہ ہونا ہے۔ کیونکہ رسمی حکایت کو کیا لکھوں۔ آپ پر تعجب ہے۔ محبّت و دوستی کی نسبت زیادہ خبروں کی محتاج نہیں۔ صرف شریعت کی درستی اور استقامت اور بارگاہِ الٰہی کی طرف صاف طور پر متوجہ ہونا اور محبت کا غالب رہنا۔ اور ماسوی سے تعلق توڑ لینا مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی اور اس کی آل کی طفیل نصیب کرے ۔

رُقعہ (۵۸)

جنابِ استادی میاں شیخ احمد و محمد صادق کی طرف لکھا ہے :۔

برادران عزیز میاں شیخ احمد اور محمد صادق مخلصانہ دعا قبول کریں۔ ان کا مکتوب جس میں دو نو عزیزوں کا حال لکھا تھا۔ پہنچا۔ اللہ تعالے کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ دوستوں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ارادہ تو یہی تھا۔ کہ ہر مقدمہ کا جواب الگ الگ مفصل طور پر لکھوں لیکن جب تک آمنے سامنے بیان نہ کیا جائے۔ تب تک پوری پوری تسلی اور شفا حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے ترک کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ محمد صادق کا حال بہت ہی اچھا ہے۔ اور شیخ احمد کا حال جو لکھا تھا۔ کہ کبھی توحید ہے اور عبارت غائبت شاہد ہے۔ کہ علم سے عین میں آ گیا اور اس قلم میں گوش سے آغوش تک معاملہ پہنچ گیا۔ تفتیش کا محل ہے۔ کہ یا تو کثرت میں وحدت کا مطالعہ ہے۔ یا توحید صوری ہے۔ اگر اول ہے۔ تو مبارک ہے۔ اور کمال ہے۔ اور اگر دوم ہے تو ایک حیثیت سے اچھا ہے۔ اور ایک حیثیت سے معلول۔ لیکن اب ہم حیثیتوں کی تفصیل کا موقعہ نہیں دیکھتے۔ اگر سوم ہے خود البتہ معلول ہے۔ لیکن ان کی ظاہر عبارت دوم درجہ میں ناظر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قسم اصیل سے ہوگی۔ اور وہ رباعی ملحدانہ جو انہوں نے لکھی تھی۔ بہت ہی بے سمجھی اور کم عقلی ہے۔ ایسی

رباعی کا کہنے والا ہرگز ہرگز مقبول نہیں ہے۔ ادب کو نگاہ رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالے بڑا غنی اور غیر محتاج ہے۔ والسّلام ۔

رقعہ (۵۹)

مخدومی ملاذی میاں شیخ احمد کے عریضہ کے جواب میں لکھا گیا ہے :-

اللہ تعالیٰ کمال اور تکمیل کے مدارج میں بے نہایت ترقیاں عطا فرمائے۔ آپ کا وہ خط جو قاضی زادہ لائے تھے۔ مطالعہ میں آیا۔ دل چاہتا تھا کہ مفصل طور پر اس کا جواب لکھیں۔ لیکن جب لکھنے کا وقت آیا۔ تو خط نہ ملا۔ جو کچھ اللہ تعالے کو منظور ہو وہی بہتر ہے۔ واقعی اس قسم کی باتوں کی تحقیق اور تشخیص حضور اور ملاقات کے سوا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ کئی دفعہ تجربہ کر چکے ہیں۔ البتہ جسقدر لکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے نہایت کو فنا و نیستی مقرر کیا ہے۔ اور ان کی کلام پاک سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک سالک تجلی ذاتی کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔ تب تک اسی مشاہدہ کا گرفتار رہے۔ اگرچہ دوام شہود میں ہے۔ اور استقامت جو شاہد اور مشاہد کے اتحاد سے مراد ہے۔ اور فنا جو وحدت کے غلبہ میں اُس کے چھپ جانے سے مراد ہے۔ اس گرفتار کی نظر میں نہیں آتی۔ کیونکہ صفت ارادہ کی بقا اور مرادات کی فنا کا کشف اسی مقام میں ہے۔ پس جب پردے دور ہو جائیں یعنی ان کی پوشیدگی عینی طور پر ظاہر ہو جائے اور ساتر اور مستتر کے درمیان علم مندرج ہو جائے۔ تو وہ بات حاصل ہو جاتی ہے جس کی طرف شیخ کامل سید الاحرار قدس سرہٗ نے اپنے وقت میں اشارہ فرمایا ہے۔ پس مبارک ہے وہ شخص جس شخص نے اُس کو پالیا۔ نیز شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ

لہ وہ رباعی ملحدانہ یہ ہے۔ رباعی

اے دریغا کایں شریعت ملت اعمائی است | ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و روئے آں زیبائی است | کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

ترجمہ

یہ شریعت اندھی ہے ملی باپ سے یونہی چلی | سب کا سب مذہب ہمارا شرک ہے یا کافری
کفر و ایماں در حقیقت زلف و منہ ہے یار کا | کفر و ایماں ہے ہمارے حق میں بالکل ایک سا۔ نعوذ باللہ منہ، مترجم

کا مشرب وحدت وجود نہیں۔ ہاں ان کا شہود کاملین کا شہود ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض علماء اشیاء کو معدوم خارجی جانتے ہیں۔ اور خارج میں ان کے ظہور کو آئینہ میں صورتوں کے ظہور کی طرح جانتے ہیں۔ اور از روے ذوق کے صرف ایک ہی کو موجود سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ قدس سرہ اپنے شہود کے قوی اور بلند ہونے کے باعث اشیاء کو موجود خارجی جانتے ہیں۔ نیز اشیاء کی حقیقت میں فرق ہے۔ کہ پہلی جماعت کے لوگ اشیاء کو اصل کے شیون کا مظہر جانتے ہیں۔ شیخ قدس سرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہ جو حال کے قوی ہونے کے باعث اشیاء بالکل فراموش ہو جائیں۔ یہ اور بات ہے۔ صفات و افعال علمی طور پر اپنے اصل کی طرف منسوب ہیں۔ اور مقام لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) احوال کی قسم سے ہے۔ اور جو کچھ شیخ محی الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ وہ علوم کی قسم سے ہے۔ حال کی علم کے ساتھ مخالفت ہے لیکن علم حال کے مخالف نہیں۔ بیت

میں بڑے شہر کا ہوں تیرے دہ کا ساری خلقت سے مرا رہتا ہے دار و مدار

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متمکنین اہل ادب سے ہیں۔ بہت ہی حق شناس ہیں ہر مرتبہ میں اس کے حق کے موافق قیام کرتے ہیں۔ اور جو کچھ شیخ ہنہ قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ وہ سائل کے جواب میں ہے۔ چونکہ سائل نے حال سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے بھی حال سے جواب دیا والدعاء۔

رقعہ (۶۰)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے :۔

بیت میں ہیچ ہوں ہیچ مقدار کیا ہیچ سے ہو سکے کار

مجھ بے سعادت۔ بدنصیب۔ عمر ضائع کردہ کو شرم آتی ہے۔ کہ اپنے بزرگوں کا نام لوں۔ چہ جائیکہ ان کی نسبت گفتگو کروں۔ لیکن چونکہ بعض مومن بھائیوں کا اس فقیر پر حسن ظن ہے کہ اس نے بزرگوں کی خدمت اور ملازمت کی ہے۔ اور حضرات خواجگان قدس سرہم کی مزارات کی زیارت سے فیضیاب ہے۔ اس لئے التماس کرتے ہیں۔ اور مجبوراً ان کا کہا ماننا پڑتا ہے۔ حضرت ایشاں قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بیت

خدا کے ماسوا اگر ذرہ بھی مقصود ہے تیرا اسے کر قتل تیغ لا سے وہ معبود ہے تیرا

ہمہ تن اس بات پر ہمت لگانی چاہئے۔ کہ تیرے دل میں حق تعالےٰ کے سوا اور کوئی خواہش باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور جو چیز تیرے دل کو اپنی طرف مشغول کرے۔ لا الہ الا اللہ کہنے سے اس چیز کو اپنے دل سے اس طرح دور کرے۔ کہ اس چیز کو اپنا دشمن جانے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی عاجزی اور نیاز سے دعا مانگتا رہے۔ کہ اپنے سوا کسی اور چیز کا گرفتار نہ کرے۔ بیت

یہی بات کافی ہے تیرے لئے
کہ اک دم بھی غافل نہ حق سے رہے

پس اگر بندگی میں مشغول ہونا چاہے تو اسے چاہئے۔ کہ اپنی امیدوں کو کم کرے۔ اور جانے کہ میری زندگی بس یہی ایک سانس ہے۔ جو آ جا رہا ہے۔ اور اسی سانس کو آخری سانس سمجھ کر لا الہ الا اللہ کے ذکر میں اس طرح مشغول ہو جائے۔ کہ لا الہ کے کہنے کے وقت جو کچھ اللہ تعالےٰ کے سوا ہے سب دل سے دور کرے۔ اور الا اللہ کے وقت حق تعالےٰ کو معبود اور محبوب ثابت کرے۔ چنانچہ جتنی دفعہ لا الہ الا اللہ کہے اتنی دفعہ دل سے کہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس ذکر میں ہمیشہ مشغول رہے۔ کبھی ترک نہ کرے۔ پہلا قدم طریقت میں یہی ہے کہ خالص توبہ کرے۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقیدہ کو درست کرے۔ اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے اور شریعت نے جس بات سے منع کیا ہے ہٹ جائے۔ فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے کے بعد نفل تحیۃ الوضو۔ اشراق۔ چاشت اور تہجد بھی ادا کیا کرے۔ جیسے کہ کتابوں میں لکھے ہیں۔ حضرت ایشاں قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ بندہ پر ارادہ کی صفت میں تجلی نہ کرے۔ تب تک وہ بندہ طریقہ کا سلوک نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی کا مرید ہو سکتا ہے۔ اہل اللہ کے رسالوں میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ جب ارادت اللہ تعالےٰ کی طرف ہو۔ تو یہ بہت ہی اعلےٰ نعمت ہے اور ان بزرگواروں کی روحوں سے ہمت و استقامت طلب کرتا ہے۔ بیت

خدا اور خاصانِ حق کی عنایت
نہ ہو گر نہیں ملتی راہ ہدایت

تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے
اگر ہم نہیں ہم کو شاید تو پائے

اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں میں ہمارا انجام بخیر کرے۔ اور یہ جو ہم نے اپنی ذات کی نسبت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ قریبی رشتہ داروں خاص کر اسی طرح کے قرابت والوں کے لئے طلب اپنے پاس ہی ہے نفس امارہ کو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

طلب کی خواری اُٹھائے۔ سب کام اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں۔ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کافی ضمانت اور کارساز ہے۔ اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف توجہ ہے ؛

رقعہ (۶۱)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے :۔

سرہند میں شیخ احمد نام ایک آدمی بڑے علم والا اور قوی عمل والا ہے۔ چند دن فقیر کی مجلس میں رہا۔ فقیر نے اس کے روزگار اور اوقات سے بہت عجیب عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ امید ہے۔ کہ وہ ایسا چراغ روشن ہوگا جس سے تمام جہان روشن ہو جائیگا۔ اس کے احوال کاملہ یقینی ہیں۔ اس کے کامل احوال دیکھ کر میرا پختہ یقین ہے۔ کہ وہ ایسا ہی ہوگا۔ الحمد للہ۔ شیخ مذکور کے جتنے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ سب کے سب نیک اور عالم آدمی ہیں۔ اس دعاگو نے بعض کی ملاقات کی ہے۔ سب بیش قیمت موتی ہیں اور بڑی عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے فرزند جو اپنے بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں غرض سب کے سب شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کی طرح ہیں۔ جس سے پاکیزہ ہی شاخیں نکلی ہیں۔ لیکن عیال کی کثرت اور فقر اور تنگدستی کی زیادتی اور وجہ معاش کے نہ ہونے کے باعث ان سب کے اوقات میں پراگندگی آرہی ہے۔ اگر ہر سال چالیسویں حصہ کے طور پر ان لوگوں کے لئے کچھ معین ہو جائے۔ اور تقسیم کرنے والا منتظم ان کے درمیان مناسب طور پر بانٹ دیا کرے۔ تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور بہت ہی نیکی اور اجر کا باعث ہے۔ تھوڑا بہت جس قدر بھی مقرر ہو جائے۔ خیرات اور نیکیوں کا رکن عظیم ہوگا۔ فقرا اللہ تعالےٰ کے دروازے ہوتے ہیں۔ اور بہت ہی عجیب دل رکھتے ہیں۔ زیادہ لکھنا بے ادبی ہے ؛

رقعہ (۶۲)

اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل جو دل بیدار اور دست بکار ہونے سے مراد ہے۔ ہمارے نصیب کرے۔ اگرچہ ان دو نو خزانوں کے درجے بیشمار ہیں۔ اور ان کے کمال تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اپنی ہمت اور طاقت کے بموجب ان سے باز رہنا بڑے خسارے اور نقصان کا باعث ہے۔ شریعت اور طریقت کے عالموں نے ان دونو کلموں کی شرح بہت

اچھی طرح بیان کی ہے۔ مختصر یہ کہ دوسرا کلمہ جو شریعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور جس پر پہلے کلمہ کا مدار ہے۔ تمام سعادتوں کی جڑھ اور تمام عقل والوں کے نزدیک ضروری اور واجب العمل ہے۔ یعنی احکام شرعی کے ساتھ اپنے آپ کو مکلف کرنا۔ شریعت کی جائز باتوں پر آپ عمل کرنا۔ اوروں کو بھی ترغیب دینا۔ ناجائز باتوں سے آپ بھی بچنا اور غیروں کو بھی ان کے کرنے سے منع کرنا۔ اور قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ دکھو یا رسول اللہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میری متابعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنا لیگا کی حکمت اور بصیرت کے موافق عمل کرنا وغیرہ وغیرہ ✦

رقعہ (۶۳)

ایک خط کے حاشیہ پر جو حاضرین یاروں میں سے ایک یار نے
جناب مخدومی میاں تاج الدین کی طرف لکھا تھا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں:۔

دوستوں اور مخلصوں کا دل آپ کی فیض کی برکتوں والی ملاقات کا خواہاں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح نصیب کرے۔ میں نے ضعف اور سستی کے باعث خط علیحدہ نہیں لکھا۔ میں چنداں بیمار رہا ہوں۔ ابھی کچھ بیماری باقی ہے۔ خلق کی گرفتاری اور حقتعالےٰ کی غیرت دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے باطن سے شفقت کی صورت ظاہر کی ہے۔ بندہ بن کر اس کا بوجھ اٹھانا چاہیئے۔ اس جہان میں انسان پر جو کچھ ضروری ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوقات پر شفقت کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعظیم بجالائے۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں ✦

رقعہ (۶۴)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کو اپنے حاضرین کو سلام ہو۔ اس طرف کے دیوانے کہتے ہیں۔ کہ دو سال تک دور رہو گے۔ اس کے بعد مختار رہو۔ فقیر سابقہ اہتمام کی تعبیر کے سبب میں بہت باتیں بناتا ہے غرض میرا ارادہ یہی ہے۔ کہ تین ماہ تک اور ٹھیروں گا۔ بعد ازاں پھر دیکھا جائیگا۔ مصرعہ

دیکھئے کیا خدا کی مرضی ہے

لیکن آپ رمضان شریف کے بعد ضرور اس طرف تشریف لاویں۔ اور اس جوان طیار کو بھی ہمراہ لائیں۔ اور اس کے سیر اور طیر (پرواز) کے وقت اس کے دل کی خبر رکھیں۔ مثلاً جب اس نے وہ صورت کرسی پر دیکھی تھی۔ تو وہ اس کے دل کے حال کے شعور کے بعد تھی۔ اول اس کو حق تعالےٰ کی صفات یعنی حاضری اور ناظری میں سے کونسی صفت کے ساتھ یقین حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح کشف کے بارہ میں بھی اس کے حال کی خبر لائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آپ اس کو منتہی کر کے دوسرے مستعدوں کو بھی ضائع نہ چھوڑینگے۔ اس جوان انصاری کو جانے نہ دینا چاہیئے۔ خواہ نرمی سے۔ خواہ سختی سے اس کی نگہداشت میں کوشش کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ کہاں جائیگا۔ اب آپ اپنے دل کو اس کے آنے کی طرف متوجہ کریں۔

رقعہ (۶۵)

شیخ تاج الدین کی طرف لکھا گیا ہے:۔

میرے بھائی سعادتمند شیخ تاج الدین مخلصانہ دعا اور مشتاقانہ سلام قبول کریں۔ اور تعلق اور گرفتاری کے جنگل میں حیران و پریشان پھرنے والوں کی طرف توجہ اور التفات فرمائیں۔ بیت

سو ملک دل کے ملتے ہیں گو نہی اک نظر سے　　　پر ناز نین ایک سودا نہیں ہیں کرتے

میرے عزیز۔ ہدایت مطلق مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نہ آنکھ نے کجی کی نہ سرکشی) کے پرتو میں ہے۔ جبکہ سالک کا باطن ذاتِ بحت کا گرفتار ہو۔ اس کا نشان یہ ہے۔ کہ درد دوری کے باوجود تمام مقامات اور مشاہدات اور ظہور کے مراتب اس کی نظر ہمت میں حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ بیت

ہیں چند رند ایسے مخفی ہے جنکی حالت　　　بھاتی نہیں ہے انکو دو نو جہاں کی نعمت

ایسی حالت والا شخص بشرطیکہ اس حالت کا سر سے قطع تعلق کرے۔ بندگی کے مقام میں پہنچکر اسم غنی کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور اس کا فقر نہایت تک پہنچ جاتا ہے اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ فَھُوَ اللہُ (فقر جب تمام ہوا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے) کے یہی معنی ہیں۔ یہ مقام کشش الٰہی کے استغراق اور اسمیات کے جاننے کے بغیر کہ یہ کشش بھی اسی کی طرف سے ہے۔ حاصل نہیں ہوتا۔ موجودات کی صورتیں اور جہان کی شکلیں محض سراب

ہی سراب ہیں۔ والدعاء ✤

رقعہ (۶۶)

ایک بلند طبیعت والے سید کی طرف جو حضرت ارشاد پناہ قدس سرہ کی درگاہ کا مقبول تھا۔ مگر مرتبہ و جاہ کی بلندی کے باعث خادموں اور خانقاہیوں کے گروہ میں داخل ہوا۔ لیکن نشست و برخاست اور صحبت سے جو اس کو حاصل ہو چکی تھی اس کو بہت فائدے حاصل ہوئے۔ اگرچہ اُس کو خود ان کا علم نہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ بعض بیہودہ صحبتوں کے باعث کچھ فائدے دُور ہو گئے ہونگے۔ مگر بعض میں مستقیم رہا۔ بہرحال دنیا میں گرفتار ہونے کے باعث نصیحت اور شفقت کا مستحق تھا ✤

اللہ تعالیٰ آپ کو کامل میراث سے بہرہ مند کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث علم وحال و مقام ہے۔ آپ کو جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ یگانہ اور یکتا۔ حاضر و ناظر۔ کامل قدرت والا۔ بندوں کا وکیل۔ فرمانبرداروں اور مطیعوں کے حق میں لطیف اور رؤف یعنی لطف اور نرمی کرنیوالا۔ سرکشوں اور نافرمانوں کے حق میں قہار اور جبار یعنی قہر اور جبر کرنیوالا۔ عاجزوں اور نادموں اور عذر خواہوں کے حق میں غفور اور رحیم ہے۔ آپ کو یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ دونوجہان کی سعادت اِس بات میں ہے کہ شریعت پر چلیں۔ سنت کے موافق عمل درست کریں۔ حال آپ کا یہ ہونا چاہیئے۔ کہ خدا اور رسول اور اُنکے فرمانبرداروں اور نیازمندوں کے ساتھ محبت رکھیں۔ اور جس بات میں خدا اور رسول رضی ہوں۔ اُن کو خوشی سے بجالائیں۔ شریعت اور اہلِ شریعت کی تعظیم اور ادب کریں۔ مقامات میں سے مقام رضا۔ جود و سخاوت۔ بندوں پر شفقت۔ اپنی طاقت کے بموجب لطف و قہر سے شریعت کو رواج دینا وغیرہ وغیرہ حاصل کریں۔ اور جو کچھ ضروری ہے۔ وہ مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ہَرْوَلَۃً (جو شخص میری طرف پیادہ آئے میں اُس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں) کے موافق عمل کرتا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو بے نہایت علوم و احوال و مقامات حاصل ہونگے ✤

رقعہ (۶۷)

ایک عالیشان امیر کی طرف لکھا ہے جس نے حضرت مغفرت پناہ ارشاد
دستگاہ قدس سرہٗ کی برکت سے بہت اچھی صنعتیں حاصل کرلی تھیں :-

اللہ تعالیٰ اپنی بے علت عنایت سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ اصل بات یہی ہے۔
جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ سر یعنی باطن اللہ تعالیٰ
کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے۔ روح اس کی محبت سے چمک اٹھتا ہے۔ دل کتاب و سنت
کے احکام کو مان لیتا ہے۔ تن استقامت کے مقام میں قائم ہو جاتا ہے۔ انسان کی پیدائش
سے مقصود یہی ہے۔ باقی ہے معارف و کمالات۔ اگر وہ اس طرح پر حاصل ہوں کہ ان
اصول میں خلل نہ ڈالیں۔ تو نور علیٰ نور ہیں۔ ورنہ ہیچ و بے سود۔ پس جو شخص عنایت اور رحمت
کمال کے ظہور کا طالب ہے۔ اس کو حتی المقدور اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ
(اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں
دوست بنالیگا) کے موافق ہمیشہ متابعت میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اگر بشریت کے
باعث اس سعادت میں کسی قسم کا نقصان ہو جائے۔ تو ہمیشہ نیاز مند ہو کر اہل اللہ کے دلوں
سے دعا کا طالب رہے۔ شاید کوئی دعا اس کے حق میں کارگر اور مفید ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ
کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ آپ اس طریقہ پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔ اور بہت
سے پاک دلوں کو اپنا خیر خواہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ نصیب کرے کاتب
کا حال بہت ہی شوریدہ اور پریشان اور بے سر انجام ہے۔ اب جو بات اس سے نکلنی
ہے۔ اچھی نہیں نکلتی۔ صرف اپنے علم کے موافق کہ جس پر ایمان رکھتا ہے۔ کوئی بات
لکھ دیتا ہے۔ کیا کیا جائے۔ چونکہ آپ نے اس قسم کی باتوں کے لکھنے کے لئے اشارہ
کیا ہوا تھا۔ اس لئے جرأت کی گئی۔ ورنہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ میں کون ہوں
جو ایسی نصیحتیں کر سکوں۔ میرے لئے تو یہ ضروری ہے۔ کہ میں اپنے پہلے برے بھلے
حال سے کہ جس پر رہا ہوں توبہ کروں۔ اور ہمیشہ عام مسلمانوں کی طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
سے از سر نو ایمان لاؤں۔ تاکہ اسی طرح دم نکل جائے۔ اور اس شیطانی جال سے ایمان کی
صورت سلامت لے جاؤں۔ لیکن ہائے افسوس جسمانی کمزوری اور نفس سرکش کی نافرمانی کے

کے باعث مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ اس ارحم الراحمین کے ساتھ معاملہ ہے۔ مصرعہ

کسی نے تیرا نہ کچھ بگاڑا تو مجھ سے کیسے یہ ہوسکیگا

اول آخر ظاہر باطن اللہ تعالے کی حمد ہے ؂

رقعہ (۶۸)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو اپنی مرضی کے موافق سرانجام دے۔ بیت

کوئی مراد نہیں مانگتا ہوں میں تجھ سے ۔۔۔ مگر یہی کہ تو مجھ کو کبھی جدا نہ کرے

الغرض دل بیار تن بکار رہنا چاہیئے۔ تصوف کا مقصود دیکھو دکھنا اور یکساں جینا ہے۔ اللہ تعالےٰ کامل توفیق کرے ؂

رقعہ (۶۹)

ایک امیر کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالیٰ ظاہر کو کرم کے ساتھ اور باطن کو نور کے ساتھ محفوظ رکھے۔ اور شکستہ دل اور مشتاق جان عطا فرمائے۔ غرض وجود کے تمام لطائف کو بندگی کے سیدھے راستہ پر ثابت وقائم رکھے۔ اور اپنے فضل و کرم سے اس گرفتار کو قیامت کے دن آزاد لوگوں کے گروہ میں اٹھائے +

رقعہ (۷۰)

اسی امیر مذکور کی طرف لکھا ہے :۔

شیخ حیدرؒ کے بڑی عزت والے خادم جنہوں نے اپنی عمر طریقت کے درویشوں اور مقتداؤں کی خدمت میں صرف کی ہے۔ اور مشائخ ترک کے طریقہ میں صاحب اجازت بھی ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کر رہے ہیں۔ چونکہ اس ملک کے حالات سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ غریب اور تنگدست بھی ہیں۔ اس لئے بہت متفکر اور متردد ہیں

چونکہ آپ کی عزت و شرافت والی بارگاہ اکہ اللہ تعالےٰ اُس کو زیادہ زیادہ پاک و صاف کرے) فقراء کی جائے پناہ۔ غریبوں کی مشفق۔ بیچاروں کی چارہ ساز ہے۔ اِس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ اُن سے اچھی طرح ملاقات کر کے ان کو اپنی عزت و سخاوت سے محفوظ فرمائینگے +

رقعہ (۷۱)

ایک مخلص کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالیٰ اعلےٰ مطلب تک پہنچائے۔ بیت

نہ ہو ایکدم بھی کبھی اس سے دُور — کہ دُوری ہوتا ہے پیدا فتور
تو جس حال میں ہو نہ کر حق سے غفلت — کہ نزدیک رہنے سے بڑھتی ہے اُلفت

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہٗ وَ بَصَرَہٗ الی آخر الحدیث۔ یعنی ہمیشہ بندہ فرضوں کے علاوہ نفلی عبادت کے ساتھ میرا تقرب ڈھونڈھتا ہے اور چاہتا ہے۔ کہ میرا مقبول اور محبوب ہو جائے۔ حتےٰ کہ اس کوشش و سعی کے باعث میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں۔ جب میں اُس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ تو میری عنایت کا جذبہ اُس کو اپنے آپ سے کھینچ لیتا ہے۔ اور میں اس کی عین قوتیں اور اعضا بن جاتا ہوں میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے۔ میرے ہی ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ ہی چلتا ہے۔ الغرض حتی المقدور حق تعالےٰ کی طرف مراقب اور متوجہ رہنا چاہئے۔ اور تمام امور میں اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر سمجھنا چاہئے۔ اور تمام خیرات اور مبرات یعنی نیک اور اچھے کاموں میں اللہ تعالےٰ کا دیدار اور اس کی رضا مقصود ہونا چاہئے۔ تاکہ بلند ہمت والے لوگوں کے درجہ تک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل بزرگ کی طفیل اس عاجز بیکس کی دلی مراد برلائے +

رقعہ (۷۲)

ایک مخلص کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ان عملوں کی توفیق بخشے۔ جن کو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ جن کاموں کو

اللہ تعالےٰ پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے۔ وہ حقیقت کے جاننے والے داناؤں کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اپنے عقیدے کو سلف صالحین یعنی گذشتہ نیک لوگوں کے عقیدوں کے مطابق کریں۔ اور امامان حق یعنی مجتہد اماموں میں سے کسی ایک امام کے مذہب کے موافق عمل کریں۔ یہ سعادت تب حاصل ہوتی ہے۔ جب اِن لوگوں کے ساتھ جو دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف منسوب اور مقبول ہیں۔ یعنی دینی عالم اور سادات اور سچے فقرا کے ساتھ جو اپنے قول و فعل میں بدعت اور الحاد سے بچتے ہوں محبت رکھیں۔ اور ان کے مخالفوں کی تحقیر اور اُنکے عقیدوں کی تردید کریں۔ اِسی طرح اس نور کی روشنی میں مظلوموں کی مدد کریں۔ محتاجوں کی حاجت پوری کریں۔ مجرموں کے قصور معاف کریں۔ عاجزوں کے حساب اور لین دین میں نرمی اور فروگذاشت سے پیش آئیں۔ مگر خیال رہے کہ شریعت کا کوئی حق فوت نہ ہو جائے۔ اِن سب باتوں میں سے جس قدر بھی حاصل ہوسکیں غنیمت اور سعادت ہیں۔ بعض کے ترک ہونے سے سب کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا)۔

رقعہ (۴۳)

ایک سید دوست کی طرف لکھا ہے :۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور احسان سے اس سیادت اور طہارت کے درخت کو اصلیہ ثمروں اور پھلوں سے سرسبز اور پھلا پھولا بنائے۔ اگر بخشش اور کرم کا چشمہ جوش میں آئے۔ تو لاحق یعنی خلف سابقین یعنی سلف کے ساتھ مل جائیں۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سعادت کے حاصل کرنے کا بہتر ذریعہ نیک اور عام خاص لوگوں کے ساتھ نیازمندی اور عاجزی اور دلجوئی سے پیش آنا ہے۔ آپ کی نسبت اس قسم کی باتوں کا لکھنا فضول اور بے فائدہ ہے۔ لیکن نصیحت اور یاد دلانے کی خاطر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

رقعہ (۴۴)

ایک عورت کی طرف لکھا ہے۔ جس کے باطن میں طلب کا ارادہ غالب تھا۔ چونکہ صحبت

کا شرف اس کو حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہی طریقت میں داخل ہوئی۔ عورتوں سے کچھ فائدہ اُٹھا سکتی۔ کیونکہ اس قسم کی عورتیں جو صحبت کے لائق ہوں یا دوسری عورتوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہوں۔ اِس شہر میں نہیں۔ اِس لئے شفقت اور محبت سے یہ چند سطریں اس کی طرف لکھیں +

اللہ تعالیٰ اپنی کامل توفیق تمہاری رفیق بنائے تمام سعادتوں کا سرمایہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجا لاؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ اور جن باتوں کا کرنا ناجائز ہے۔ ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کسی پر غم و غصہ نہ کرو۔ کسی مسلمان کے حق میں بُرائی نہ سوچو۔ دنیا کے بے وفا مال و متاع پر نظر نہ ڈالو۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقات سے بزرگ نہ جانو۔ اور آخرت کے سفر کو نہ بھولو۔ اِن صفتوں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ اور توفیق بخشے۔ تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا آہستہ آہستہ تکرار کرتے رہو۔ اور دِل کے حضور اور فراغت سے تکرار کے وقت جہان اور جہان والوں کو اعتبار کی نظر سے ہٹا رکھو۔ اس سے بہت عمدہ فائدے اور نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام ظاہری اور باطنی احوال میں ہمیشہ حاضر و ناظر ہے۔ طالب صادق کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ مخلوقات کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ہمیشہ خدا کی نظر رحمت کا منتظر رہے۔ بیت

نہ ہو تُو نگاہِ یار سے غافل کبھی میں ایک لحظہ بھر   کہ شاید کس گھڑی اُسکی نظر پڑ جائے عاصی پر

تمہیں جاننا چاہئے۔ کہ دِل کو اطمینان اور فراغت اور حضور تب حاصل ہوتا ہے۔ جب بقدر حاجت پاک اور حلال کھانا کھایا جائے۔ اور بیہودہ گو اور دُنیا کے طالبوں کا ملنا جُلنا چھوڑ دیا جائے۔ اگر ہزار سال ذکر کرتے رہو۔ مگر تمہارا کھانا حلال نہیں۔ تو تمہیں کبھی مقصود حاصل نہ ہوگا۔ بیت

بھوک خاموشی و تنہائی و بس ذکر مدام   ناقصوں کا ان سے پہنچا ہے اچھا سارا کام

والسلام والاکرام +

رقعہ (۷۵)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

تمام سعادتوں کا سرمایہ۔ اللہ تعالےٰ کی ذاتی محبت ہے ۔انشاءاللہ تعالےٰ اچھی طرح حاصل ہو جائیگی اگر کرم اور فیض کا چشمہ جوش مارے ۔ تو پچھلے لوگ بھی پہلے لوگوں کی طرح بن جائیں۔ بیت

نہ ہو ہرگز تو اس درگاہ سے ناکام کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں امیدوار اور منتظر رہنا چاہئے ۔ اور کسی کام کو اس نگرانی اور توجہ کا مانع نہیں بنانا چاہئے۔ غرض اور کسی چیز کا غم نہ کرنا چاہئے ۔ اس کے سوا اور جتنے کام ہیں اُن میں نقصان ہوتا ہو تو ہونے دو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے ۔ کہ جمعیت یہی ہے کہ سب کی طرف سے ہٹ کر تو واحد حقیقی کے مشاہدہ میں لگا رہے ۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے کلمات میں لکھا ہے ۔ کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے ۔ کہ جمعیت اسباب کے جمع کرنے میں ہے ۔ یہ لوگ ہمیشہ تفرقہ میں رہے ۔ اور جنہوں نے یقیناً جان لیا ۔ کہ اسباب کا جمع ہونا سراسر تفرقہ کا موجب ہے ۔ تو انہوں نے سب اسباب سے ہاتھ اٹھا لئے۔ اللہ تعالےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے محبوں اور دوستوں کی طفیل اس گرفتار کو اس جمعیت کے کمال تک پہنچائے ۔ ایمان کی حقیقت گسَستن (توڑنا) اور پیوستن (ملنا اور جوڑنا) ہے ۔ مصرعہ

غیروں سے توڑ کر دل کو تو لگائے حق سے

ہر کام کا انجام اُس کے سپرد ہے ۔ بیت

گر آجائیگا تو خوشی سے تو بہتر دگرنہ بلا لینگے خود تجھ کو آکر

رقعہ (۷۶)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کے اعلےٰ مرتبہ تک پہنچائے ۔ ایک بزرگ اپنے دوست کو کہا کرتا تھا ۔ کہ صوفی مُلّا ۔ یہ دو نہ بن ۔ صرف مسلمان بن جا۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یا اللہ تو مجھے مسلمان بنا کر مار اور نیکوں کے ساتھ ملا) غرض کبھی کبھی ہمارے لئے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے دعا مانگتے رہا کریں ۔ اس بات کو بالکل تکلف اور بناوٹ نہ جانیں ۔ کیونکہ مسلمان بننا بہت مشکل ہے ۔ اللہ تعالےٰ کی محض مہربانی اور بخشش کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ۔ کسب کا وہاں کچھ دخل نہیں تصوّف کی حقیقت صرف مسلمان بننا ہے ۔ تصوف کا

مقصود بجُز دیکھنا اور یکساں جینا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی) +

رقعہ (۷۷)

اپنے وقت کے کسی درویش کی طرف لکھا ہے :۔

سبحان اللہ! میں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ اِس بارگاہ عالی کا پایہ کمال اس سے کئی گنا بلند ہے کہ کسی پست کی دانائی کی نظر میں اس کا سراغ آسکے یا کسی وقت اُس کی کیفیت کی تعریف اور بیان کرکے اپنے وقت کو آباد کر سکے۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ (میں تیری پوری پوری ثنا نہیں کر سکتا) تو آپ ہی اپنی زبان حال سے اپنے وجود کے خلوتخانہ میں اپنی زیبائی کی داستان اپنے ساتھ بیان کرتا ہے +

ہاں تجھے ہی لائق ہے کہ عزت کے خیمہ کے پردہ نشین کا نظارہ کرے۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَاہُ اِلَّا مَطَایَاہُ (اس کے عطیوں کو اُسی کے اُونٹ اُٹھا سکتے ہیں) اگر تو نے کوتاہ نظروں میں فضل و کرم فرما کر اُن کی استعداد کے موافق اپنے آپ کو اُن پر ظاہر فرمایا ہے۔ تو ان کو بھی تیرے ساتھ نہیں گن سکتے۔ اس لئے اپنی عاجزی ظاہر کرکے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ جامعہ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (تو ویسا ہی ہے جیسے کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے) پر کفایت کریں۔ کیونکہ عاجزی کا ظاہر کرنا بھی جو اصل میں اپنے جمال کا اظہار ہے۔ ثناء کی حقیقت ہے۔ بیشک یہی بات اچھی ہے۔ جب تو اس راز کو جو تیری ذات کے لائق ہے اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تو ہم بھی اِس راز کو جو ہمارے لائق ہے بیان نہیں کرتے۔ بیت

جو نہیں ہمرنگ اپنے یار کا عشق کا اس کو نہیں ہے کچھ پتا

ہائے افسوس! میں کیا کہوں۔ یہ وہ امانت ہے۔ جو تو نے ہمیں عنایت فرمائی تھی۔ جس کو ہم نے نَسْیًا مَّنْسِیًّا کر دیا۔ اور بھلا دیا ہے۔ اور حق کو چھوڑ کر ظلومی اور جہولی کے داغ میں مبتلا ہو گئے ہیں شاید اسی واسطے فرمایا ہے کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ (جس امانتدار نہیں وہ ایماندار بھی نہیں) اس مقام میں مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے) ہمارا کافی گواہ ہے۔ وہ شخص بہت ہی اچھا ہے۔ جو کذب اور جھوٹ کے ننگ سے پاک ہے۔ بیت

جس کا فنا ہو شیوہ اور فقر جس کی حالت نے کشف و دین عرفان نہ یقین کی ہے حاجت

اگر اس مقام والاثناء کے شمار کو اس نسبت مائی اور منی سے سلب کرے یعنی ثناء جمالی سے منسوب نہیں۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ اگرچہ یہ کلمہ مقصود کے ساتھ کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ کلام کا سلسلہ اسی طرف شروع ہو گیا تھا۔ اور حدیث کے معانی کی تحقیق میں دخل رکھتا تھا۔ اس لئے قلم کی باگ ہاتھ سے نکل گئی۔ اب رجوع اور بازگشت کا وقت ہے۔ مصرعہ

ہم سے ہے عجز و نیستی مطلوب

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ میں ظالموں میں سے ہوں) اس صحیفہ میں حدیث لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ تاویل کے طور پر پانچ طرح بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ کافی تامل کے بعد معلوم ہو جائیگا تمام جہان کے مخدوم زادے جو سراپا نیک اخلاق کا مجموعہ ہیں۔ آداب بندگی قبول فرمائیں۔ اُن کے حق میں یہی بات کافی ہے۔ بیت

کرتی ثنا ہے اس کی ہر آدمی کی سیرت اس سے زیادہ بڑھ کر کیا ہے ثنا کی حاجت

رقعہ (۷۸)

عقاید کے بیان میں ایک طالب کی طرف لکھا ہے :۔

واضح ہو کہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم آدمی تھے۔ مگر آدمیوں کی نسبت زیادہ پاک تھے۔ ان پڑھ تھے۔ جس ملک میں پیدا ہو کر بڑے ہوئے۔ اس ملک کے لوگ بھی ان پڑھ تھے۔ لیکن ان کے پہلے باپ دادا سب چیزوں میں جو آدمیوں کے لئے درکار ہیں دانا تھے اور روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ مگر رفتہ رفتہ علم ان سے جاتا رہا۔ پس خدا تعالےٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اور اپنا دوست بنایا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کو اچھی طرح پہچانا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو بھیجا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہدو۔ کہ میری صفتیں جنوں اور انسانوں کو تبلائیں۔ اور جن کاموں سے میں راضی نہیں ہوں ان سے منع کریں۔ اور ان کو نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے کی تعلیم دیں۔ پہلے پہل فرشتہ نے ان سب باتوں کو جسطرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ کے دیدار

پاک سے مشرف تھے۔ یہ باتیں بتلائیں۔ اسی غرض کے لئے اللہ تعالٰے نے ایک کتاب
جس کا نام قرآن شریف ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں اور جنوں کی ہدایت
کے لئے بھیجی۔ اب بندہ مومن کو لازم ہے کہ دِل کے ساتھ یقین کرے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں
ہے۔ اور جو کچھ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خدا تعالیٰ کے پیغمبر اور برگزیدہ ہیں۔ فرمایا ہے سب
سچ ہے۔ اور زبان سے بھی اقرار کرے۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم
سچے نبیؐ ہیں۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس قدر جان لینے کے بعد ضروری ہے کہ عالموں
اور داناؤں سے تحقیق کرے کہ ہمارے لئے اس کتاب میں کیا فرمایا ہے کہ کیا جاننا چاہیئے
کیا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ میں زندہ ہوں۔ ہمیشہ سے ہوں۔
ہمیشہ رہونگا۔ سب کچھ جانتا ہوں۔ سب چیز پر قادر ہوں۔ جو چاہوں کرتا ہوں۔ سب کچھ
سُنتا ہوں۔ سب کچھ دیکھتا ہوں۔ ہر شخص کے ساتھ اُس کی رگ گردن سے بھی زیادہ
نزدیک ہوں۔ جبّار و قہار ہوں۔ رحیم کریم بھی ہوں۔ تمام جہان کو اور جو کچھ کہ اس میں ہے
انسان۔ پری۔ فرشتہ۔ زمین آسمان۔ پتھر۔ لکڑی وغیرہ سب کچھ میں نے ہی بنایا ہے۔ اور
میں ہی بناتا ہوں۔ جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ اسے میں ہی پیدا کرتا ہوں۔ جو چیز فناء ہوتی ہے
اسے میں ہی فناء کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بنانے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ بنایا ہے۔ تاکہ
دُنیا میں ہر شخص اُس کو پہچان لے۔ اور اس کے کام کو نہ دیکھے۔ نیز جان لو کہ وہ یگانہ ہے۔
ان کاموں میں اس کا کوئی شریک۔ وزیر۔ کارکن۔ مددگار نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے ماسوا
ہے۔ سب کو اسی نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ نیز اللہ تعالٰے نے اس کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ
میری بندگی کرو۔ وہ بندگی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرنا ہے۔ نیز
حقداروں یعنی ماں باپ وغیرہ کے حق ادا کرو۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ ان باتوں کا علم بہت ہے۔ عالموں
سے تحقیق کرلو۔ نیز جان لو۔ کہ حضرت محمدؐ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت۔
خوش رو۔ خوش خلق تھے۔ اُن کی ذات سب انسانوں کی ذات سے زیادہ پاک تھی۔ اِن
کا دِل سب لوگوں کے دِلوں سے زیادہ روشن تھا۔ تمام اولیاء انہی کے کوچہ کے گدا ہیں۔
جو صفتیں اور کمال تمام انسانوں میں ہونے ممکن ہیں۔ سب سے زیادہ ان میں موجود تھے۔ اسی
طرح اللہ تعالٰے نے ان کے دِل کو اپنا گھر بنایا ہوا تھا۔ جو کچھ کہتے تھے۔ خدا سے کہتے تھے
جو کچھ جانتے تھے۔ خدا سے جانتے تھے۔ جو کچھ کرتے تھے۔ خدا کی قدرت سے کرتے تھے۔ اب

بھی ویسے ہی ہیں جیسے کہ تھے۔ اور ویسے ہی رہینگے۔ جس طرح کسی کو جن پکڑ لیتا ہے۔ تو اس وقت جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے۔ جن ہی کہتا اور کرتا ہے۔ یہ مثال بعینہٖ نہیں ہے۔ مثال اس لئے ہے تاکہ جان لو۔ کہ اس کا قرب کسی قرب کے مانند نہیں ہے ❖

رقعہ (٧٩)

بعد از انکہ جناب مخدومی استاذی میاں شیخ احمد سرہندی کمال و تکمیل کے درجہ تک پہنچ گئے۔ اور حضرت مقصود عزّ قدرہٗ کی عظمت اور بے نہایتی اور زیادہ طلب دیکھکر (کہ آخری دم تک حضرت ارشاد دیناہی قدس سرہٗ اپنے آپ کو مبتدی دیکھتے تھے) اپنے حاصل شدہ کمالات کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ اس لئے مذکورہ طریق پر مخدومی مذکور کی طرف مکتوبات صادر ہوا کرتے تھے۔ اور ظاہر و باطن میں اسی مضمون کے موافق گفتگو کرتے تھے۔ اور جناب مشارٌالیہ کے کمالات حضرت ایشاں قدس سرہٗ سے اس قدر سُننے میں آتے تھے۔ کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ ایسے وقتوں میں یہ عنایت نامہ اُن کی طرف لکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو کمال اور اکمال کے اعلےٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ مصرعہ

ہے کاسۂ کریم سے حصّہ زمین کا

اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ جو کچھ حقیقت حال ہے۔ لکھی جاتی ہے۔ پیر انصاری قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں خرقانی کا مرید ہوں۔ لیکن اگر خرقانی اس وقت زندہ ہوتے۔ تو باوجود پیر ہونے کے میرے مرید ہوتے۔ جب ان بے صفتوں کی صفت یہ ہے۔ تو وہ لوگ جو صفات کے آثار میں گرفتار ہیں۔ وہ اپنی جان طلبگاری کے لوازم میں کیونکر قربان نہ کریں۔ اور جہاں کہیں سے ان کے دماغ میں خوشبو پہنچے۔ کیونکر اُس کے پیچھے نہ جائیں۔ اب یہ توقف اور فروگذاشت استغنا اور بے نیازی کے باعث نہیں ہے۔ بلکہ اشارہ پر موقوف ہے۔ بیت

جب طمع چاہتا ہے مجھ سے شاہ دین   پھر قناعت کیوں کریں ہم بعد ازین

بس ہمارے حال و ارادہ کی کیفیت یہی ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر اور مناسب رستہ کی طرف ہدایت فرمائے۔ اور تکبر اور غرور سے نجات بخشے۔ باقی مقصود یہ ہے کہ جناب سیادت مآب امیر صالح سلّمہ اللہ تعالیٰ نے طلب کا اظہار کیا تھا۔ چونکہ فقیر کا وقت اس کا مقتضی نہ تھا۔ اس لئے ان کے اوقات کو ضائع کرنا اسلام سے دُور جانا۔ ان کو آپ کی صحبت میں بھیجا جاتا ہے۔ اُمید ہے

کہ استعداد کے موافق فائدہ حاصل کریگا۔ اور لطف کامل کی توجہ پائیگا۔ والدعاء۔

رقعہ (۸۰)

مشیخت کے ترک کرنے اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے کے بعد بعض خاص دوستوں کے سوا تمام حاضرین دوستوں کو پہلے فرمادیا تھا۔ کہ استادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالے کی خدمت میں جائیں۔ چونکہ ایسے مخلصوں کا دفعۃً اس درگاہ سے قطع تعلق کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔ اس لئے سب ملول اور رنجیدہ خاطر ہوئے۔ آخر کار بعض دوستوں کو بڑی مہربانی اور ترغیب سے راضی کر کے بھیجدیا۔ اور وہ دوست جو بغیر رضا کے محض امر عالی سے جاتے تھے ان کو منع کردیا۔ اس وقت یہ عنایت نامہ دیکھا گیا۔

اللہ تعالے کمال صفا نصیب کرے۔ وہ دوست جو ہمارے بار وجود کے گرفتار تھے۔ چونکہ ہم وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ (ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے) کی تنگی میں ہیں۔ اس لئے ہماری عقل و فکر نے ان کے حق میں یہ بہتر معلوم کیا۔ کہ اس موسم برسات میں اس بوقلموں (رگرگٹ) کے مقابلہ سے دور ہوکر آفتاب شہود کی شعاعوں میں زندگی بسر کریں۔ انشاء اللہ العزیز نیکی و پاکی سے انجام ہوگا۔ جماعت و صحبت کے فائدے ثابت اور روشن ہیں۔ انکے بیان کی حاجت نہیں۔ بیت

ہم گرفتاروں کو اپنے ظلم کے تو تیر مار سنبل و گل کھیو آزاد مردوں پر نثار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِہَ اللّٰہُ (ان تمام باتوں سے جن سے اللہ تعالے ناراض ہے۔ توبہ کرتا ہوں) دیر ہوئی ہے۔ کہ آپ نے اپنے احوال شریف کچھ نہیں لکھے۔ امید ہے کہ وہ بخیریت ہوگی۔ موسم برسات کے بعد اگر استخارہ سے اجازت ہوئی۔ تو آجائیں ورنہ خیر۔ لیکن جو کچھ استخارہ بیننا ظاہر ہو۔ ہماری طرف لکھیں۔ اور اگر تعبیر بھی آپ ہی لکھیں۔ تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور بہت ہی بہتر ہے۔ والدعاء۔

رقعہ (۸۱)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور نیک لوگوں کی برکت سے ان بیمار فقرا اور مساکین کا علاج

فرمائے۔ مدت گذری ہے۔ کہ ہم نے اپنی نیازمندی اس بارگاہ ولایت میں عرض نہیں کی۔ ہاں صرف اسی ایک کلمہ کو سچے قاصد اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ کہ اس قسم کی بات خود بخود حاصل ہو سکتی ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی طرف لکھنا بہت بے شرمی ہے اور ظاہری حالات کا بیان کرنا بہت بے جا ہے۔ غرض ہم کو اپنی حدِ نگاہ رکھنی چاہئے۔ اور فضول باتوں سے بچنا چاہئے ۔

رقعہ (۸۲)

جن دنوں حضور قدس سرہٗ نے مشیخت کو ترک کر دیا تھا۔ اور گوشہ نشینی اور تنہائی پر تھی۔ اور تمام یار پرانے دستور کے موافق تعظیم و تکریم بجا لایا کرتے تھے۔ گھر سے مسجد والے دوستوں کی طرف یہ رقعہ تحریر فرما کر مسجد میں بھیجدیا۔ تاکہ مریدانہ تعظیم کو ترک کر دیں ۔

بندہ مخدوموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ بندہ چند دن اپنی بہتری اس بات میں دیکھتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی پاک کلام کے موافق عمل کیا جائے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ اب شیخی کے دروازہ کو بند کر دو۔ اور یاری کا دروازہ کھول دو۔ ترک کر دیا ہے۔ اسی طرح مسجد میں تواضع اور تعظیم کو بھی چھوڑ دیں۔ اور مسجد میں نشست و برخاست اور آمد و رفت کے وقت فقیر کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ کریں۔ جیسے کہ مرزا حسام الدین اور مولٰنا یوسف وغیرہ دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ دلہ سے میاں شیخ الہ داد تک چھوٹے بڑے دوست اسی طرح عمل کریں اللہ تعالےٰ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ اجر اور ثواب دیگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی) ۔

رقعہ (۸۳)

ایک مستعد حضور کی بارگاہ میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور بارگاہ کے خادموں اور دوستوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے کے باعث قاصر اور کم ہمت رہتا تھا۔ اور امیدواروں اور فرزندوں کی کثرت کے باعث فقر کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور وجہ معاش کے اسباب اختیار کرنے میں بھی اُس کی بہتری منظور نہ تھی۔ وہ مستعد ناچار ہو کر وجہ معاش کے حاصل

کرنے کے لئے چلا گیا تھا۔ ایک بزرگ عالم نے جو باطنی نور اور بہتری رکھتے تھے۔ اور اس مستعد درویش کے رشتہ دار تھے۔ درگاہ عالیہ میں عرض کی۔ کہ وہ مستعد اس سفر سے واپس آکر کمال حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ اس لئے اس عالم مذکور کے خط کی پشت پر جو اس نے اس مستعد کی طرف لکھا تھا۔ اس کی واپسی کے لئے یہ چند سطریں تحریر فرمائیں ۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اللہ تعالی ایمان والوں کا دوست ہے۔ ان کو اندھیرے سے نکالکر نور اور روشنی میں لے آتا ہے) جو کچھ لکھنے کے مناسب تھا۔ وہ حضرت مخدومی کے خط میں لکھا جا چکا ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ (فرصت وقت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت جان کر اس کے موافق زندگی بسر کرنی چاہئے۔ افسوس کہ اس عاجز گرفتار میں اب کام کی طاقت نہیں رہی۔ ورنہ اللہ تعالے کی توفیق سے اس دو روزہ عمر میں اپنی بازندگی اور کم ہمتی کا ماتم کرتا۔ اور کیمیاء مقصود کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتا۔ اور اس راہ میں اپنی زندگی قربان کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس گئی گذری حالت میں بھی درد اور شوق عطا فرمائے۔ تاکہ اپنے دونوں جہان کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار میں رکھ کر تمام تعلقات اور گرفتاریوں سے آزاد ہو جاؤں۔ آمین یارب العالمین۔ اس بھائی سے امید ہے۔ کہ عاجزی کا منہ خاک پر رکھ کر فقیر کی اس آرزو کے حاصل ہونے کے لئے بارگاہ الہی میں دعا مانگینگے۔ کیونکہ غائب کی دعاء غائب بھائی کے لئے بہت جلدی قبول ہوتی ہے۔ وَالدُّعَاء ۔

رقعات تمام ہوئے

رسالہ طریقت کی ضروری باتوں میں

یہ رسالہ ایک خاص رابطہ والے عظیم القدر دوست کی التماس پر حضور قدس سرہٗ نے شروع فرمایا تھا۔ جب وہ عزیز دوست حضور کی خدمت سے وطن کی طرف واپس چلا گیا۔ پھر کسی اور دوست نے اس قسم کی التماس نہ کرسکا۔ اور حضور کو بھی اس قسم کے امور کا چندداں خیال نہ تھا بلکہ بڑی احتیاط و احتراز کرتے تھے۔ اس لئے یہ رسالہ ناتمام رہا۔

میرے دوست! اللہ تعالے پاک نور سے تیری مدد فرمائے۔ واضح ہو۔ کہ فنائے حقیقی تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک نفی کا دوسرے اثبات کا۔ اگرچہ طریق اثبات میں طریق نفی بھی شامل ہے۔ طریق نفی کی قسموں میں سے ایک غیبت اور بیخودی کا طریق ہے۔ یعنی اپنے وجود جسمانی کے لوازم اور اس کے صفات سے بے خبر ہو جائیں۔ جب اس غیبت اور بیخودی کے کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو پیدا ہوئی ہوئی ظلمیت نورانیت سے بدل جاتی ہے۔ اور جناب الٰہی میں آگاہی اور حضور کا شغل ظہور کرتا ہے۔ جب باطنی جذب اس نور کے کمال سے قوی ہو جاتا ہے۔ تو وجود روحانی کے لوازم اور صفات سے بھی بے شعوری حاصل ہو جاتی ہے۔ اور حجاب بالکل دور ہو جاتے ہیں۔ اور سر کا شجرہ سب کا سب اس آتش حقیقی میں جل جاتا ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ اس خلوت خانہ میں اس کو معرفت کا لباس پہنادیں۔ اور اس بھنور سے نکلکر اپنے پہلے حاصل کو بھی پانی میں بہا دے۔ اور لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج اس ملک کا مالک کون ہے۔ وہی واحد قہار ہے) کا مفہوم ظاہر ہو۔ یہ خاص طریقہ ہے۔ اور تمام طریقوں کی نسبت زیادہ قریب اور درست اور راست ہے) وقوف قلبی کی پابندی جو قلب صنوبری کی طرف توجہ کرنے سے مراد ہے۔ اس رستہ کی طرف پہنچانے والی ہے۔ اسی طرح بازگشت کی رعایت بھی ذکر میں وجدان مذکور کے ساتھ اس راہ کی مدد دینے والی ہے ایسے ہی سینہ کے میدان سے قلب صنوبری کی طرف رابطہ کا پوری ہمت کے ساتھ لے جانا اس راستہ کا ممد ہے۔ اسی طرح واصل آدمیوں کے ساتھ صرف محبت اور نشست و برخاست بھی اس راہ تک پہنچانیوالی ہے۔ اور ابتدا میں انتہا کے درج ہونے کے معنی اس طریق میں۔

خلوت در انجمن جو طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ضروری اصول میں سے ہے۔ درحقیقت اسی طریقہ میں ہے کیونکہ ابتدا میں اس معیت کے باعث جو اللہ تعالےٰ کو بندہ کے ساتھ ہے محض حقتعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرے طریقوں میں جیسے کہ بیان کروں گا صرف حق تعالےٰ کے ساتھ خلوت نہیں ہوتی۔ بلکہ مکشوفہ انوار اور تجلیات کی صورتوں کے ساتھ خلوت ہوتی ہے۔ اس طرح نظر بر قدم کا حال ہے۔ کیونکہ انوار اور ارواح کا ظہور نظر کی پراگندگی کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس طریق میں چونکہ اس کا سیر مستدیر ہے اس لئے اس کی نظر بالکل قدم پر بلکہ قدم پر ہے۔ چونکہ سالک کا قدم یہی نظر ہے۔ اس لئے دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔ ایسے ہی سفر در وطن ہے۔ کہ اس کا سیر بھی مستدیر ہے۔ ظاہر ہے کہ ابتدا میں اس سالک کی توجہ اس وجہ اور ذات کی طرف ہے جو شیون کا منبع اور انسان کا منشا ہے۔ اور اس کا سارا سیر اس کے نور کے ظہور کے مراتب میں ہے۔ نیز اسی سیر میں بری صفتوں کی جڑھ باطن کی زمین سے اکھڑ جاتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ سالک آپ ان کے دور کرنے کے درپے ہو۔ اور دل کو پراگندہ اور متفرق کرے پس حقیقت میں قدموں کی حرکت کے بغیر یہی سیر حاصل ہے۔ ایسے ہی ہوش در دم ہے جو اللہ تعالےٰ کی جناب میں دائمی توجہ سے مراد ہے۔ وہ غیبت جو اس طریق کے ابتدا میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھی توجہ کی قسم سے ہے۔ اگرچہ باطن کی کمزوری کے باعث سالک کو خبر نہ ہو ؎

پوشیدہ نہ رہے کہ وہ باتیں جو اس طریق کے مناسب نہیں ہیں۔ صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کی بلند باتوں کا سننا ہے۔ کیونکہ ان مورجیہ کا جمال جو سالک کے فہم میں آتے ہیں۔ اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اس طریقہ علیہ کی ورزش میں فتور آجاتا ہے۔ کیونکہ اس نسبت کا جمال صرف منتہی ہی دیکھ سکتا ہے۔ اس بیان سے جان لو۔ کہ ان کلمات اور اشعار کا سننا جن سے توحید کی بو آتی ہو۔ کیا نسبت رکھتا ہے۔ یہ بھی اس وقت کہ نغمہ کے لباس میں نہ ہو۔ ورنہ بحث سے خارج ہے۔ وہ سماع جو مقبول ہے۔ وہ روحانی سماع ہے جو معانی کا سماع ہے۔ لیکن طبیعی سماع جو نغمہ کا سماع ہے۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔ عام علماء اس کو حرام جانتے ہیں۔ بعض مشائخ نے اس کو صرف علاج کے طور پر بقدر ضرورت

جائز قرار دیا ہے۔ نہ یہ کہ اس کو قربات سے جانیں۔ اور الہی کہیں۔ بعض مشائخ نے صرف طریقت کی رواج اور زینت کے لئے پسند کیا ہے۔ لیکن مبتدی کو اس کا اہل اور لائق نہیں جانتے۔ کیونکہ ابھی وہ صاحب دل اور اہل محبت نہیں ہوا۔ اس کی طبیعت اس کو اسی نغمہ پر ڈال دیتی ہے۔ اور وہ کلمات کے معانی اور ان کے ذوق سے بے بہرہ اور خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ بعض مشائخ اس کو مباح جانتے ہیں۔ لیکن اس کے ترک اور چھوڑ دینے کو اولی اور بہت بہتر کہتے ہیں۔ چنانچہ قطب طریق خواجہ بہاء الحق والدین قدس سرہ کی نسبت مشہور ہے۔ کہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نہ یہ تمام کرتا ہوں اور نہ اس سے انکار کرتا ہوں۔ یہی مذہب فتوحات مکیہ والے کا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ اس کامل نور والے شیخ کے نزدیک نغمہ کا سماع ہرگز روحانی نہیں ہے۔ اس سماع سے جو رقت اور نرم دلی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو طبیعت کی رقت کہتے ہیں۔ اور اس کی حرکت کو حرکت طبیعیہ۔ ان کے نزدیک اس اونٹ کے درمیان جو سماع نغمہ سے متحرک ہو۔ اور اس سالک کے درمیان جو سماع نغمہ کی حرکت دوری سے متحرک ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی کتاب میں حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی نسبت جو اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت بایزید قدس سرہٗ سماع نغمہ کو مکروہ جانتے تھے۔ نیز اسی کتاب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سردار اور قطب ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سماع نغمہ کے قائل نہیں ہیں۔ اور نغمہ کے ساتھ مقید سماع کو دین خالص نہیں جانتے۔ اور اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) کے بموجب اس کو ترک کیا ہے۔ نیز اسی کتاب میں حضرت صدیق و سلمان فارسی و بایزید بسطامی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کو جو ہمارے پیروں کے شجرہ میں داخل ہیں۔ ملامتیہ بزرگوں کے گروہ میں لکھتے ہیں۔ اور ملامتیہ ان بزرگوں کو کہتے ہیں۔ جو عام مسلمانوں کے لباس میں ہیں۔ اور ظاہر میں کسی عمل کے ساتھ ممتاز نہیں ہیں۔ اور ہمہ تن شریعت کے مقام میں ہیں۔ اور سنت کے تابع ہیں۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گروہ کا پیر لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ سماع نغمہ ہرگز ہمارے طریق کے مناسب نہیں۔ اور جن لوگوں نے علاج کے طور پر تجویز کیا ہے۔ وہ اس طریق میں سند اور معتبر نہیں۔ کیونکہ سماع نغمہ عابدوں اور حال والوں

اور شغل والوں کا علاج ہے لیکن اس طریق کے سالکوں کی مزاج مقربین کے چشمہ سے سیراب ہے۔ عابدوں اور اہل حال کو اس مشرب سے کوئی حصہ حاصل نہیں۔ چونکہ یہ لوگ لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِاللهِ (تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتے) کے مقام میں آجاتے ہیں۔ اور صبر مع اللہ کی رعایت کرتے ہیں۔ اس لئے شغل والوں میں سے بھی نہیں ہیں۔ ادھر بات لمبی ہو گئی اور خلاصہ مقصود سے دور جا پڑی۔ اب ہم پھر اصلی مقصود کو بیان کرتے ہیں ؛

طریق نفی کی دوسری قسم اجسام عالم کی صورتوں سے بے شعوری کا طریق ہے۔ اس طریق والا تمام جہان کو محض خالی کرتا ہے۔ وحدت کا غلبہ اس کی بصیرت کو کثرت کی طرف سے اپنی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ چونکہ طبیعت کی ظلمت اس کی آنکھوں کا غبار اور پردہ بنی ہوتی ہے۔ جس کے باعث وہ حیرت کے مقام میں مقید اور بیکار رہا ہوتا ہے۔ جب وہ کشش قوی ہو کر اُس کی اپنی صورت کو بھی برباد کر دیتی ہے اور اس مقام کی غرابت سے نکلجاتا ہے۔ تو مقصود کی دلہن نور صاف کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور تمام جہان میں حق تعالےٰ کو ہی پاتا ہے۔ اور جہان کو نقوش اور شکلوں اور رنگوں اور تعدد اور کثرت سے خالی دیکھتا ہے۔ اس کے بعد جوں جوں وہ کشش قوی ہوتی جاتی ہے۔ ہستی کے پردے توں توں کم ہوتے جاتے ہیں۔ اور جس قدر وہ نور زیادہ زیادہ لطیف ہوتا جاتا ہے۔ سالک کی آنکھ زیادہ زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے۔ اس فناء جسمانی کے مقام میں بھی جو کمال لطافت کے بعد ظہور میں آتی ہے۔ اس معیت کے باعث جو روح اور بدن کے درمیان ثابت ہے۔ دیکھنے والا صرف حق تعالےٰ ہی کو دیکھتا ہے۔ لیکن وجود روحانی کے باعث ابھی پوشیدہ اور خفیہ حجاب باقی ہیں۔ جب سالک اس طریق میں عروج کرتا ہے۔ تمام جہات اور نورانیت کے معنی بلکہ اس کی یہ دید بھی کم ہو جاتی ہے۔ محض حیران رہ جاتا ہے۔ نہ عالم نظر آتا ہے نہ خلا و ہی نہ نور نہ حضور جب یہ حیرت غالب آجاتی ہے تو وجود روحانی کے مراتب میں بھی فنا حاصل ہو جاتی ہے اِس فناء سے افاقہ کے بعد اگر بقاء حضور کے مراتب تک اس کی ترقی ہو جائے۔ اور اپنے آپ میں اتنا فرق معلوم کرے۔ کہ اس کے سوا اور کوئی نہ جانے۔ اس وقت اس کی

معرفت کا حال یہ ہے۔ کہ وجود کے میدان میں صرف ایک ہی ذات کو دیکھتا ہے۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (تحقیق تیرے رب کی طرف سب کی انتہا ہے) اکثر یہ ہے کہ اس دید والا شخص جہان کی صورتوں کو وہم وخیال جانتا ہے۔ اور محض نمود بے بود سمجھتا ہے۔ اگر اسی طریق سے دل اس دید تک پہنچ جائے۔ تو متحیر ہو جاتا ہے۔ یہی محبّت کی توحید اور غلبہ کا کشف ہے۔ یعنی محبّت کے غلبہ سے اس کی کشفی نظر میں ایک ذات کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ اس سالک پر صرف حیرت غالب ہے۔ یہ نہیں کہ جہان کی صورتوں کو نرا وہم وخیال ہی کہتا ہے ؛

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ طریق نفی کے دوسرے قسم کے طریق پر چلنے والے کے حق میں اکثر اس طرح ہوتا ہے۔ کہ اس کا رابطہ کی راہ سے مرشد واصل کے سر سے مل جاتا ہے۔ اور اس اتصال سے آگاہی اور حضور کا نور حاصل کر لیتا ہے۔ اور پہلے طریق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ حاصل کیا ہوا نور قوی ہو جائے طالب کی نظر مرشد کی نظر کے تابع ہو کر عالم کی طرف پڑتی ہے۔ جب وہ نور وحدت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اور مقصود کی بو اس کی ارادت کے چہرہ کو صورتوں کے پردہ سے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تو وہی تحیّر اور حیرانی کے مراتب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ گذر چکا۔ لیکن اگر اللہ تعالےٰ کا فضل مدد فرمائے۔ اور تحقیق کا دروازہ اس کے لئے کھول دے۔ تو اس قسم کے طالب کے لئے وسعت دائرہ کی بہت ہی بشارت ہے۔ جب ایسا طالب جذبہ کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ تو وحدت کو کثرت میں سرایت کئے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور وحدت صرف میں فانی اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس وقت شاہد اور شہود اور مشہود متحد ہو جاتے ہیں۔ بیت

کہاں غیر ہے اور کہاں ما سوا نہیں اور کچھ بھی خدا کے سوا

یہی تجلی ذاتی ہے۔ جو انسانوں میں سے بعض کامل فردوں کے ساتھ مخصوص ہے سالک یہاں پہنچکر تعین اول سے حظ حاصل کرتا ہے۔ اور جب [illegible] مقام سے تنزل کرتا ہے اور مرتبہ شہادت تک پہنچ جاتا ہے۔ تو تمام موجودات اس کی چشم بصیرت کی عینک بن جاتی ہیں۔ اور صفات اصل کا آئینہ ہو جاتی ہیں۔ یقین ثانی بھی غیبت ثانیہ کے موافق اس کے احاطہ میں آ جاتا ہے۔ اس وقت یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عین ثابت

کشف میں آجائے۔ اور اپنے آپ کو تمام موجودات کا عین معلوم کرے۔ اور ظاہر میں بھی تمام موجودات کو اپنا آئینہ دیکھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اسم باطن فوق وحدت کی جہت سے تجلی کرے۔ اور مقصود کے سر رشتہ کو گم کر دے۔ بیت

حق کے جمالِ ذات میں حیراں ہیں سب بیانی ۔ اس کے کمال کو پھر گیا عقل و فہم جانے

یہ تجلی تجلی احدیت کا مقدمہ ہے۔ تجلی احدیت میں اسم ظاہر ظاہر علم کی طرف توجہ کرتا ہے۔ پس حق تعالے اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ پہلے تھا پس جو کچھ اہلِ سنت و جماعت نے الٰہیات میں تنزیہ اور تقدیس کے مراتب بیان کئے ہیں۔ وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تنزیہہ بہت بلند ہے۔ اور اس نے وجود میں سب طرح کی شرکت دور کر دی ہے۔ پس توحید قدم کا ثابت کرنا اور حادث کا گرانا ہے۔ یہاں پہنچ کر درویش بے چارہ عاجز محض اور مفلس صرف رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس راہ کی کوئی نہایت نہیں۔ یا اللہ تو ہمیں محروم نہ کر۔ آمین!

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس سیر و سلوک کے اثناء میں بعض طالبوں کو واقعات اور کشف حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے آپ کو اور تمام جہان کو پانی معلوم کرتا ہے یا ہوا یا آگ جیسے کہ لطافت ہو۔ اسی طرح اس پانی کو خشک دیکھتا ہے۔ اور شعور سے مطلق دور ہو جاتا ہے۔ یہ کشف پہلے قدم میں ہے۔ اس سے مقدم جہان کی صورتوں کا گم کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اسی کشف کے اثناء میں حق تعالے مثالی صورتوں میں تجلی کرے۔ بلکہ حسی صورتوں میں بھی ممکن ہے۔ اور توحید صوری اُس کو حاصل ہو جائے چنانچہ اپنے آپ کو عروج میں دیکھے۔ اور عرش کے نور میں محو و ناچیز ہو جائے۔ یہ امر حافظہ شہود کا مقدمہ اور کثرت میں وحدت کا مطالعہ ہے۔ چونکہ بات عروج تک پہنچ گئی ہے اس لئے واقعہ اور کشف کا بیان چھوڑ دیتے۔ اور اب نفی کے طریقوں میں سے ایک اور طریق بیان کرتے ہیں۔ اللہ تجھے سعادت بخشے۔ واضح ہو کہ نفی کے طریقوں میں سے تیسرا طریق معراج تحلیل کا طریق ہے۔ اس طریق میں صفات بشریت کی نفی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کام کے اثناء میں اپنے آپ کو عروج میں دیکھتا ہے۔ اور خفت اور ہلکا پن کے موافق آسمانوں کے طبقوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور بعض کے لئے ملکوت کے عجائبات مکشوف ہوتے ہیں۔ اور بہشت و دوزخ و لوح محفوظ وغیرہ نظر میں آجاتے ہیں

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے عرش تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور عرش والے کے انوار میں محو و ناچیز ہو جاتے ہیں۔ جب اس مقام میں تمکین حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جذبات قویہ پا لیتے ہیں۔ تو پھر طبیعت کی ماں کی گود سے بالکل نکل جاتے ہیں۔ اور دوسرا تولد ظہور میں آتا ہے۔ اور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ کا نور محیط ظاہر ہوتا ہے۔ اور فناء وجودی حاصل ہو جاتی ہے +

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ یہ طریق کبھی درجات میں دوسرے طریق کے ساتھ مل جاتا ہے۔ لیکن چونکہ بعض کو خالص یہی طریق پیش آتا ہے۔ اس لئے اس کو دوسرا طریق کہا۔ ورنہ تحقیق یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنے راستے ہیں جتنے مخلوقات کے سانس۔ ہر ایک شخص کو ایک ایک الگ الگ چیز پیش آتی ہے لیکن سالک کی توجہ کے موافق تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کی توجہ ذات خاص کی طرف ہے یا نور محیط کی طرف یا فوق العرش کی طرف۔ پس پہلی وہی پہلی قسم ہے۔ اسی طرح دوسری اور تیسری ہے۔ اسی واسطے ہم نے اثبات کے طریق کو چوتھا طریق بنایا ہے۔ کیونکہ اس میں سالک کی توجہ اسم ظاہر پر ہے۔ پہلا قدم توحید صوری میں پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کے اور اس کے مقصود کے درمیان کوئی شے نہیں۔ جس کی نفی کرے اور مقصود تک پہنچے۔ یہ بات صرف اُس کی اپنی نظر کے موافق ہے نہ کہ واقعہ میں ایسی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرشد کی توجہ اور سالک کے دلی رابطہ کے باعث مقصود کی طرف اس کا انجذاب قوی ہو جاتا ہے۔ اور تمام حواس سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور صورتوں کے امتیاز میں شکست آ جاتی ہے۔ اور جہاں مختلف رنگ کے نوروں کی صورتوں میں یعنی نیلا۔ سُرخ۔ سفید۔ زرد۔ سیاہ اور بیرنگ سالک کے تصفیہ کے مراتب کے موافق آہستہ آہستہ ظہور کرتا ہے۔ لیکن ہر مرتبہ میں اس کی نظر اسی پر بند ہے۔ اور اسی کو حق جانتا ہے۔ جب اُس کی غیبت اور بیخودی قوی ہو جاتی ہے۔ تو نور بیرنگ کے لباس میں حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن عالم شہادت بالکل درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔ اس کا وجود اور عدم اس کی نظر میں نہیں آتا۔ اس وقت دوسرے طریق میں آ جاتا ہے۔ اگر کشش اس طرح قوی ہوتی جائے۔ تو دوسرے طریق سے بھی عروج کر جاتا ہے۔ اور پہلے طریق میں آ جاتا ہے۔ لیکن اس کی منزلوں میں سے اخیر کی منزل کے نزدیک جب اس مقام میں رسوخ پیدا کر لیتا ہے۔ اور شعور میں آ جاتا ہے۔ تو پھر اُس کی نظر طریق

اول پر جا پڑتی ہے۔ اور سب کو حق معلوم کرتا ہے۔ یعنی بے چوں و بیچگون دیکھتا ہے۔ نہ نور ہوتا ہے نہ بے رنگ۔ اور ہو سکتا ہے کہ اسی دوسرے طریق میں آخر تک پہنچ جائے اگرچہ آخر میں طریق دوم کے سالک کی نظر حضور کے غلبہ میں طریق اول کے سالک کی نظر کے ساتھ یکساں ہے۔ کیونکہ اول طریق کے سالک کا سلوک اس کے سر کے مرتبہ میں ہے اس کا راستہ راہِ راست ہے۔ اور جب طریق دوم کے سالک کی بھی نظر راست ہو جاتی ہے اور اس کو بھی راہِ راست حاصل ہو جاتا ہے۔ تو دونو کی نظریں ایک ہو جاتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ایک کی نظر وسیع ہوتی ہے۔ دوسرے کی تنگ۔ بشرطیکہ وہ اسی طرح تنگی میں رہے۔ اور اگر ترقی کر جائے۔ اور وسعت حاصل کرے۔ تو پھر دونو ایک ہیں ؂

پوشیدہ نہ رہے۔ کہ ترقی کی قسموں میں سے ایک ترقی وہ ہے۔ جو کشف کے طریق میں ہے۔ جس میں عالم مثال ؂

اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ محمد باقی باللہ فانی فی اللہ قدس سرہ کے رسالہ اور رقعات و واقعات کا ترجمہ اس ناچیز بمقدار گنہگار مسکین عالم الدین عفی عنہ غلام غلاماں حضرت غوث صمدانی قطب ربانی قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ سے تمام ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان کے مصنف اور ان کے جامع اور مترجم اور ان کے والدین اور مشائخ اور تمام پڑھنے والوں اور چھپوانے والوں اور درست کرنے والوں کو اپنے فضل و کرم سے بخشے۔ آمین ثم آمین

شعر

اِلٰھِی نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ ؂ بِجَاہِ الْمُصْطَفٰی مَوْلَی الْجَمِیْعِ
وَھَبْ لِیْ فِیْ مَدِیْنَتِہٖ قَرَارًا ؂ بِاِیْمَانٍ وَّدَفْنًا بِالْبَقِیْعِ آمین!

ترجمہ

الٰہی تو بچالے ہر بلا سے ؂ طفیل اس مصطفٰے خیر الوریٰ کے
مجھے دے چین مدینہ میں خدایا ؂ مروں اس جا وہیں جاؤں وبایا آمین!

تمام شد

بندہ مسکین عالم الدین عفی عنہ

عربی سے اُردو ترجمہ

کتاب الشفا

فی

حقوق المصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

یہ ایک بہت بڑی مشہور کتاب عربی زبان میں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن و مناقب میں تصنیف فرمائی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی خوبی اور مقبولیت عام احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ ذات باری جس محبوب کی صفت و ثنا قرآن کریم میں اپنی زبان مبارک سے فرمائے اور جملہ فرشتگان کو اُس پیارے نام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کیلئے حکم دے تو دوسرا کون بشر یا جن و ملک ہے کہ وہ اس ثنا کو پورے طور پر ادا کر سکے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو جس خوبی اور حسن اعتقاد و شائستگی سے لکھ کر اپنے ایمان اور محبت مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کا ثبوت دیا ہے۔ یہ اُسی مبارک ہستی کا کام تھا چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اِس کتاب الشفا سے کوئی کتاب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہ تو اب تک کسی نے لکھی ہے اور نہ آئندہ کوئی لکھیگا۔ یہاں تک کہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ جس گھر میں یہ مبارک کتاب شفا موجود ہوگی وہاں تصدق رسول اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی بیماری نہ ہوگی۔ اِس کتاب مصنف علیہ الرحمۃ نے وہ وہ باریک مسائل تحریر فرمائے ہیں۔ جو آج تک بعض علمائے کرام کی زبان مبارک سے کم سننے میں آئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر ایک سچے مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور برکات الٰہی سے بہرہ پا کر جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے فیضیاب ہوتا ہے۔ لہذا بپاس خاطر عام مسلمانوں کے حال ہی میں اردو ترجمہ کرا کر نہایت اعلےٰ کاغذ پر خوشخط چھاپی گئی ہے حجم ۵۰۲ صفحات قیمت فی نسخہ (۸ روپے)

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ، کوچہ ککے زیاں، بازار کشمیری، لاہور

بغیر مہر دوکان مال مسروقہ ہوگا